

راجستھان کا محاذ
از قلم
کیپٹن سید سلطان حسین شاہ

راجستھان کا محاذ

○

کیپٹن سید سلطان حسین شاہ
ایم اے

بار اوّل اکتوبر ۶۷ء

قیمت ________

(حمیدیہ الیکٹرک پریس گورنمنٹ پرنٹر پشاور)

دیباچہ

سترہ روزہ جنگ کے واقعات پر کئی کتابیں اور مضمون لکھے گئے ان میں اکثر کتابیں اور مضمون سیالکوٹ، لاہور اور کشمیر سیکٹر پر لکھے گئے لیکن راجستھان کے محاذ پر نہ تو کوئی کتاب لکھی گئی اور نہ ہی کوئی خاص مضمون اس کے علاوہ آج تک کسی محاذ کی واضح پوزیشن اور وہاں کے اعداد و شمار کے متعلق خاطر خواہ معلومات سے عوام کو روشناس نہیں کرایا جاسکا، بلکہ ان کتابوں کا زیادہ تر حصہ خبروں پر مبنی ہوتا رہا۔

پورے پانچ ماہ راجستھان کے محاذ پر توپوں کی دل ہلا دینے والی گولہ باری، سنسناتی ہوئی گولیاں چلتی ٹینکوں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے رہے اور ہم سب ساتھی اپنے وطن عزیز کے دفاع کے لئے دشمن کی بربریت کا مقابلہ کرتے رہے۔

مجھے جب بھی موقعہ ملا میں نے محاذ جنگ کی پوزیشن اور اعداد و شمار ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی، خندقوں میں بیٹھ کر میری یہ کوشش لامحالہ ہنگامی صورت حال کے پیش نظر تھی، دل میں ہر وقت دشمن

سے نبرد آزما ہونے کا جذبہ اور اپنے فرائض کی بجا آوری کا احساس تھا۔ کیونکہ ہمارا ہر ساتھی یہ بخوبی جانتا تھا کہ عیار دشمن سے غافل رہنا کسی طرح بھی قابل ستائش نہیں ہو سکتا۔ ایسے حالات میں میں نے اس کتاب میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔

مجھے یہ بھی احساس ہے کہ میں صرف واقعات و حالات پیش کر سکا ہوں زبان کے اعتبار سے اس میں کوتاہیاں بھی ہوں گی۔ بہرکیف میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں اپنے ملک کے عوام کو اُن کے محافظوں کے زریں کارناموں سے روشناس کراؤں تاکہ وہ اپنی افواج کی اولالعزمی اور جاں سپاری سے بخوبی واقف ہو سکیں۔

میں یہ کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ افواجِ پاکستان نے دشمن کے ناپاک عزائم اور منصوبوں کو خاک میں ملا کر اہل پاکستان کا سر ساری دنیا میں اونچا کر دیا ہے جس پر ہماری آئندہ نسلیں فخر کرتے ہیں یقیناً پر حق بجانب ہوں گی۔

پاکستان کے دوسرے محاذوں پر لڑائی سترہ روز رہی لیکن راجستھان کے محاذ پر آگ و خون کے شعلے ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء تک بلند ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس طرح ہر محاذ پر دشمن کو ہزیمت اٹھانا پڑی اسی طرح راجستھان کے محاذ پر دشمن اپنی لاتعداد لاشوں اور بے شمار سامان جنگ چھوڑنے کے کچھ بھی نہ حاصل کر سکا۔

انڈین ہمخبر زادہ حر مجاہدوں نے دفاع وطن کے لئے جو قربانیاں

پیش کیں ان کی مثال کم ہی آپ کو دنیا کی تاریخ میں ملے گی۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان کے کارناموں کو مختصراً پیش کر سکوں۔

میں اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ کہ ہماری برتری کا راز محض اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی کا مرہونِ منت تھا۔ ہم نے اسلام کی سربلندی کے لئے جس قوتِ ایمانی سے دشمن کے چیلنج کو قبول کیا وہ محتاجِ بیان نہیں ہمارے سامنے دشمن کی لاتعداد فوج اور سامانِ جنگ کی کثرت کوئی معنی نہ رکھ سکی اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح و کامرانی حاصل کرکے رہے۔

اور آج بھی ہمارا یقین کامل ہے کہ اگر کسی بھی دشمن نے ہماری طرف قدم بڑھانے کی کوشش کی تو ہم پہلے سے بھی زیادہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ

سلطان حسین شاہ

انتساب

اُن شہداء کے نام
جنہوں نے عیّار دشمن کی بربریّت
کا پامردی سے مقابلہ کرتے ہوئے
جامِ شہادت نوش کیا۔

تعارف

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بارے میں بیشتر کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں جنگ کے بارے میں وہ معلومات فراہم نہیں کی جا سکیں جو جنگ کی صحیح پوزیشن واضح کر سکیں اور ہر محاذ پر بھارتی جارحیت کا صحیح نقشہ پیش کر سکیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے ایک افسر نے خندقوں میں بیٹھ کر جہاں دشمن کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کیا وہاں محاذِ جنگ کے اصل نقشہ اور اعداد و شمار پر بھی نظر رکھی۔ وہ سکوت کے وقت خندقوں میں بیٹھ کر ان معلومات کو یکجا کرتا رہا۔ اور آج اس کی یہ مساعی ایک کتاب کی صورت میں منظر عام پر آ رہی ہے۔

میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اس کتاب میں وہ تمام حقائق پیش کیے گئے ہیں جنہیں آج تک عوام نہ جان سکے۔

زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کتاب میں اس افسر نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اسے ایک مستند کتاب کی حیثیت

حاصل ہو،

راجستھان محاذ کا جس طرح جائزہ لیا گیا ہے وہ اس کتاب کی خصوصیت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں وطن کے جاں نثاروں کی تصاویر بھی قابل ذکر ہیں جنھوں نے دفاع وطن کی خاطر خدمات انجام دی ہیں۔

کتاب ہذا میں جہاں معلومات کا ذخیرہ موجود ہے وہاں ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ مسلمان محض فوجوں کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کے بل بوتے پر سینہ سپر نہیں ہوتا بلکہ وہ حق کی رضا کے لیئے نتائج سے بے پرواہ ہو کر اور اللہ تعالٰے کا نام لے کر جارحیت کے خلاف میدان کارزار میں کود پڑتا ہے۔ اور فتح و نصرت اس کے قدم چومتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مصنف کی اس مساعی کو پسند کیا جائیگا۔ کتاب کی تیاری اور اعداد و شمار کا فراہم کرنا قابل ستائش ہیں۔

انڈس رینجرز کے کارنامے اور حر مجاہدین کی دفاع وطن کے لیئے قربانیاں اور جاں نثاری کے کارناموں سے بھرپور یہ کتاب موجودہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے اسلوب بیان عام فہم اور نہایت سادہ ہے۔

بریگیڈیر محمد عثمان

ڈائرکٹر سٹاف ڈیوٹیز
جی ایچ کیو

اکتوبر ۶۷ء



مصنف

راجستھان کا محاذ

یہ ایک کڑی حقیقت ہے۔ کہ دشمن نے کوئی اعلان جنگ کئے بغیر بڑی مکاری اور طاقت سے چھ ستمبر کو لاہور پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن لاہور پامردی اور عزم و وقار کے ساتھ اپنی جگہ ڈٹا رہا اور دشمن کے سامنے بالکل نہ جھکا۔

یہاں پر ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد دشمن نے اپنی طاقت کے غول کے غول متعدد محاذوں پر چھوڑ دیئے۔ راجستھان کے محاذ کو کھولنے سے اس کے دو مقصد تھے۔ ایک یہ کہ ہماری عسکری قوت سارے پاکستان پر بکھر اور بٹ کر رہ جائے گی اور دوسرا اس کا ارادہ یہ تھا۔ کہ وہ اس طرف سے پیش قدمی کر کے حیدرآباد اور کراچی پر آسانی سے قبضہ کر لیگا اس پر میلوں پھیلے ہوئے وسیع و عریض علاقہ کا دفاع کوئی معمولی کام نہ تھا اور خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ پاکستانی افواج کا ایک بڑا حصہ دوسرے محاذوں پر دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے مصروف تھا۔

اور ان کے مقابلے میں ہندوستان اس محاذ پر اپنی ہوئی فوجیں لے آیا

جن میں ۳ گارڈ پلٹن بھی شامل تھی - یہی ایک واحد پلٹن تھی جس نے چینیوں کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا - ۳ بمبئے گرینڈیر پلٹن اپنی اچھی کارکردگی کی وجہ سے ہمیشہ ہندوستانی صدر کے حفاظتی دستے کا کام کرتی رہی - اس کے علاوہ ۵ مرہٹہ، ۴ مرہٹہ، ۱۷ مدراس اور ۳ گڈھوال وہ ہندوستانی پلٹنیں تھیں جن کو ہندوستانی افواج میں اعلیٰ عسکری صلاحیت اور تربیت پر ناز تھا - ان کی قیادت بھی وہ لوگ کر رہے تھے جو اپنی قابلیت کی وجہ سے بہت سے ہندوستانی افسروں کے سر کاٹ کر اونچے عہدوں تک پہنچے تھے۔

اس ڈویژن کی کمان میجر جنرل اوبلے کر رہے تھے جو کہ ہندوستان کے چوٹی کے جرنیلوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ہندوستانی افواج کی قیادت بریگیڈیر لکشمن سنگھ، کرنل بال چندر اور کرنل تمبیا جیسے دوسری جنگ کے تجربہ کار افسر کر رہے تھے۔

ہندوستانی افواج کو اس محاذ پر نہ صرف ہتھیاروں کی اکثریت حاصل تھی بلکہ اُن کے ہتھیار جدید ترین اور مقابلتاً اعلیٰ قسم کے تھے۔

سندھ میں ریت کی وجہ سے مواصلات کے ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں البتہ چند راستے ضرور ہیں مگر یہ بھی اس درجہ ناقص ہیں کہ جیپ جیسی ہلکی گاڑیاں بھی پھنس کر رہ جاتی ہیں۔ اس علاقے میں پانی کی شدید قلت ہے۔

ان تمام مشکلات کے باوجود سندھ فورسز نے نہ صرف نہایت عمدگی اور بہادری کے ساتھ اپنی سرحدوں کی حفاظت کر کے اپنے فرائض کو قابل تعریف طریقہ پر

انجام دیا بلکہ جنگ کو ہندوستانی حدود میں داخل ہو کر راجستھان کے وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی یہاں کے کمانڈروں کی ولولہ انگیز قیادت، اعلیٰ حربی صلاحیت، جوشِ عمل، غازیانہ جذبہ، عسکری مہارت اور ایک نیک مقصد کے لیئے مر مٹنے کا جذبہ جس نے ان کے حوصلوں کو اس درجہ بلند کر دیا تھا کہ باطل کی آہنی دیوار کو توڑنے اور شب زنگ کا پنجہ مروڑنے کی ان میں طاقت پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہی وہ طاقتِ ایمان تھی جو ہر معرکہ پر ان کی معاون و مددگار رہی۔ راجستھان کے محاذ میں لڑنے والوں میں پاکستانی افواج کے علاوہ رینجر بھی تھی۔ سول پولیس بھی تھی، مجاہد بھی تھے اور پیر پگارو کے بہادر حُر بھی تھے اور یہ سب کے سب انتہائی بہادری سے لڑے۔

معرکۂ گدڑا

گدڑا پاکستان کے آخری سٹیشن کھوکھرا پار سے جنوب مشرق کی طرف جودھپور جانے والی ریلوے لائن پر واقع ہے۔ گدڑا بذاتِ خود پاکستانی علاقہ میں ہے۔ مگر ریلوے سٹیشن سرحد سے اُس پار ہندوستانی علاقے میں واقع ہے۔ اس مقام پر کفر و الحاد کی ظلمتوں کی یلغار کو روکنے اور حق و انصاف کی روشنی کو پھیلانے کے لئے صرف رینجر کے ساٹھ آدمی برسرِ پیکار تھے۔ دراصل رینجرز کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ حملہ آور فوج کے آنے کی اطلاع دے اور اگر ممکن ہو سکے تو حملہ میں تاخیر پیدا کرنے کی

کوشش کرے۔ مگر اس ٹولی نے ایسی پامردی سے دفاع کیا کہ دشمن کی پوری بٹالین کو شام تک روکے رکھا۔

سندھ فورس کمانڈر بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان کی بصارت شناس آنکھوں نے ہندوستانی عزائم کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے لڑائی سے تین دن پہلے بذاتِ خود بمعہ لیفٹننٹ کرنل محمد اقبال اور کرنل آفتاب ملک کے ہمراہ گڈرا کے علاقے کا دورہ کیا۔ ان کا اندازہ تھا کہ دشمن اپنی یلغار گڈرا ہی سے شروع کرے گا۔ سندھ فورس کمانڈر کو اپنی تھوڑی فورس ہونے کا احساس بھی تھا۔ مگر انہوں نے ہمت اور حوصلہ بالکل نہ ہارا۔ اور موقعہ اور زمین کا جائزہ لینے کے بعد رینجرز فورس کو ایسے مقامات پر تعینات کیا جہاں سے یہ فورس بڑی فوج کا مقابلہ آسانی سے کر سکتی تھی۔ سندھ فورس کمانڈر نے رینجرز کی اس جمعیت کو آس پاس پہاڑیوں پر جب فوجی نقطہ نظر سے درست تھیں پر جانے کا حکم صادر کر دیا۔ ان کا اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔ دشمن نے ان کے اندازے کے مطابق گڈرا ہی کو اپنی یلغار کا پہلا نشانہ بنایا۔ اور یہاں کی تھوڑی سی جمعیت سندھ فورس کمانڈر کے منصوبے کے مطابق اونچی پہاڑیوں پر اپنے دشمن کو خوش آمدید کہنے کے لئے تیار تھی اور دشمن کو کئی گھنٹے روکنے میں کامیاب رہی۔

چاند ڈھل چکا تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ صرف آسمان پر ستاروں کی قندیلیں روشن تھیں۔ یک لخت فضا گولوں کی آواز سے گونج اٹھی۔ ہندوستانی بے ضمیر اور بزدل توپچیوں نے خوف و ہراس پھیلانے اور انسانیت کا گلا گھونٹنے



جنگ کے دوران ترکی کی نرسیں پاکستان میں



ہندوستانی گولہ باری کے بعد گڈرا ٹاؤن کا ایک منظر

سے ہم رہے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ پورے قصبہ کی عمارتیں ہل گئیں لیکن اس قصبے کے محافظوں کے عزم کو کوئی چیز متزلزل نہ کر سکی۔ بلکہ ہر پھٹنے والا گولا ان بہادر سپاہیوں کے حوصلوں اور ولولوں میں ایک ایسا جذبہ پیدا کر رہا تھا جس کے آگے دنیا کی کوئی طاقت نہ ٹھہر سکتی تھی۔

اس قصبے میں حسین وجمیل مسجد مسلمانوں کے تخیل اور ذوق عبودیت کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ گدڑا کے غریب اور مفلس مسلمان اس مسجد کے لئے برسوں سے چندہ جمع کرتے رہے۔ ہندوستانی درندوں نے خدا کے گھر کو بھی نہ چھوڑا اور اسے شہید کر دیا۔ کیونکہ یہاں سے پانچوں وقت اذان کی صدائیں بلند ہوتیں تھیں جس سے بھارت کے بتکدے لرزہ براندام رہتے تھے۔

بزدل دشمن نے دنیا کے سب سے بڑے اسلامی ملک کو للکارا تھا اور اپنی عیاری اور مکاری کے بل بوتے پر اپنے ناپاک عزائم لے کر یلغار کی تھی مگر رسولِ عربیؐ کے نام لیواؤں نے ثابت کر دیا کہ باطل حق پر غالب نہیں آسکتا۔ اس طرح ہمارے محافظوں نے اپنی صلاحیتوں کے وہ جوہر دکھائے جس سے پوری دنیا حیران تھی۔

ہندوستانی حملہ

ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ آسمان پر منتشر ستارے روپوش ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ گدڑا کی منہ سے تاریکی کا نقاب اٹھا ہندوستانی

فوجوں نے یلغار شروع کر دی۔

دشمن کی پوری بٹالین کے سامنے صرف ایک کمپنی تھی۔ اور پھر دشمن کی بٹالین کو دو ٹینکوں کی امداد بھی حاصل تھی۔ دشمن عین سندھ فورس کمانڈر کے اندازہ کے مطابق مشرق میں فورٹا اور شمال مغرب میں بھیلوں کی ڈھاتی کھوڑے گڑھ کی طرف سے حملہ آور ہوا۔

دشمن نے پاکستانی محافظوں کو کیمپ کے اندر سمجھ کر اس پر زوردار حملہ شروع کر دیا اور فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے گڈرا کیمپ میں داخل ہو گئے۔ رینجروں کی جمعیت آس پاس اونچی پہاڑیوں پر دشمن کی تاک میں کھڑی تھی۔ پاکستانی مارٹروں نے دشمن پر منہ کھول دیئے اور قیامت کی سی آگ برسانی شروع کر دی۔

پاکستانی محافظوں کی اس چال اور منصوبہ نے ہندوستانیوں کے حواس باختہ کر دیئے اور افراتفری کی حالت میں سینکڑوں کی تعداد میں مارے گئے۔ بہر حال پاکستانی جمعیت جو کہ صرف ساٹھ آدمیوں پر مشتمل تھی اس کا ہندوستانی فوج کے ساتھ مقابلہ آسان نہ تھا۔ جو کہ تعداد میں کئی گنا زیادہ تھے اور جنہیں دو ٹینکوں کی امداد بھی حاصل تھی۔

دشمن نے اپنی صفوں کو پھر درست کیا اور دونوں پہلوؤں سے زوردار کا حملہ کر دیا۔ مگر ان مجاہدوں نے ایک طرف سے حملہ پسپا کر دیا اور دوسری طرف چل دیئے۔ یہاں پر پھر انہوں نے عزم اور ہمت کے جوہر دکھلائے اور دشمن کو شدید نقصان پہنچایا۔ دشمن ذرا سنبھل کر اٹھتا تو پھر ایسی کاری

ضربیں لگاتے کہ اُس کا دل و دماغ چکرا اٹھتا۔

ان مٹھی بھر اولعزم اور جری مجاہدوں نے ہتھی اور طوفان بن کر دشمن کے لئے قیامت برپا کردی۔۔ وقت ٹھہر ٹھہر رینگتا رہا۔ سورج تمام دن کا لمبا سفر طے کرکے مشرقی ٹیلوں کے پیچھے چھپنے ہی والا تھا۔ کہ مجاہدین کا یہ ٹولہ اپنے کمپنی کمانڈر کی قیادت میں جنگی اصولوں کے مطابق پسپا ہونا شروع ہوگیا۔

دشمن نے سمجھا کہ پاکستانی افواج شکست کھا کر بھاگ نکلی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ہندوستانی سپاہی خوشی کے عالم میں ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور جنگی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے سپاہیوں کو ترتیب نہ دی پاکستانی سپاہی اتنی آسانی سے کب میدان چھوڑنے والے تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور عقب سے اپنی مارٹروں کے منہ ان درندوں پر کھول دیئے۔ جس سے کئی گاڑیاں جل کر راکھ ہو گئیں اور دشمن کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔

کمپنی کمانڈر ڈی۔ ایس۔ پی فضل رحیم جو اس کمپنی کی کمان کر رہے تھے۔ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ دشمن کی اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنا موت کو للکارنا ہے۔

باوجود دشمن کی شدید ترین گولہ باری سے میدان جنگ ایک دہکتے ہوئے آتش فشاں کا منظر بنا ہوا تھا کمپنی کمانڈر نے صورت حال سے نپٹنے کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح تیار کر لیا۔ اُس نے اپنی جرأت اور فرض

شناسی، منصوبہ بندی اور مثالی قیادت کی بدولت دشمن کے حوصلے پست کر دیئے۔ اور دشمن کو کافی نقصان پہنچا کر کمال مہارت سے اپنی تمام فورس دشمن کے نرغے ہیں سے نکالنے میں بھی کامیاب ہو گئے اس بہادری اور اعلیٰ قیادت کے صلے میں انہیں ستارۂ جرات کا اعزاز ملا۔

اس لڑائی میں حوالدار رضا اس کمپنی کے مارٹر پلاٹون کا انچارج تھا۔ یہ بہادر نوجوان گولیوں کی بارش میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کے بالکل قریب گیا اور وہاں سے مارٹروں کو دشمن پر گولے گرانے کے احکامات پہنچاتا رہا۔

مارٹروں کے گولوں نے دشمن کا بھاری نقصان کیا۔ جس کی وجہ سے ان کے حوصلے بالکل پست ہو گئے۔ اور کمپنی کے آدمی دشمن کے نرغے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ حوالدار محمد رضا نے موت کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر اپنے ساتھیوں کو برباد ہونے سے بچا لیا۔ شجاعت، بہادری اور فرض شناسی کے اس غیر معمولی کردار پر اُسے تمغۂ شجاعت ملا۔

ہندوستان نے گدڑا کے کچھ حصے پر اپنی فوج کی کثرت، آرٹلری اور ٹینکوں کی پشت پناہی سے قبضہ کر لیا۔ لیکن اس کی اُسے بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

دشمن کے چند وائرلس کے پیغامات پکڑنے اور اس علاقے کے چند باشندوں



بھارت اور پاکستان کی سرحد

کے ذریعہ معلوم ہوا۔ کہ دشمن کا ایک افسر تین جوان اور دس سویلین مارے گئے اور ایک افسر پندرہ جوان اور بیس سویلین شدید مجروح ہوئے۔

انہی ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حملے میں دشمن کی مندرجہ ذیل یونٹوں کی چند کمپنیوں نے حصہ لیا۔

نمبر ۱ : ۴ مرہٹہ پلٹن کی کچھ تعداد
نمبر ۲ : گارڈز پلٹن کی کچھ نفری
نمبر ۳ : گڈوری پلٹن کی کچھ نفری
نمبر ۴ : تھرڈ اینڈ ایپنڈنٹ آرمرڈ سکواڈرن کا ایک ٹروپ۔

ان کے علاوہ ان کو راجپوتانہ آرمڈ کنسٹیبلری کی امداد بھی حاصل تھی اس لڑائی میں چار جوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ مگر اپنے خون سے وفا کا نام ہمیشہ کے لئے روشن کر دیا۔ اس میں زخمیوں کی تعداد چھ تھی۔

کامیابی کا راز

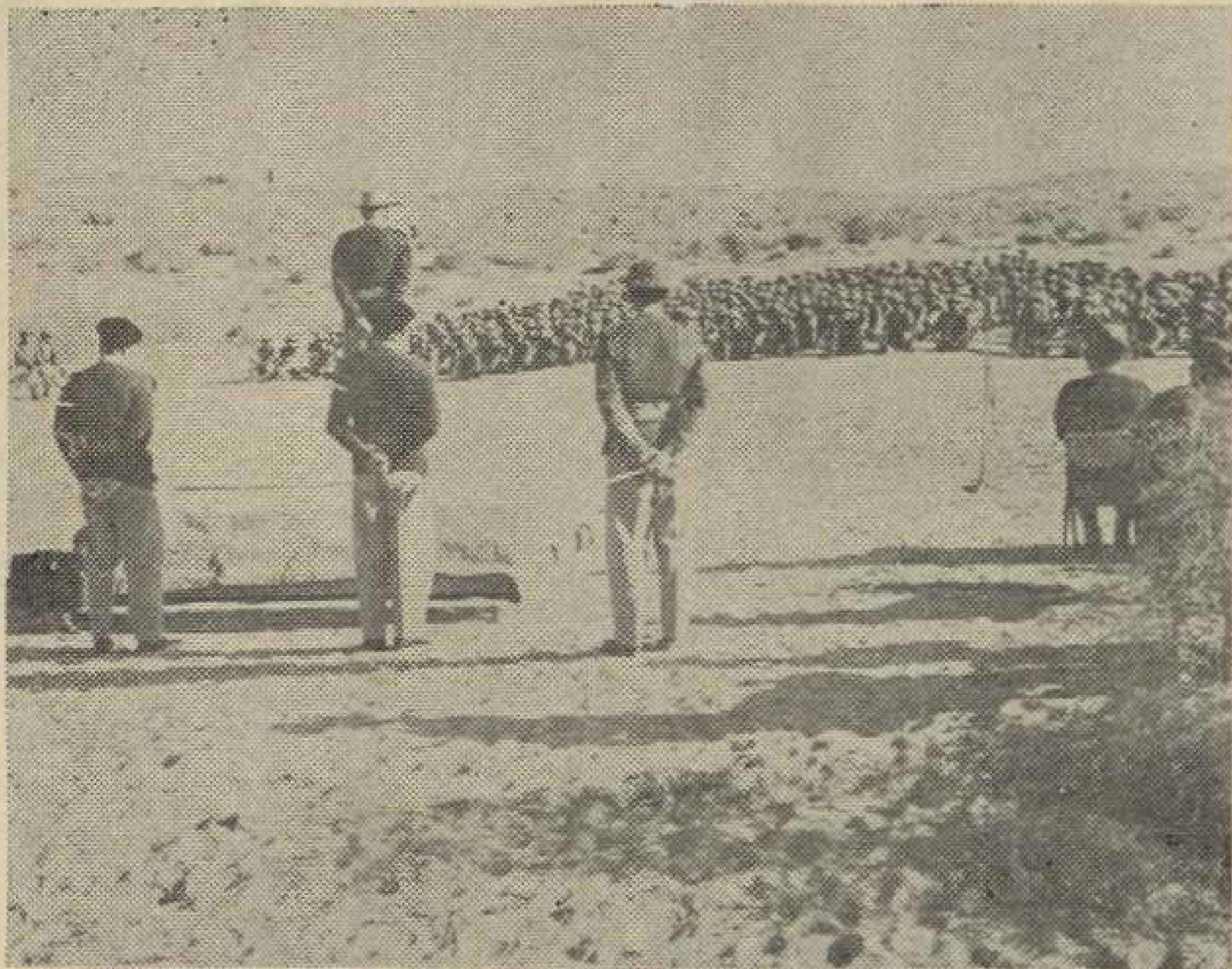
گڈرا کی سمت سے دشمن کے حملہ کو رد کرنے کا سہرا سندھ فورس کمانڈر کے سر ہے جنہوں نے موقع پر جا کر دشمن کی چالوں کو بھانپا۔ اور ایک ایسا منصوبہ تیار کیا جس نے دشمن کی چالوں کو ناکام بنا دیا۔ کمپنی کمانڈر ڈی ایس پی فضل رحیم نے صورت حال سے نپٹنے کے لئے اپنے آپ کو پوری

طرح سے تیار کر لیا۔ اس نے اپنی جرأت۔ فرض شناسی، منصوبہ بندی اور مثالی قیادت کی خوبیوں کی بدولت دشمن کے حوصلے پست کر دیئے۔ ہتھیاروں کا استعمال اس مہارت اور خوبی سے کیا گیا کہ دشمن کسی طرح پیش قدمی نہ کر سکتا تھا۔ مارٹروں کا استعمال بھی بہت بہتر طریقے سے کیا گیا۔ جس کی وجہ سے دشمن کو بھاری نقصان اُٹھانا پڑا۔

آخر میں میں یہ کہوں گا کہ زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی۔ کون چاہتا ہے کہ وہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دے۔ لیکن ہمارے جیالے نوجوانوں کی نس نس میں جذبۂ ایمانی تھا اور احساس فرض اور ان کے دلوں میں نبرد آزما ہو کر خدا کی راہ میں شہید یا غازی بن کر لوٹنے کی تمنا مچل رہی تھی مگر ان کے مقابلے میں ہندو برہمنی سماج ہندوؤں کو صرف یہ فلسفہ دے گیا کہ جان ہے تو جہان ہے۔

مندرجہ ذیل عہدیداران نے جنگ جوئی کے خوب جوہر دکھائے۔ اور ان کی بہادری قابل رشک بھی تھی۔

نمبر ۱۔ ڈی ایس پی فضل رحیم کمپنی کمانڈر (انڈس رینجر) ستارۂ جرأت
نمبر ۲۔ حوالدار محمد رضا (〃 〃) تمغۂ شجاعت
نمبر ۳ انسپکٹر محمد صابر (〃 〃) امتیازی سند



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی فوج کے جوانوں کو
کیو کھرا پار میں خطاب کر رہے ہیں۔



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی حیدر آباد ڈویژن کے
کمشنر سے کھو کھرا پار میں ملاقات کر رہے ہیں

موناباؤ پر قبضہ

آغاز

پورا بریگیڈ ۔ ٹینک رجمنٹ اور توپ خانے کی پشت پناہی پر ہندوستانی افواج ساٹھ رینجروں کو بارہ گھنٹوں کی شدید جدوجہد کے بعد گدڑا کے مقام پر پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئی ۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ وہ حساب دانوں کے بنائے ہوئے دو اور ایک کے تناسب پر بالکل تابع نہ رہے بلکہ اس نے پاکستانی محافظوں سے دس گنا زائد فوج اور ساز و سامان سے حملہ کیا ۔ اس عارضی کامیابی سے ہندوستانیوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان کو اپنی کامیابی اس محاذ پر قدم چومتی ہوئی نظر آئی ۔ اس غلط فہمی میں انہوں نے اپنے دوسرے بریگیڈ سے پاکستان کے آخری سٹیشن کھوکھراپار پر قبضہ کرنے کے منصوبے تیار کر لئے ۔ ان ارادوں کی تکمیل کے لئے انہوں نے اپنی افواج کو موناباؤ کے علاقے میں پہنچا دیا ۔

منصوبہ

صحرائی کمانڈر بریگیڈیر خواجہ اظہر خان کی دُور بین نگاہوں نے صورت حال کا جائزہ لیا۔ اور دشمن کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے اپنی قلیل افواج کو ایسے مقامات پر تعین کیا جہاں سے دشمن کی پیشقدمی کو کامیابی سے روکا جا سکتا تھا اور دشمن کو پوری طاقت سے حملہ کرنے کی مہلت دینے کی بجائے اُسے اُس کی اپنی زمین پر جا کر للکارا جائے۔ جہاں تک سندھ فورس کا تعلق تھا وہ ہر قسم کی جوابی کارروائی کے لیے تیار تھی۔

کمانڈر کے منصوبے کے مطابق مونا بھاؤ پر قبضہ کرنے کے لئے پہلے عقبی گاؤں پر قبضہ کرنا ضروری تھا تاکہ مونا بھاؤ پر کوچ کرتے وقت دشمن کی طرف سے کوئی مزاحمت اور اپنی فوجوں کو کوئی دقت محسوس نہ ہو۔

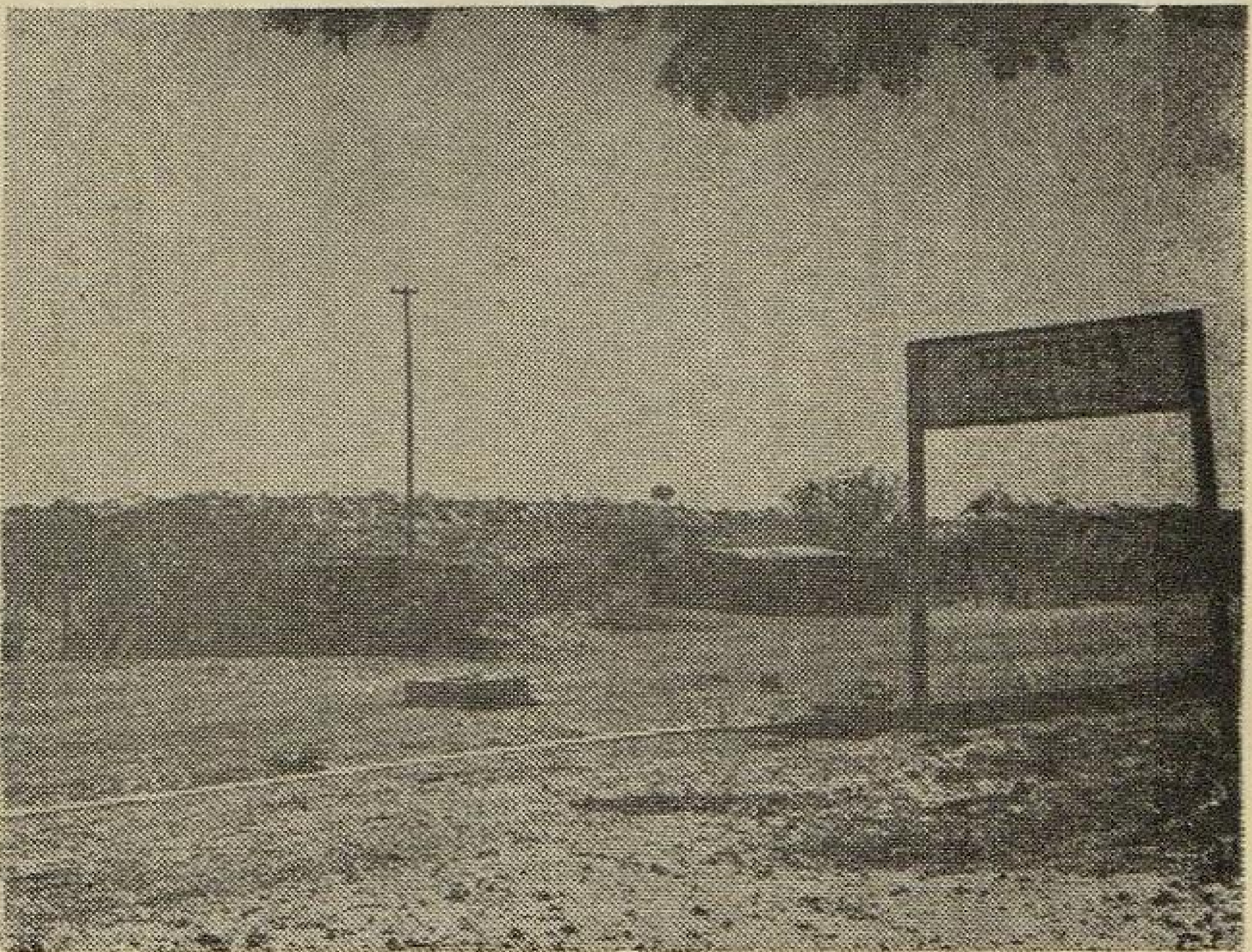
ابتدائی کارروائی کے بعد میجر ولایت کی کمپنی نے کسی مزاحمت کے بغیر عقبی گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ جو مونا بھاؤ کے جنوب میں اونچی جگہ پر تھا اور فوجی نقطۂ نگاہ سے اہم علاقہ گنا جاتا تھا۔

حملہ

اسی دوران میجر احمد علی کے مارٹر حرکت میں آ گئے۔ فضا گولوں کی آواز سے گونج اٹھی۔ اور ہر طرف آگ کے گولے صحیح نشانوں پر لگنے لگے جیسے جہنم کے دہانے مونا بھاؤ کی طرف کافروں پر کھل گئے ہوں



مونا باؤ ریلوے سٹیشن کا ایک منظر -
مصنف بائیں سے تیسرے نمبر پر کھڑے ہیں۔



مونا باؤ ریلوے سٹیشن کا ایک منظر

ان گولوں کی وجہ سے ہندوستانی فوج میں افراتفری اور سراسیمگی پیدا ہو گئی، خوف سے ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور اُن میں ایسی بھگدڑ مچی کہ وہ سب کچھ پیچھے چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس کھلبلی کا علم ہوتے ہی میجر بشارت احمد سلطان کی کمپنی کو مونا بھاؤ پر چڑھائی کا حکم صادر ہو گیا۔

سورج اپنے پورے جوبن پر تھا، ہوا بالکل بند تھی۔ شدتِ گرمی سے دم گھٹتا جاتا تھا۔ ان تمام مشکلات کے باوجود میجر بشارت احمد سلطان کی کمپنی کی اگلی پلاٹون کا پلاٹون کمانڈر کمپنی کمانڈر کا ہم نام کیپٹن بشارت سلطان سیٹھی تھا۔ جب اُسے دشمن کی طرف سے کوئی مزاحمت پیش نہ آئی تو اس نے نہایت افسردگی کے عالم میں کہا کہ بزدل دشمن نے ہمیں لڑنے کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ جس کی اُسے بہت حسرت تھی۔

میجر بشارت احمد سلطان کی کمپنی دشمن کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی خاطر آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ دو گھنٹوں کے اندر بغیر کسی مزاحمت کے یہ کمپنی مونا بھاؤ پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرانے میں کامیاب ہو گئی۔

ہمارے جیالے جوان جب مونا باؤ کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو یہاں کا سارا ہندوستانی عملہ فرار ہو چکا تھا۔ عملے کے بعض کوارٹروں میں ہنڈیاں چولہوں پر پڑی ہوئی تھیں اور آدھی کاٹی ہوئی سبزیاں باورچی خانوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہندوستانی کس افراتفری کے عالم میں بھاگے ہیں۔ فرار ہونے سے پہلے انہوں نے ضروری کاغذات نذرِ آتش کر دیئے تھے۔ بچھ کاغذات۔ فائلیں۔ ریلوے گزٹ اور غیر فروخت شدہ ٹکٹ

اِدھر اُدھر بکھرے پڑے تھے ۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس اسٹیشن کو یوں بزدلی کے ساتھ گنوانے کے بعد اس کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش ہی نہ کی ۔ اس جگہ کے ہندوستانی باشندے بھی سب کچھ چھوڑ کر اپنی بھگوڑی فوج کے ساتھ بھاگ نکلے تھے ۔

دشمن کی مندرجہ ذیل افواج اس علاقے میں تعینات تھیں :۔

نمبر ۱ : ۵ مرہٹہ لائٹ انفنٹری

نمبر ۲ : ۷ راجپوتانہ آرمڈ کنسٹبری

نمبر ۳ : باڈر پولیس کے چند سپاہی

نمبر ۴ : ۱۲۰ ملی میٹر کی مارٹروں کی بیٹری

مونابھاؤ کا ریلوے سٹیشن پاکستان کے آخری سٹیشن کھوکھراپار سے تقریباً چھ میل جودھپور جانے والی لائن پر واقع ہے ۔ یہ اس علاقے کا سب سے بڑا قصبہ ہے ۔ یہاں کے لوگ خاصے امیر تھے ۔ یہاں پر ایک بڑا بازار ہے جس کی دکانیں سامان سے بھری پڑی تھیں ۔ جنہیں بغیر قفل لگائے چھوڑ گئے تھے ۔ یہاں پر پختہ مکانوں کی کثرت ہے ۔ یہاں کی قابل دید جگہیں ، ریلوے ریسٹ ہاؤس ، ہندوستانی رینجر کا ہیڈ کوارٹر اور ایمیگریشن آفس ہے ۔ یہاں پر کسٹم کی چوکی تھی ۔ یہاں ہی سے اللہ کا نام لینے والوں کی جلاوطنی کی حدود شروع ہوتی ہے ۔ یہاں سے تمام نشانات ہندی میں شروع ہوتے ہیں ۔ ریلوے سٹیشن پکی اینٹوں کا بنا ہوا ہے ۔ اس کا پلیٹ فارم بھی کافی وسیع اور بڑا ہے ۔ یہاں پر پانی کی بڑی



مونا باؤ ریلوے اسٹیشن کا ایک منظر

بڑی زمین دوز ٹینکیاں ہیں۔ میٹھے پانی کی بہتات اور اس کے ذخیرہ کی وجہ سے یہ اسٹیشن ہندوستانی افواج کے لئے بہت اہم تھا۔ اس علاقہ میں ریت کے سمندر کی وجہ سے سڑکیں نہیں ہیں۔ بڑی گاڑیاں تو درکنار جیپ جیسی چھوٹی اور ہلکی گاڑیاں بھی ریت میں دھنس جاتی ہیں۔ نقل وحرکت کے لحاظ سے یہ مقام ہندوستانی افواج کے لیے اور بھی زیادہ اہم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس مقام کے گنوانے سے ہندوستانی فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور فوجی نقطہ نظر سے بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

دونوں میں فرق

پاکستانی افواج کا پورے مونا بھاؤ پر قبضہ تھا۔ سامان سے بھری دکانیں بغیر قفل کے کھلی پڑی تھیں۔ یہ جو چاہتے کر سکتے تھے۔ مگر ان فاتحین نے اسلام کی تاریخ دہراتے ہوئے ایک اچھے کردار اور سیرت کا ثبوت دیا۔ مگر ان کے مقابلے میں ہندو سورما بزدلی سے بھاگتے ہوئے بھی ننگِ انسانیت حرکتوں سے باز نہ آئے۔

یہاں کا جواں سال ریلوے سٹیشن ماسٹر محمد صدیق مسلمان تھا۔ ان درندوں نے اپنے مسلم شہریوں کو اپنی وحشت کا نشانہ بنایا۔ اس سٹیشن ماسٹر محمد صدیق کا قصور فقط یہ تھا۔ کہ یہ ایک خدا اور ایک رسولؐ پر یقین رکھتا تھا۔ اور ہر وقت بھی اس کے لبوں پر لاالٰہ الا اللہ کے الفاظ تھے۔ اس کی ایک جواں سال بیوی تھی۔ اسی دن کا ذکر ہے کہ چند سپاہی اس کی بیوی کی طرف بڑھے

اور اس نوبیاہتا دُلہن کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ اس لڑکی نے ابھی تک شادی کے تمام زیور پہن رکھے تھے۔ ایک سپاہی نے محمد صدیق کو پکڑ لیا اور باقی دُلہن کے ہاتھوں اور کانوں سے زیور نوچنے لگے۔ اچانک ایک حوالدار آگے بڑھا اور اس لڑکی کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ یہ لڑکی چیخنے لگی۔ آخر صدیق کب تک برداشت کر سکتا تھا۔ زیور کی بات دوسری تھی لیکن اپنی عزت اپنی آنکھوں کے سامنے لٹتے دیکھ کر اس کی رگوں میں خون کھولنے لگا۔ اُس نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو چھڑا کر دوسرے سپاہی پر ٹوٹ پڑا۔ مگر اگلے ہی لمحے ہندوستانی سپاہیوں کی بندوقوں سے سنسناتی ہوئی گولیاں نکلیں اور اس کی نعش زمین پر تڑپنے لگی۔ اس کی نعش کو بندوق کی بینٹ سے چھلنی کر کے ریت میں پھینک دیا۔

ان وحشی درندوں نے صدیق کی دلہن کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ وہ روئی، گڑگڑائی۔ مذہب اور انسانیت کے نام پر اپیل کی۔ اُس کے پاس کچھ پونجی تھی وہ پیش کی، شادی کے زیورات تک دے دیئے اور سب کے عوض التجا کی کہ اُسے معاف کر دیا جائے اُس کے ساتھ ننگِ انسانیت سلوک نہ کیا جائے۔ اُسے اغوا نہ کیا جائے لیکن اُس بیچاری کی فریاد ان سفاک درندوں پر کوئی اثر نہ کر سکی، وہ ہنستے رہے قہقہے لگاتے رہے اور شراب کے نشے میں بدمست اُسے گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔

بیگناہوں اور عصمت مآب خواتین کے ساتھ درندگی، بہیمیت اور انسانیت سوز

مظالم کا یہ سلوک سپاہی کے معزز پیشے پر ایک بہت بڑا دھبہ ہے۔ جسے دُنیا کے کسی حصّے کا سپاہی معاف نہیں کر سکتا۔

ہمارے شیر دل سپاہیوں نے نہایت تزک و احتشام سے محمد صدیق شہید کی نعش کو سٹیشن کے پچھواڑے میں دفن کر دیا۔

فتح کی وجوہات

دشمن کی فوج کم از کم ایک بریگیڈ تھی۔ جو کہ ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھی، سامانِ رسد کی فراوانی تھی۔ ہر طرح کے ذرائع مہیا تھے ان کے مقابلے میں پاکستانی افواج کی تعداد کئی گنا کم تھی۔ اُن کے لئے یہ علاقہ اجنبی تھا۔ مگر معنوی اعتبار سے دونوں میں بہت فرق تھا۔ یہ تھوڑے سے سپاہی ایک عظیم مقصد کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے بے چین تھے۔

پاکستانی افواج کی فتح کا سب سے بڑا راز ہر درجے کے کمانڈروں خاص کر بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان، لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی اور لیفٹیننٹ کرنل محمد اقبال کی بہتر قیادت، بیدار منصوبوں اور اچھی تنظیم پر عمل کر کے فوجی چالوں کو چلانا تھا۔ یہاں پر یہ بات عیاں کرنا ضروری ہے۔ کہ اس لڑائی میں توپچیوں نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ ہمارے توپخانے نے جس کی قیادت میجر احمد علی خان اور لیفٹیننٹ کرنل محمد اقبال کر رہے تھے۔ دشمن کے ٹھکانوں کو اپنی صلاحیت سے نشانہ بنایا۔ کہ دشمن کو جوابی حملہ کرنے کی مہلت

ہی نہ دی ۔ اور وہ اڈہ جسے دشمن اپنے مکروہ اور ناپاک عزائم کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا ہماری فوجوں کی آمد سے پہلے ہی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اگر ہم اس معرکہ کو جنگِ توپخانہ کہیں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

آج بھی دشمن کا غرور مونا بھاؤ کے ٹیلوں پر خون سے لت پت پڑا ہے اور اس کے کراہنے کی آوازیں آج بھی سنائی دے رہی ہیں ۔

شکر لو اور کھیرانی چوکی پر حملہ اور قبضہ

آغاز

انڈس رینجرز اور گشتی دستوں سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ دشمن شکر لو کی چوکی پر قابض ہے دشمن کی تعداد کے بارے میں مکمل اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ علاقہ کے رہنے والوں کی زبانی پتہ چلا کہ تقریباً تین سو آدمی، بیس گاڑیاں اور کچھ ٹینک اس علاقے میں دیکھنے میں آئے ہیں۔

سندھ فورس کے کمانڈر نے یہ کام پنجاب کی تیسری پلٹن کو سونپ دیا۔ بٹالین کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی کی بھارت شناس آنکھوں نے حالات کا جائزہ لیا۔ علاقے کے نشیب و فراز سے اپنی واقفیت کرائی معلومات حاصل کی گئیں نقشے پھیلائے گئے اور نیلی پنسلوں سے نشانات لگائے گئے۔ اس کے بعد توپ خانے کے کمانڈر میجر منظور احمد سے مشورہ لیا گیا۔ منصوبے کو آخری شکل دینے کے بعد میجر محمد تاج کو اس پر عمل کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔

۱۰ ستمبر کو کمپنی اپنی دفاعی پوزیشن سے رینجروں کی رہبری میں شکر لو کی طرف چل پڑی۔ اُس دن بھی وقت کا اندھا دیکھنا وقت کی نامعلوم

منزل کی طرف چند گام بڑھا کر مغرب کی پر اسرار غاروں میں چھپ گیا۔ اور سترہ ستمبر کا بے صبری سے ریت کے ٹیلوں پر دفاعی پوزیشن بنا کر انتظار کرنے لگا۔

حملہ

رات کا پردہ اُٹھا، نکھرتا ہوا آفتاب جس نے گذشتہ چند دنوں میں شجاعت اور بہادری کے بے مثال کارنامے دیکھے تھے۔ بڑی بے تابی سے طلوع ہوا۔ اور اس کی پہلی کرن نے پاکستانی توپوں کو حرکت میں آنے کا سگنل دیا۔

چنانچہ دشمن پر قیامت کی سی آگ برسنے لگی۔ دریں اثنا میجر محمد تاج نے اپنی قیادت میں کمپنی کو شکریو پر چڑھنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس پیش قدمی میں توپ خانہ اور مارٹر نہایت ہی جچے تلے اور برموقع گولے پھینک کر کمپنی کی خاطر خواہ امداد کرتا رہا۔

کمپنی کوئی تین ہزار گز آگے بڑھی ہوگی کہ دشمن نے اپنی مشین گنیں اور تمام ہتھیار کھول دیئے۔ گولیوں کی بارش کمپنی پر برستی رہی۔ مگر جیالے سپاہیوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے دشمن کے ٹھکانوں کی طرف بڑھتے گئے۔ کمپنی کے جوانوں کی شجاعت اور جرأت نے دشمن کے اوسان خطا کر دیئے اور افراتفری کے عالم میں مورچے چھوڑ کر بھاگنے لگے۔

تقریباً دس بجے دشمن کی چوکی پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ دشمن بھاگتے ہوئے کچھ فوجی سامان اور جلی ہوئی دو گاڑیاں چھوڑ گیا۔ یہ گاڑیاں اتنی بری طرح ناکارہ ہو چکی تھیں کہ ان سے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔

اس مشکل اور کٹھن کام میں انجینئروں نے فوج کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔ سب انسپکٹر محمد خان نے اپنے مارٹروں کا استعمال بہت صحیح اور اچھا کیا قبضہ کے فوراً بعد دشمن کی انتقامی کارروائی سے بچنے کی خاطر کمپنی کو پھر ترتیب میں لایا گیا۔

کامیابی کا راز

اچھی عسکری منصوبہ بندی، غازیانہ جذبہ، توپ خانے کا درست اور موزوں استعمال۔ بہتر قیادت اور تمام جوانوں کی شجاعت اور جرأت کامیابی کا راز تھیں۔

کھیراں چوکی پر حملہ

آغاز

کھیرانی چوکی شکریہ سے شمال کی طرف پانچ ہزار گز کے فاصلے پر واقع ہے اور فوجی نوعیت سے بہت اہم ہے۔ تقریباً تین بجے کے لگ بھگ کھیرانی چوکی پر کچھ حرکت دکھائی دی۔ کمپنی کمانڈر نے اندازہ لگایا۔ کہ دشمن بڑی طاقت سے اس چوکی پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ جو کہ اس کے لئے خطرے کا باعث ہو سکتا ہے۔

حملہ

کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی (ایس جے) کو حملے کا منصوبہ دکھایا گیا۔ کچھ رد و بدل کے بعد حملے کی منظوری دے دی گئی۔

ہمیشہ کی طرح مارٹروں کے منہ دشمن پر کھول دیئے گئے اور ہمیشہ کی طرح سے دشمن نے چوکی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کھلبلی کو دیکھتے ہوئے ہمارے جیالے جوان دشمن پر شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور اس طرح ایک اور اہم ہندوستانی چوکی پہ پاکستان کا پرچم لہرانے لگا۔ یہاں راشن کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پاکستانی سپاہیوں کے ہاتھ لگا۔

اس حملے میں توپخچیوں نے پھر وہ کام دکھایا۔ کہ پیدل فوج کو لڑائی کی زحمت ہی گوارا نہ کرنی پڑی۔ پاکستان کے فوجی جوانوں نے اس حملے کو کامیاب بنانے کے لئے افسروں کے دوش بدوش محنت و جانفشانی سے کام لیا تھا۔

دشمن کا انتقامی حملہ

دونوں چوکیوں پر ذلت آمیز پٹنے کے بعد دشمن نے انتقام لینے کی خاطر اپنی پوری طاقت کھیرانی پر چڑھائی کے لئے لڑائی میں جھونک دی۔ دشمن کا سامنے موجیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کے ساتھ ٹینک بھی تھے۔ مقابلے میں پاکستانی فوج کے چند جیالے محافظ حفاظت کے غرور میں لوہے کی دیوار بن گئے۔ اس دیوار میں ان بہادروں کے عزم اور ملک کی حفاظت کے جذبے کا لوہا لگا ہوا تھا۔ یہ بجا ہت کے ٹینکوں کا لوہا نہ تھا۔ جو توپ اور ٹینک کے گولوں سے پگھل جائے کمپنی کمانڈر میجر محمد تاج کے چہرے پر پریشانی کے آثار ضرور تھے مگر مایوسی نہ تھی۔ دشمن کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ کمپنی کمانڈر کے توپ خانے کے مددگار افسر کیپٹن افضال احمد نے یکے بعد دیگرے کئی گولے دشمن پر پھینکے اور پیشانی پر سے پسینے کے قطرے صاف کرتے ہوئے بولے "ہم آخری دم تک لڑیں گے" کیپٹن افضال احمد نے کمپنی کمانڈر کے چہرے پر اچٹتی سی نگاہ ڈالی۔ وہ صبح والا کمانڈر نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے ایک دن کے مختصر

عرصے میں کمانڈر نے کئی جڑیں بدل ڈالی ہوں۔ اس کا چہرہ گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ وردی جگہ جگہ سے سیاہ ہو چکی تھی۔ صرف ایک چیز تھی جو اب تک پوری توانائی سے اس کے رگ و پے میں موجزن تھی اور وہ تھی کبھی نہ ختم ہونے والی ہمت اور آخری دم تک لڑنے کا عزم صمیم۔

کمپنی کمانڈر نے آبدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ سورج ڈھلنے کو ہے۔ ہم آزادی کی شمع روشن رکھنے کے لئے جسموں کا ایندھن بنا دیں گے۔ مگر کافروں کو ایک انچ بھی بڑھنے نہیں دیں گے۔

کمپنی کمانڈر نے حملہ آور فوج میں ٹینکوں کی بڑی تعداد کو دیکھ کر ٹینک شکن توپ (آر۔ آر) اور مشین گنیں آگے منگوا لیں۔ دشمن دائیں طرف سے نمودار ہوا تھا۔ اور اس کا پتہ بھی تب لگا۔ جبکہ وہ صرف پانچسو گز کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ ہر طرف آگ برس رہی تھی دشمن کے ٹینک اللہ کے نام لیواؤں کو کچلنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔

اس علاقے میں پاکستانیوں کے مورچے اور بنکر بھی موجود نہ تھے اور نہ کوئی ایسی شے میسر تھی۔ جس کی آڑ میں ٹینک شکن توپ کا استعمال کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس وقت ٹینک شکن توپ کے کمانڈر لانس نائک خوشی محمد نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر توپ کو لے کر آگے بڑھا۔ بغیر آڑ کے توپ نصب کی۔ اور بسم اللہ کہہ کر دشمن کے بکتر بند دستوں پر پہلا گولہ

پھینکا اور دوسرے لمحے ہی ایک ہندوستانی ٹینک کا بھرکس نکل گیا دوسرے گولے نے ایک اور ٹینک ناکارہ کر دیا۔ دو ٹینکوں کی تباہی سے کیپٹن افضال احمد نے بھی گولے صحیح نشانوں پر پھینکوانے شروع کر دیئے۔ جس سے ٹینکوں کا سیلاب تھم گیا۔

کمپنی کمانڈر میجر محمد تاج کی ہدایت پر کمپنی کے باقی تمام ہتھیار بھی دشمن پر کھل گئے۔ نعرۂ تکبیر کے نعروں سے آنے والوں کا استقبال ہوا۔ پھر ایسا گھمسان کا رن پڑا۔ کہ چند ہی منٹوں میں دشمن کی صفوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ دشمن ذرا سنبھل کر اٹھتا تو وہ پھر ایسی ضربیں لگاتے کہ وہ چکرا جاتا۔

ان مٹھی بھر مجاہدوں نے میجر محمد تاج کی قیادت میں دشمن پر آگ اور طوفان بن کر ان پر قیامت برپا کر دی۔ یہ جوابی حملے اتنی تیزی اور برق رفتاری سے کئے گئے کہ دشمن بالکل نہ سمجھ سکا کہ اس پر یہ قیامت کیسے برپا ہو گئی۔ اور وہ تاریکی کا سہارا لیتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگ گیا۔

اس کٹھن کام میں بھی نخیرا اور مجاہدوں نے فوج کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے۔ ان تینوں معرکوں میں ایک پاکستانی بھی شہید نہیں ہوا۔ مقابلے میں ہندوستانی اپنے کئی سورما گیدڑوں کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے۔

☆

کامیابی کی وجوہات

کمپنی کمانڈر میجر محمد تاج کی زندگی خود خطرے میں تھی۔ تاہم اُن کی ذاتی جرأت اور دلیرانہ قیادت نے ان کے جوانوں میں ایسا جوش و خروش پیدا کر دیا۔ کہ وہ بھی زندگی کے خطرے سے لاپرواہ ہو کر دشمن پر تابڑ توڑ فائرنگ کرنے لگے۔ یہی حال کیپٹن افضال احمد کا بھی تھا جس نے دشمن کو سر پر منڈلاتے دیکھ کر بھی اپنے حوصلے آپے میں رکھے اور دشمن پر گولوں کی آگ برساتے رہے۔

ٹینک شکن توپ کے کمانڈر لانس نائک خوشی محمد نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جیپ کو آگے لے گئے اور بغیر کسی آڑ کے دشمن پر گولے برساتے رہے۔ اسی طرح اُس نے دشمن کے دو ٹینک ناکارہ کر دیئے۔ جس کی بنا پر دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔

یہاں پر مختلف ہتھیار اس طرح موزوں جگہ پر لگائے گئے تھے جونہی دشمن نمودار ہوا وہ ان تمام ہتھیاروں کی زد میں آ گیا تھا۔ اور اُسے حملے کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔

اس معرکہ میں میجر محمد تاج نے جنگ جوئی کے خوب جوہر دکھائے اور ہر طرف سے داد و تحسین بھی ہوئی۔ چنانچہ میجر تاج کو ستارۂ جرأت لانس نائک خوشی محمد کو تمغۂ جرأت اور کیپٹن افضال احمد کو ہر طرف سے شاباش و آفرین ملی ٭

ڈالی کھنسر کا معرکہ

آغاز

میجر سرفراز خان ملک کو سندھ فورس کمانڈر نے آرڈر دیا کہ اس کی الگ تھلگ فورس ڈالی کھنسر کے اندر دفاعی پوزیشن اختیار کرے گی اور تمام راستے خاص کر گدڑا اور کھوسے کی دھانی میں ہندوستانی سول آرمڈ فورسز کے دو سو آدمی موجود ہیں۔

اس علاقے کے نشیب و فراز سے پاکستانی افواج بالکل واقف نہ تھی۔ کمپنی کمانڈر کی حیثیت سے تمام علاقے اور دشمن کی صحیح طاقت کا جاننا ضروری تھا۔

پندرہ ستمبر کو ایک گشتی دستہ لیفٹیننٹ خالد کی سرکردگی میں دشمن کی تعداد اور ٹھکانوں کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا گیا۔ لیفٹیننٹ خالد نے جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کے بہت ہی قریب پہنچ گیا۔ اس نے کمپنی کمانڈر کو دشمن کے بارے میں بہت اہم معلومات فراہم کیں اس نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ کھوسے کی دھانی میں ایک ریگولر بٹالین پہنچ چکی ہے۔

اس فورس کا کمپنی کمانڈر میجر سرفراز خان ملک دشمن کے ناپاک قدم پاک سرزمین پر کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے فوراً ہی حملے کا منصوبہ تیار کیا اور صحرائی کمانڈر سے اس کی منظوری چاہی۔ جو کر دے دی گئی۔

دشمن کا گشتی دستہ

۱۶ ستمبر کی صبح کو کمپنی کمانڈر اپنے او گروپ کے ساتھ کچھوے کی دھانی کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ اپنے ماتحت کمانڈروں کو موقع پر حملے کا منصوبہ سمجھایا جائے۔

خوش قسمتی سے راستے میں چند اونٹ دکھائی دیئے۔ دوربین کی مدد سے غور سے دیکھا گیا۔ معلوم ہوا کہ دشمن کا گشتی دستہ ہمارے علاقے میں کھوج کی خاطر جیسو جیسار کی طرف سے آ رہا ہے۔

گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگنے لگتا ہے۔ یہی حال ان بدقسمت ہندوستانی سپاہیوں کا تھا۔ شکار بالکل تھیلے میں ہی تھا۔ میجر سرفراز خان نے دشمن کے گشتی دستہ کو للکارا۔ یہ بھی آخر ہندوستانی سورما تھے، جالندھر ریڈیو سٹیشن کی بہادر سپاہ بھاگنے میں تو انہوں نے تمام سابقہ عالمی ریکارڈ توڑ ڈالا تھا۔ کم از کم جیسر ڈیل سے تو تیز ہیں۔ پاکستانی فوج کو دیکھتے ہی بھاگنے لگے۔ مگر کمپنی کمانڈر ہاتھ میں آئے ہوئے شکار کو کب گنوانے والا تھا۔ ان کا تعاقب کیا گیا، ایک

معمولی سی جھڑپ ہوئی اور اس دستے کے چار سپاہی اور تین اونٹ پکڑے گئے۔ ان میں دو قیدی تیرہ گرینیڈیئرز نامی پلٹن کے تھے باقی دو قیدی گڑھوال پلٹن کی کمپنی نمبر ا کے تھے۔

قیدیوں سے معلومات

یہ قیدی بہت مفید ثابت ہوئے۔ انہوں نے بہت سی اہم معلومات فراہم کیں اور ہندوستان افواج کی مندرجہ ذیل پوزیشن بتائی۔

(۱) جیسو جیپار۔ دو کمپنیاں۔ ایک کمپنی ۱۳ گرینیڈیئرز بمعہ ۴۳ اونٹ۔ اس کمپنی کا کمپنی کمانڈر میجر بلدیو سنگھ بتایا۔ دوسری کمپنی گڑھوال پلٹن سے متعلقہ تھی۔

۲۔ کچھوے کی دھانی :۔ ستره مدراس رجمنٹ اور آرٹلری بھی اس جگہ بتائی۔

۳۔ ایک مرہٹہ بٹالین بمعہ ایک سکاڈرن ٹینک گدڑا کے مقام کے اندر۔ ان قیدیوں کی زبانی پتہ چلا۔ کہ دشمن کو یہ حکم ملا ہے کہ پاکستانی علاقے چھاچھرو پر انیس ستمبر تک قبضہ کریں گے اور اس کے بعد عمر کوٹ اور حیدرآباد کی طرف پیش قدمی کریں گے

دشمن کا منصوبہ

ان معلومات سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ دشمن کی فوج نے اپنی

پیش قدمی کی بجائے کھڑا پار کے ڈالی کھینسر کے رُخ میں کر دی ہے ان معلومات کی روشنی میں کمپنی کمانڈر نے یہ اندازہ لگایا۔ کہ دشمن کسی طرف سے بھی اس پر حملہ کر کے اُسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

معرکہ جیبو جیپار

کمک پہنچنے کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ اس لئے اُس نے دشمن کو پریشان اور کمزور کرنے کے لئے اس کی دو کمپنیوں پر حملہ کی ٹھانی جو کہ جیبو جیپار میں مقیم تھیں۔ اس کی منظوری سندھ فورس کمانڈر سے فوراً لے لی گئی۔

۱۶ ستمبر کی شام کو کمپنی کمانڈر اپنے او گروپ کو لے کر دوبارہ جیبو جیپار گئے۔ ابتدائی کارروائی کے بعد پلاٹون کمانڈروں کو تفصیلاً آرڈر سنا دیئے گئے۔

اگلی صبح اسلام کے فدائیوں کی یہ چھوٹی سی جماعت جو کہ صرف دو پلاٹونوں اور ایک مجاہد دستہ پر مشتمل تھی۔ دشمن کے ٹھکانوں کی طرف چل پڑی۔ تقریباً ساڑھے پانچ بجے صبح حملہ شروع ہو گیا۔ چاروں طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں آنی شروع ہو گئیں۔ دشمن پاکستانی حملے سے گھبرا گیا۔ اس کے اوسان بالکل خطا ہو گئے اور افراتفری میں چاروں طرف بھاگنے لگا۔ دو گھنٹوں کے اندر اس کمپنی کا اس فوجی چوکی پر مکمل قبضہ ہو گیا اس معرکہ میں کئی ہندوستانی فوجی مارے گئے۔ بہت سا سامان پاکستان کے

ہاتھ لگا۔

دشمن کا انتقامی حملہ

ہمارے سپاہی ابھی مکمل ترتیب میں بھی نہ آئے تھے۔ کہ دشمن نے سترہ مدراس رجمنٹ اور ایک سکارڈان ٹینک کے ساتھ اس جگہ پہ انتقامی حملہ کر دیا۔ کمپنی کمانڈر نے انسانوں کا موجیں مارتا سمندر جب آتے دیکھا۔ تو فوراً جیپ پہ مشین گن نصب کر کے ریخبر کی پلاٹون کی مدد کے لئے آگے بڑھا۔ یہ پلاٹون اگلے مورچوں پر متعین تھی۔ کمپنی کمانڈر کی ذاتی قیادت اور مشین گن سے گولیوں کی بارش کی وجہ سے ریخبر کی یہ پلاٹون دشمن کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔ کمپنی کمانڈر پھر ساتھ والی ٹیکری پر گیا۔ تاکہ اپنے باقی سپاہیوں کو بھی دشمن کے نرغے سے بچا سکے۔ بدقسمتی سے وہ چاروں طرف سے گھیرے میں آ گیا۔ دشمن کے چار سپاہی جو کہ مورچوں میں محفوظ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کمپنی کمانڈر کو ہاتھ اوپر کھڑا کرنے کو کہا۔ یہ بہادر افسر دشمن کے سامنے کب جھکنے والا تھا۔ اس نے بجائے ہاتھ کھڑا کرنے کے مشین گن کے عنبرا کو زور سے اس طرح کہا "مارو اس شاستری کے بچے کو"۔

ایک ہی بوچھاڑ میں اِن چاروں سپاہیوں کا کام تمام ہو گیا۔ ان کی مشین گن جو مورچے میں تھی، خاموش کر دی گئی۔ اسی اثنا میں دشمن کی پوری کمپنی ان پر ٹوٹ پڑی۔ کربلا کا سا کچھ سماں تھا۔ اسلام کے چند سرفروش پوری بٹالین سے نبرد آزما تھے۔ دور سے دشمن کے گولے بھی ان پہ پڑ رہے تھے۔ کمپنی کمانڈر نے پھر بھی ہمت

نہ ہاری۔ گولیوں اور گولوں کی بارش میں یہ جیپ سے اترا۔ اور اپنے مارٹروں کی طرف جانے ہی لگا تھا۔ کہ دو سنسناتی ہوئی گولیاں اس کی ران کو پار کرتی ہوئی گذر گئیں۔ جس کی وجہ سے اس کی ٹانگ پہ گہرا زخم آیا۔ خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ موت اس کی آنکھوں کے سامنے مگرمچھ کی طرح منہ پھاڑے تیرنے لگی۔ اس کے کانوں میں دشمن کے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ جیسے وہ اس کے اپنے کھیتوں میں اُس کے آباؤ اجداد کے خون سے سینچی ہوئی دھرتی پہ پیدا کر رہے ہوں۔ اس نے تمام قوتوں کو اکٹھا کر کے اپنے مارٹروں کی طرف جانے کی کوشش کی۔ جس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے۔ اس نے مارٹروں کو دشمنوں پر آگ برسانے کا حکم دیا۔ مارٹروں نے جنگ کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ دشمن جو اپنے ٹینکوں اور کثرت تعداد کی وجہ سے سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہا تھا تھم گیا۔

دشمن حیران تھا۔ کہ اس کمپنی کمانڈر کے پاس آخر وہ کیا ہتھیار ہے جس کے سامنے یہ جسم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا ہے۔

سیکنڈ منٹوں اور منٹ گھنٹوں میں بدلتے گئے۔ میجر سرفراز خان کی چوٹیں سخت اور تیز ہوتی گئیں۔ صرف ایک کمپنی اور مجاہدوں کی مدد سے اس نے ٹینکوں کے معاون بریگیڈ کو پریشان کر کے رکھ دیا۔ اس دستے کا ہر سپاہی یہ معرکہ بہت بے جگری سے لڑ رہا تھا۔

کمپنی کمانڈر نے بڑی ہمت اور کمال مہارت سے کام لیتے ہوئے اپنے سپاہیوں کو دشمن کے نرغے سے نکال پیچھے بھجوا دیا۔ فوجی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہوئے ہر موقع پر فتح کے پیمانے ہی سامنے نہیں رکھے جاتے۔ میدانِ جنگ میں بعض ایسے مواقع

بھی پیش آتے ہیں۔ جہاں اپنے لشکر کو تباہی سے بچانا فتح کی نسبت زیادہ مقدم ہوتا ہے اس کمپنی کا بھی یہی حال تھا۔ بعد ازیں پاکستانی فضائیہ کے ہوائی جہاز بھی اس کمپنی کی مدد کے لئے آئے اور انہوں نے ہندوستانیوں کا ناکہ بند کر دیا۔

اس انتقامی حملے کی ہندوستانیوں کو بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ علاقے کے سویلین آدمیوں کی زبانی پتہ چلا کہ دشمن نے مُردوں کی دو گاڑیاں بھریں جن کی تعداد کسی حالت میں بھی سو سے کم نہ تھی۔ دشمن کے لاتعداد آدمی زخمی ہوئے اور اس کے نتیجے میں دشمن کی کمر ٹوٹ گئی۔ اسی روز شام کو ہمارے فضائی بیڑے کے ایک ہوائی جہاز نے دشمن کی ایک ریل گاڑی تباہ کر دی جو کہ بارود سے بھری ہوئی تھی۔ راہی ذرائع سے معلوم ہوا کہ ہندوستانی بریگیڈیئر نے اپنے مسلمان سگنل آفیسر کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ اور توپ خانے کے مسلمان افسر کو قید کر لیا ہے۔ ان دونوں پر پاکستان کے ساتھ ساز باز رکھنے کا جھوٹا الزام تھا۔ اور ان پر شبہ تھا کہ انہوں نے بارود کی ٹرین کی نقل و حرکت کے بارے میں پاکستانیوں کے ساتھ ساز باز رکھ کر ان کو بتایا ہے۔

اس معرکہ میں چار بہادر سپاہی ملک کے تحفظ کے لئے کام آئے اور چھ جوان زخمی ہوئے۔

میجر رفیق احمد (اب لیفٹیننٹ کرنل) کا تقرر

میجر سرفراز خان ٹانگ کے زخمی ہونے پر انہیں علاج کے لئے واپس بھیج

دیا گیا۔ اور اس الگ تھلگ فورس کا چارج میجر رفیق احمد (اب لیفٹیننٹ کرنل) کو دے دیا گیا۔ سب سے پہلے تو انہوں نے کمال مہارت سے تمام فورس کو پھر ترتیب دی جو کہ ادھر ادھر بکھری ہوئی تھی۔ اس مردِ مومن نے تو حد کر دی۔ دشمن اس کے مقابلے میں پوری دو بٹالین پانچ مرہٹہ اور سترہ مدراس لے آیا۔ جس کے ساتھ نمبر ۳ انڈیپنڈنٹ آرمرڈ سکارڈرن کے ایک ٹروپ ٹینکوں کی مدد بھی حاصل تھی۔ اس کے علاوہ اس کی پشت پناہی پہ توپ خانہ بھی تھا۔

مقابلے میں میجر رفیق احمد کے پاس صرف ایک کمپنی تھی۔ اس کے علاوہ دو پلاٹون رینجر اور تھوڑے سے مجاہد تھے اور ان کی مدد کے لئے کوئی بھی ٹینک یا توپ خانہ نہ تھا۔

ان پہ کئی حملے ہوئے مگر میجر رفیق احمد نے ہر مرتبہ فقید المثال شجاعت اور اعلیٰ عسکری قیادت کا مظاہرہ کیا۔ اور دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹے رہے۔

بیس ستمبر کی صبح کو دشمن کے فضائی بیڑے کے ایک جہاز نے اس کمپنی پہ ... مشین گن سے گولیوں کی آگ بھی برسائی۔ مگر یہ بھی اِن جری جوانوں کے حوصلوں کو پست نہ کر سکی۔ اللہ کا فضل دیکھیئے کہ اس ہوائی حملے سے کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ فیلڈ ایمبولنس کی گاڑی پہ چند گولیاں گرانے میں کامیاب ہو گئے۔ جس پہ ریڈ کراس کا نشان بہت نمایاں تھا۔ انہی گولیوں میں سے ایک گولی کیپٹن افضال احمد کی خاکی ٹوپی میں لگی۔ جو اس کے ایک حصے کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ کیپٹن افضال احمد اسی کمپنی کے ساتھ میڈیکل افسر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

پانچ روز تک اس خطرناک پوزیشن میں رہ کر انہوں نے ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور کاری ضربیں لگا کر انہیں آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔ اس عرصہ میں ان کی اپنی زندگی سخت خطرہ میں رہی۔

واپسی کا پیغام ملتے ہی انہوں نے اپنی کمپنی کو پیچھے ہٹایا اور یہ کام بھی انہوں نے اس قابلیت سے سرانجام دیا۔ کہ دشمن اس کی کمپنی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔

اگر میجر رفیق احمد بہادرانہ اور ولولہ انگیز قیادت سے دشمن پہ پے در پے منہ توڑ وار نہ کرتے تو یقیناً اس محاذ کا دفاع سخت خطرے میں پڑ جاتا۔

میجر رفیق احمد کی شجاعت، بہادری اور ولولہ انگیز قیادت کی تحسین بھی ہوئی اور اس صلہ میں انہیں ستارۂ جرأت کا تمغہ بھی ملا۔ اور بعد میں انہیں ترقی دے کر لیفٹیننٹ کرنل بنا دیا گیا۔

معرکۂ ڈالی

آغاز

راجستھان کے محاذ کی سب سے اہم بڑی اور شالی لڑائی ڈالی کے مقام پر لڑی گئی۔

یہ کھوکھراپار سے تیس میل جنوب میں واقع ہے اور چھاچھرو، عمرکوٹ، اور گڈرا کو حیدرآباد سے ملاتا ہے۔ جہاں تک ڈالی قصبے کا تعلق ہے یہ تین پہاڑیوں کا مجموعہ ہے اور بیچ میں خال سا میدان۔ یہ اس علاقے کا سب سے بڑا قصبہ ہے یہاں میٹھے پانی کے کنویں بھی ہیں۔ اس کے باشندے زیادہ تر ٹھاکر ذات کے ہندو ہیں۔ یہ لوگ امیر اور تجارت پیشہ ہیں۔

"ڈویژن کمانڈر کا حکم"

فوجی اور غیر فوجی حالات سے معلوم ہوا کہ دشمن نے ڈالی کے مقام پر قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کا ارادہ ڈالی، عمرکوٹ اور چھاچھرو لائن سے پیش قدمی کر کے حیدرآباد پر قبضہ کرنے کا ہے۔

سندھ فورس کمانڈر بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر بذات خود اس علاقے کے نشیب فراز سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے خود موقع پر جا کر حملہ کا منصوبہ تیار کیا اور مونا باؤ۔ کھوکھرا پار کے فاتح لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی دالیس ہے، کو حکم دیا کہ وہ اس منصوبے کے مطابق دشمن کے ناپاک اور مکروہ عزائم کو خاک میں ملا دینے کے لئے اس پر فوراً چڑھائی کریں۔

پھر کیا تھا پنجاب کی یہ دلیر اور شیر دل بٹالین جو اشارے کی تاک میں بے چین رہتی تھی، ڈالی کی طرف روانگی کے لئے فوراً تیار ہو گئی۔ کمانڈنگ آفیسر نے منصوبے کو۔ آخری شکل دی اور اسی شام یعنی بیس ستمبر کو ڈالی کی طرف کوچ کر گئے۔ پہلا پڑاؤ کھیمے کے پار نامی مقام پر کیا گیا۔ جو کہ کھوکھرا پار سے چودہ میل جنوب کو واقع ہے رات کا کچھ حصہ عبادت میں اور باقی حصہ حملے کی تیاری میں صرف کیا گیا۔

حملہ!

اکیس ستمبر کو کمانڈنگ آفیسر نے کمپنی کمانڈر میجر بشارت احمد کو کنرو گاؤں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا تاکہ ڈالی پر حملہ کے وقت کوئی مدد کا دسے یا پریشانی نہ ہو۔

چار بجے تک بغیر کسی مزاحمت کے کنرو گاؤں پر قبضہ ہو گیا۔ بعد ازیں توپ خانے کے منہ ڈالی پر کھل گئے۔ دشمن پر قیامت کی سی آگ برسنے لگی۔

گولہ باری سے دشمن گاؤں سے بھاگ نکلا۔ اور گاؤں کے ارد گرد اونچی جگہوں پر پوزیشن لے کر اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ دریں اثنا فضائی بیڑے کے چند ہوائی جہاز بھی بری فوج کی مدد کو آ گئے۔ انہوں نے دشمن پر مشین گنوں اور راکٹوں سے اگ

آگ برسانی شروع کردی، جس کی وجہ سے کئی گاڑیاں آگ کی نذر ہو گئیں اور کئی ہندوستانی سورما جہنم تک پہنچا دیئے گئے۔

سورج تمام دن کا لمبا سفر طے کرنے کے بعد اپنا چہرہ ڈالی کی مغربی پہاڑیوں میں چھپا رہا تھا جب کہ اسلام کے متوالے جانبازوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، زمین ان کے پاؤں کے نیچے لرزنے لگی۔ اور یہ گولیوں کی بوچھاڑ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے بلند چوٹیوں کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ اس سے ہندوستانی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور اس سے نہ صرف ان کی ترتیب ٹوٹی بلکہ اللہ اکبر کے نعروں نے کافروں کو ایسا اندھا کیا کہ وہ جس سمت منہ کئے ہوئے تھے اسی سمت میں بھاگنے شروع ہو گئے۔ رات بھر ہماری توپیں گرجتی رہیں۔

میدانِ جنگ کا منظر

صبح سویرے جب دیکھا گیا تو تمام میدانِ کارزار دھول دھوئیں اور دشمن کی لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ ہر طرف سے گریہ وزاری اور زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دور دور تک بکھرے ہوئے اعضا، مونگ پھلی کے چھلکے سگریٹ کی ڈبیاں۔ پاجامے۔ بوٹ۔ آدھی کھائی ہوئی چپاتیاں محبوباؤں کے خطوط۔ شراب کی بوتلیں اور شراب کی پیٹیاں۔ امریکہ کے گولہ بارود کے بکس۔ جن پر دوستی کا ہاتھ آگے بڑھائیے۔ چھپا ہوا تھا۔

بدبو اور تعفن سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ بے چارے ہندو۔ جاٹوں اور مرہٹوں کی لاشوں پر گدھ منڈلا رہے تھے۔ جگہ جگہ سے پانی اور

روٹی کی آوازیں آرہی تھیں۔

کئی آگ سے جھلسی ہوئی گاڑیاں اپنے مالکوں کی بے وفائی پر آنسو بہا رہی تھیں۔ جو انہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔

تین ہندوستانی ٹینک جن کی توپوں کے رخ پاکستانی افواج کی جانب تھے۔ بالکل درست حالت میں پائے گئے۔ اس کے ساتھ کئی تشکیلی مال ٹرک اور جیپیں بھی تھیں۔ اگر بھگوڑوں میں ذراسی بھی ہمت ہوتی۔ اور استقلال کی معمولی سی رمق بھی ہوتی تو اپنی توپوں کا منہ پیچھے کرتے ہوئے پاکستانی افواج کی طرف کھول سکتے تھے۔ لیکن ہندوستانی فوج میں اتنی جرأت اور ہمت کہاں تھی۔ پاکستانی فوج بغیر کوئی آڑ یا پوزیشن لئے برابر پیچھا کرتی رہی اور ہندوستانی سر پر پاؤں رکھ کر تیز بھاگتے رہے۔ اس سے صرف یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہندوستانی سپاہی دل و جان سے لڑائی میں شامل نہ تھا۔ اور ایک مرتبہ بھی اس کے ذہن میں یہ خیال نہیں آنے پایا تھا کہ وہ کسی بلند مقصد یا کسی اعلیٰ نصب العین کے لئے جنگ کر رہا ہے۔

مکمل قبضہ

بعد میں پتہ چلا کہ دشمن کی چند ٹولیاں ابھی تک بعض جگہوں پر قابض ہیں۔ ان پر توپ خانے کے گولے برسائے گئے۔ گیارہ بجے کمپنی کمانڈروں نے مشین گنوں کو بند کرنے کا حکم دیدیا۔ اور میجر محمد تاج نے

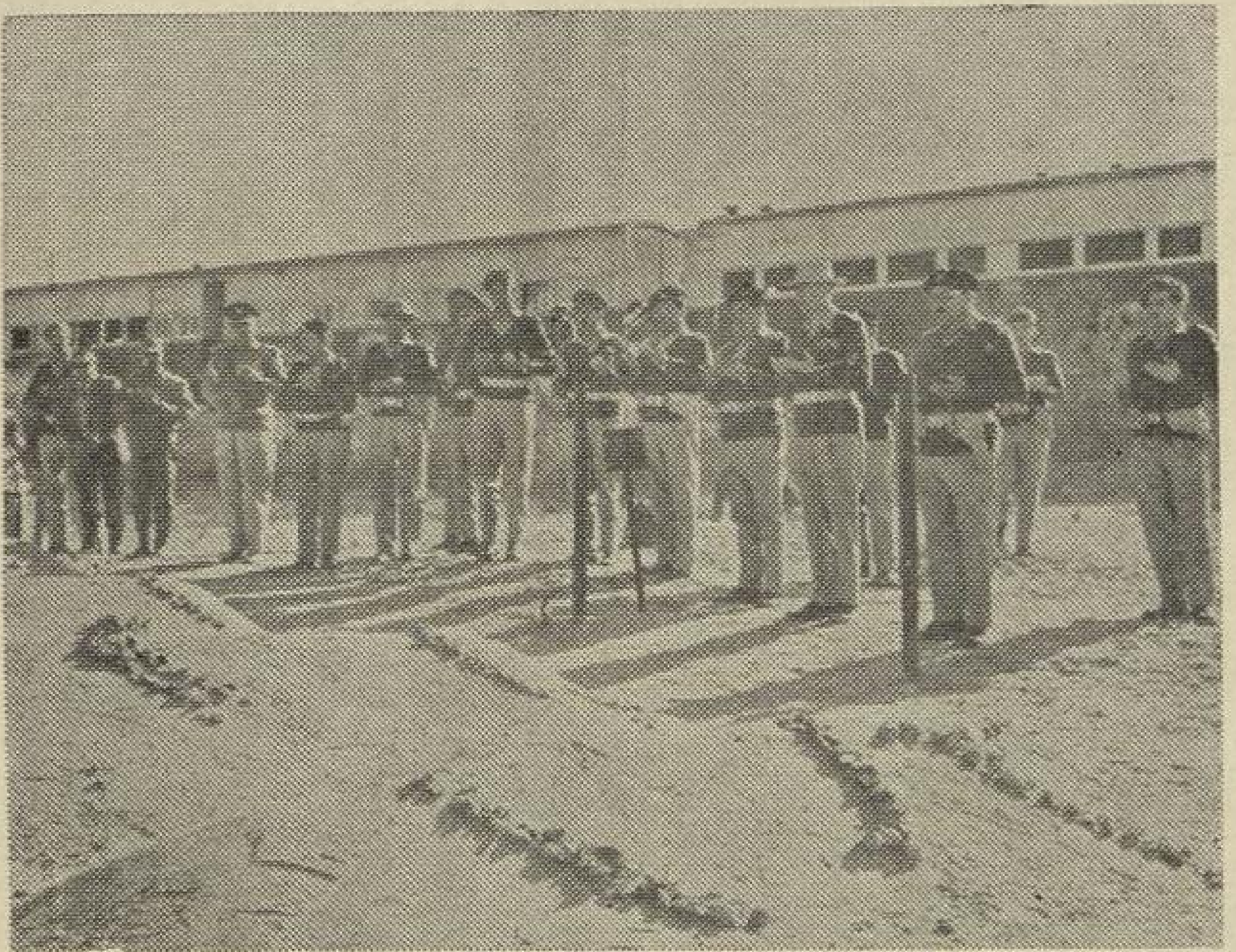
دشمن کو   للکارا کہ وہ اپنی جگہوں سے نکل کر قید ہو جائیں۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ کمپنی کمانڈر نے دو منٹ کے لئے پھر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ اور پھر دشمن کو للکارا۔ اور مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کئے۔
"تمہارے لئے یہ آخری موقع ہے کہ ہتھیار ڈال دو ورنہ سب کو کچل دیا جائے گا۔"

اس حکم پر ایک آفیسر کنکریٹ کے مضبوط مورچے سے سہما ہوا باہر نکل آیا۔

یہ افسر بائیس مرہٹہ پلٹن کے کیپٹن ہوشیار سنگھ تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی باقی افسر اور جوان بھی ہاتھ اوپر کئے ہوئے بُری حالت میں باہر نکل آئے۔ جو پہاڑ مورچوں میں ابھی تک چھپے بیٹھے تھے۔ ان کی تلاش کی گئی اور انہیں بھی قید کر لیا گیا۔

اس معرکہ میں نو افسر بھی قید ہوئے تھے۔ مگر بدقسمتی سے دو افسر زخموں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ سندھ افواج کے میڈیکل افسر کیپٹن خورشید نے ان دونوں زخمیوں کی فوراً مرہم پٹی کی۔ ایک تو فوراً ہی مر گیا۔ مگر دوسرا آفیسر جو کہ عیسائی تھا۔ فوری طبی امداد دینے کے بعد بٹالین ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا گیا۔ جہاں ڈاکٹر کی جدوجہد کے باوجود یہ افسر بھی چل بسا۔ یہاں پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہمارے جوانوں نے زخمیوں کا پورا پورا خیال کیا۔ اور انہیں ہر قسم کی طبی امداد موقع پر دی۔

پاکستانی افواج نے انتقامی حملے کے بچاؤ کے لئے اونچے ٹیلوں پر



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی شہدائے راجستھان کیلئے
دعائے مغفرت مانگ رہے ہیں۔ حیدر آباد ڈویژن
کے کمشنر بائیں سے تیسرے نمبر پر کھڑے ہیں۔



بھارتی قبضہ شدہ تین ٹینک جو ڈالی کے مقام پر
ہندوستانی صحیح حالت میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مورچے قائم کر لئے۔ شام ڈھلنے پر سورج کی آخری کرنوں نے ڈالی پر سگنل دیا کہ :-

یہ فتح اُنہی کی تھی جو اس کے حقدار تھے۔

"مثالی معرکہ"

مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر پاکستان کی لڑائی سب سے بڑی اور مثالی لڑائی تصور کی جاتی ہے۔ اس لڑائی میں سب سے زیادہ ہندوستانی جوان قید ہوئے۔ اور بہت سے مارے گئے

ا - قیدی

آفیسر ۹ دو بعد میں زخموں کی تاب نہ لا کر مر گئے

جے سی او ۱۲

جوان ۱۶۱

سینکڑوں ہندوستانی سپاہی افسر اور جے سی او مارے گئے تھے جو آدمی بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔ وہ بھی بری حالت میں تھے اور ان میں لڑنے کی صلاحیت بالکل نہیں رہی تھی۔ ڈالی کی اس دو دن کی جنگ میں بھارتی فوج کی دو خاص رجمنٹوں۔ سترہ مدراس اور پانچ مرہٹہ کا پاکستانی جوانوں نے بالکل صفایا کر دیا۔ اس کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ بعد میں جو لڑائی ہوئی اس میں ان دونوں یونٹوں کا ایک سپاہی بھی نظر نہیں آیا۔ ان کے پکڑے ہوئے قیدیوں نے تصدیق کی

ب سامان

اس معرکہ میں سب سے زیادہ جنگی ساز و سامان لشکر سندھ کے ہاتھ لگا۔

نمبر ۱۔ تین انچ دہانے والی مارٹر گن	چار عدد
نمبر ۲۔ دو انچ " "	پانچ عدد
نمبر ۳۔ تیس براؤننگ مشین گن	چار عدد
نمبر ۴۔ جی۔ ایم۔ برین	سترہ عدد
نمبر ۵۔ رائفل نمبر ۳۔ ۳۰۳	ایک سو ستائیس
نمبر ۶۔ سٹین ۹ ایم ایم	اٹھہتر عدد
نمبر ۷۔ ویکرز گن	پانچ عدد
نمبر ۸۔ پسٹل	دو عدد
نمبر ۹۔ پسٹل ۹ ایم ایم	تین عدد
نمبر ۱۰۔ ریکائلرلیس رائفل ۱۰۶ (آر۔ آر)	دو عدد

وائرلیس اور اس کا سامان

نمبر ۱۔ وائرلیس سیٹ نمبر ۳۱	پانچ عدد
نمبر ۲۔ " " نمبر ۸۸	بائیس عدد
نمبر ۳۔ " " نمبر ۶۲	پانچ عدد

اس کے علاوہ کئی میل لمبی ٹیلیفون کی تار اور وائرلیس سیٹ کا دوسرا سامان



اخباری نمائندے بھارت سے چھینا ہوا اسلحہ
دیکھ رہے ہیں



بھارتی فوجیوں کا چھوڑا ہوا اسلحہ اور ساز و سامان

ج ۔ گاڑیاں ۔

اس معرکہ کے مالِ غنیمت میں ستائیس (۲۷) گاڑیاں سندھ فوج کے ہاتھ لگیں ۔

د ۔ کمپاس پانچ عدد اور دوربین دو عدد ۔ اس کے علاوہ راشن کپڑے اور بہت سا فوجی سامان ۔ تین عدد ٹینک صحیح اور چلتی حالت میں ہاتھ آ گئے ۔

ان ٹینکوں کی لاگ بک سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں ٹینک ہندوستانی کے آرمرڈ سکول اله آباد کے تھرڈ انڈی پینڈنٹ آرمرڈ سکارڈورن سے وابستہ تھے ۔ یہ تقسیم ہند سے پہلے پرائن ہاؤس کا حصہ تھے ۔ اور حیدر آباد دکن میں مقیم ہوا کرتے تھے ۔ تقسیم ہند کے بعد پرائن ہاؤس پاکستان کے حصے میں آ گئی ۔ اور ہندوستانی حصہ کے ٹینک آرڈیننس ڈپو کھڑکی میں جمع کرا دیئے ۔

بعد میں یہی ٹینک اله آباد سکول میں مقیم تھرڈ انڈی پینڈنٹ سکارڈورن کو ملے ۔ ایک ٹینک پر جنرل حاجی افتخار کے دستخط بھی موجود تھے ۔ جو انہوں نے سکارڈرن آفیسر کی حیثیت میں جنگ کے دوران ٹینک کی لاگ بک پر کئے تھے ۔

یہ تینوں ٹینک برطانوی ساختہ سٹوارٹ قسم کے ہیں ۔

لڑائی کے اختتام پر لفٹیننٹ کرنل ممتاز علی (ایس جے) نے ایک بار مسکراتے ہوئے کہا کہ ہم نے ہیڈ کوارٹر سے چند ٹینک مانگے ۔ مگر ہیڈ کوارٹر نے ان کی ضرورت شمالی محاذوں پر بتاتے ہوئے انکار کر دیا ۔

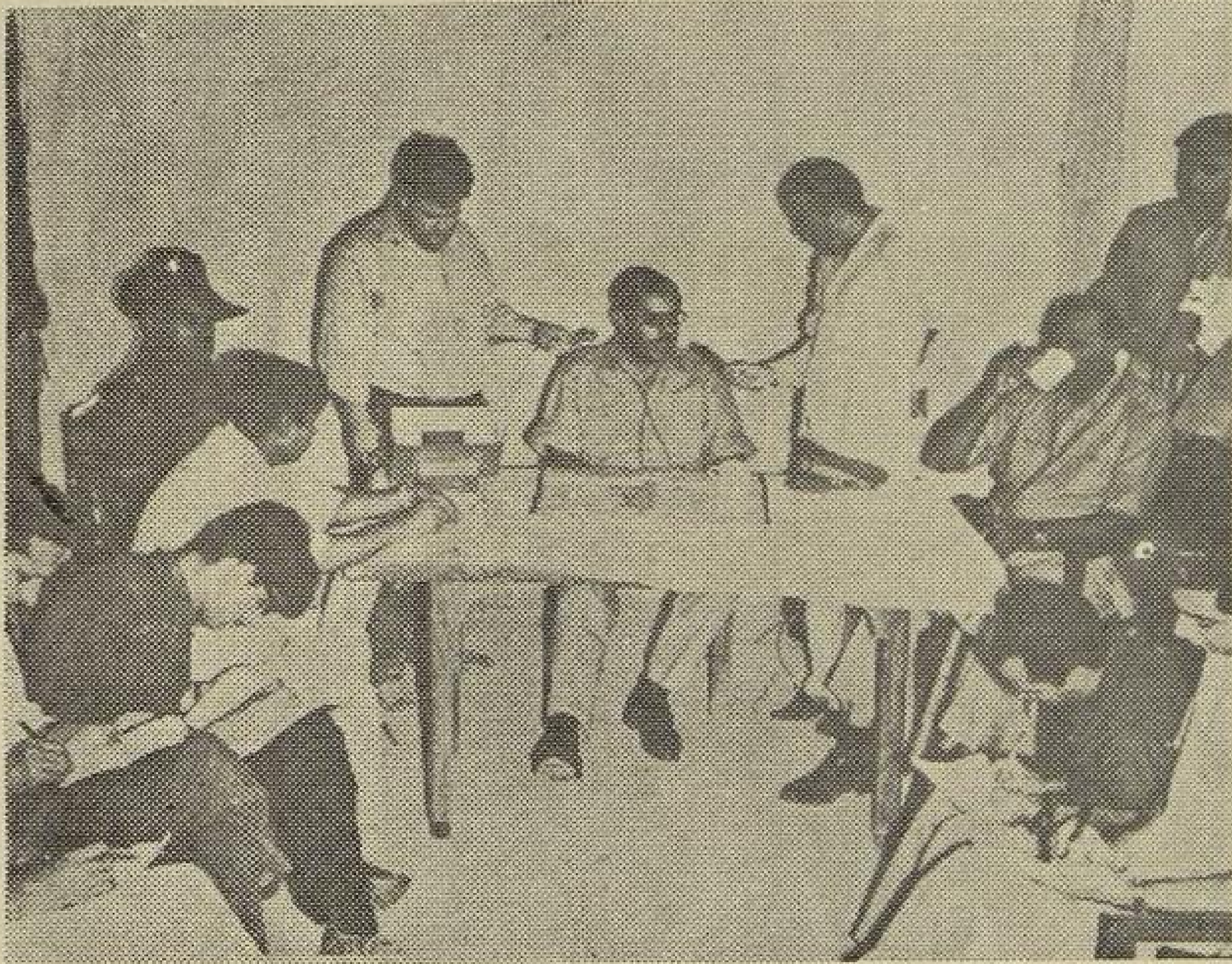
"کرنل صاحب نے فرمایا" مجھے بڑی حسرت تھی کہ ہیڈکوارٹر سے انکار کے بعد دشمن کے چند ٹینکوں پر قبضہ کرکے اپنی ضرورت کو پورا کرلوں۔ خوش قسمتی سے دشمن نے ڈالی کی لڑائی میں چند ٹینک بھی جھونک دیئے۔ اور اس طرح سے ہمیں اپنی حسرت پوری کرنے کا موقع دے دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ لڑائی کے فوراً بعد میں نے ہیڈکوارٹر کو کہا کہ اگر ٹینک نہیں دے سکتے تو کم از کم ٹینکوں کا عملہ تو بھیجدیں۔

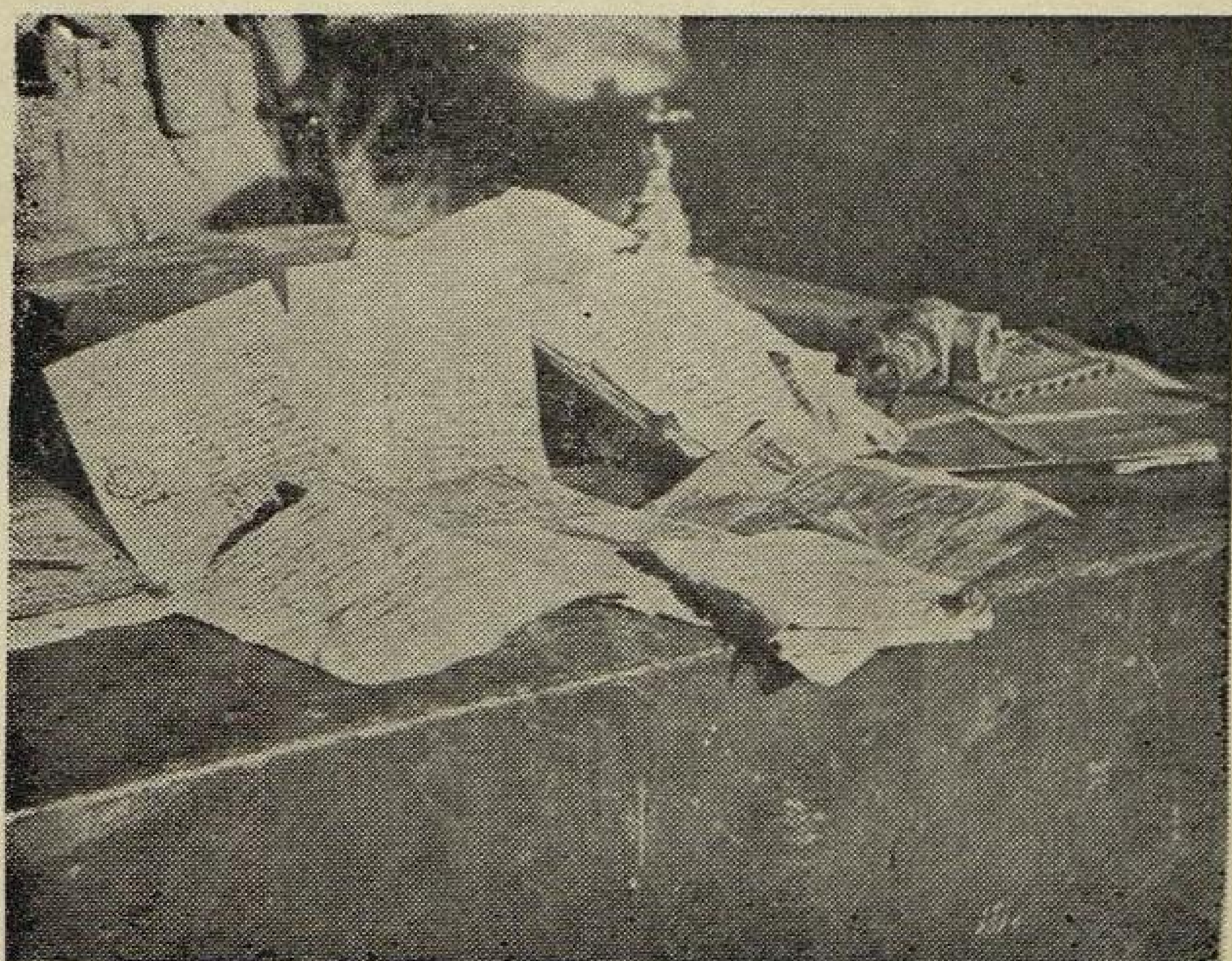
انہی ٹینکوں کو بعد میں کھنڑوں کا کلاؤ نامی مقام پہ دشمن کے جوابی حملے کے برخلاف استعمال کیا گیا۔ ان ٹینکوں کی وجہ سے دشمن کا بہت بھاری نقصان ہوا۔

میرے خیال میں شاید یہ اپنے بیوفا مالکوں سے بدلہ لینے کے لئے تلے ہوئے تھے۔ جو انہیں ڈالی کے مقام پہ چھوڑکر بھاگ گئے تھے۔

۵ - چھاچھرو، عمرکوٹ، ڈالی گڈرو جو فوجی نوعیت کی اہم شاہراہ تھیں۔ اس پہ پاکستانی افواج کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ اور اس طرح بھارت کا حیدرآباد پر قبضہ کا خواب کانچ کی چوڑیوں کی طرح پاش پاش ہوگیا۔ اس مقام پہ میٹھے پانی کے کئی کنوئیں ہیں۔ پانی کے اہم ذرائع پر اس مقام پہ پاکستانی لشکر کا قبضہ ہو گیا۔ اور اس طرح سے پانی کی فراہمی کا سخت مسئلہ حل ہوگیا۔ جوانوں کو پینے کے علاوہ نہانے کے لئے بھی پانی میسر ہو سکتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں دشمن پانی جیسی ضروری چیز سے ہاتھ دھو بیٹھا جس کا اثر جوانوں پر بہت برا پڑا۔



سندھ فورس کمانڈر اخباری نمائندوں کو ایک
انٹرویو دے رہے ہیں



ہندوستانی افواج اپنی ضروری دستاویزات چھوڑ کر
بھاگ گئیں

کاغذی دستاویزات

اس معرکہ میں بہت اہم کاغذی دستاویزات پاکستانیوں کے ہاتھ آئیں۔ جن میں ضروری ڈائریاں جو کہ افسروں سے متعلق تھیں۔ خطوط اور سرکاری کاغذات تھے۔ جن کی بدولت ہندوستانیوں کے جنگی منصوبوں اور ارادوں کا مکمل علم ہو گیا۔ انہی کاغذات میں دشمن کا بریگیڈ اپریشن آرڈر بھی ملا۔ اس میں حیدر آباد اور کراچی پر قبضہ کی سکیم بھی تھی۔ اس آرڈر کے مطابق ہندوستانیوں کا حیدر آباد اور کراچی پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بھی تھا۔ کہ فوجی کاروائیاں اور دباؤ کا اظہار کھوکھرو پار کی طرف سے کیا جائے گا۔ مگر حقیقتاً پیش قدمی ڈالی چھاچھرو۔ عمر کوٹ کی طرف سے کی جائے گی۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ ان علاقوں کے پاکستانی ہندو ان کی ہر طرح کی امداد کریں گے۔ دوسرے پاکستانی فوج کا پہنچنا مشکل ہو گا۔ اس طرح بغیر کسی کڑی مزاحمت کے حیدر آباد پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ حیدر آباد پر پاؤں جمانے کے بعد اگلا نمبر کراچی کے قبضہ کا ہو گا۔

اس پشت پناہی منصوبے کو مدنظر رکھتے ہوئے بھارت کا ناپاک ارادہ یہ تھا کہ پاکستان کو صفحہ ہستی سے معدوم کر دیا جائے گا۔ مگر دشمن کے تمام خواب ادھورے کے ادھورے رہ گئے۔ ان کا منصوبہ اپنی افواج کی بہادری۔ قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے تھا۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستانی افواج بھی ان کی طرح بزدلی کا مظاہرہ کرتی ہوئی پیچھے کی طرف بھاگتی ہوئی

نظر آئے گی۔ مگر ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ جب ان کی ٹکر پاکستانی جانبازوں سے ہوئی۔

اس معرکہ نے ہندو کمانڈروں پر یہ بات عیاں کر دی کہ پاکستانی افواج کتنی چابکدستی اور برق رفتاری سے اپنے لچکدار منصوبوں کی بدولت مختلف صورتوں اور حالات پر قابو پا سکتی ہے۔

رہا پاکستانی ہندوؤں اور ٹھاکروں کی مدد کرنا۔

ہندوستانیوں کا خیال تھا کہ یہاں کی اقلیتوں کا حال بھی ہندوستان کی طرح ہوگا۔ جہاں پر زبان قوم فرقہ اور بھوک کی وجہ سے پھوٹ پڑی ہوئی ہے مگر یہاں پر اقلیتوں کی وفاداری ہندوستان کے منہ پر ملت پاکستان کی تنظیم اور وحدت کا ایک طمانچہ تھا۔ پاکستانی ہندوؤں نے بجائے ہندوستانی حملہ آوروں کی مدد کے ان کے خلاف ایک سنگین عظیم چٹان بن گئے۔ اور انہوں نے دفاعی سرگرمی میں بہت جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ اور دفاعی فنڈ میں بڑھ چڑھ کر چندے بھی دیئے۔

سندھ میں آخر ہندوؤں کو کیا پڑی تھی کہ وہ اپنی اس محبوب حکومت کے خلاف دشمن کا ساتھ دیتے۔ جس نے سب سے زیادہ فیصد ووٹ، صدر اور مسلم لیگ کے نامزد امیدواروں کو دے کر کامیاب بنایا۔ اس طرح ہندوستانی لیڈروں پر یہ بات عیاں کر دی کہ پاکستانی ہندو اقلیت بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ لڑائی میں برابر کے شریک رہے

ڈائریاں

ایک ڈائری پانچ مرہٹہ رجمنٹ کے کمانڈنگ آفیسر کرنل رتن سنگھ کی تھی۔ اس ڈائری میں انہوں نے فوج کی مکمل تنظیم درج کی ہوئی تھی۔ ایک جگہ پر آفیسر کی خصوصیات پر ایک نوٹ بھی لکھا ہوا تھا۔ حیرانگی کی بات جو انہوں نے ڈائری کے شروع میں موٹے موٹے الفاظ میں لکھی تھی وہ مندرجہ ذیل تھی۔

One must not take note in the dairy because it can be lost

اس کے خدشات کتنے صحیح تھے۔ وہی ڈائری پاکستانیوں کے ہاتھ لگی۔ یہ ڈائری اسی بہادر کمانڈنگ آفیسر کی تھی۔ جو اپنے ساتھیوں اور ماتحتوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر اس بہانے سے پیچھے بھاگ گئے تھے کہ وہ جوانوں کے لئے راشن وغیرہ کا بندوبست کرنے جا رہے ہیں۔ ایک اور ڈائری بھی ملی۔ جو کہ سترہ مدراس کے کمانڈنگ آفیسر پال جیندرا کی ملکیت تھی۔ یہ کرنل صاحب اپنی جیپ اور ڈرائیور کو پیچھے چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر جیب میں اپنے چمڑے کا تھیلا چھوڑ گئے۔ اس تھیلے سے ان کا ڈرائیونگ لائسنس۔ ڈائری۔ ذاتی فائل۔ بنک چیک بک اور دو کتابیں ملیں۔ اس ڈائری میں چند فوجی نوعیت کی باتیں درج تھیں۔ اس کے علاوہ کرنل صاحب نے اپنے گھریلو معاملات اور مالی پریشانیوں کا ذکر بھی کیا ہوا تھا۔

سگنل آفیسر کو گولی سے مار دیا

ایک اور ڈائری جو کہ ایک آفیسر کی تھی۔ اس میں ظلم و تشدد کی ایک دردناک داستان پڑھنے میں آئی۔ ڈائری میں ایک ہندوستانی آفیسر کو گولی سے اڑانے کا ذکر تھا۔ اس آفیسر کا قصور صرف یہ تھا کہ یہ مسلمان تھا۔ اس پر یہ الزام تراشا گیا تھا کہ اس نے پاکستانیوں سے سازباز رکھ کر ہندوستانی شیر دل سورما جو پے در پے ذلت آمیز شکستیں کھانے کے بعد اپنی شرم ساری۔ بزدلی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے بیچارے مظلوم مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو اپنی بزدلی کا نشانہ بناتے ہیں۔ ڈالی کے مقام پر اتنی زیادہ فائلیں اور کاغذات ہاتھ لگے۔ کہ انہیں تین بڑی گاڑیوں میں لاد کر ہیڈ کوارٹر بھیجا گیا۔ جس سے فوجی نوعیت کی بہت اہم معلومات ملیں

ہندوستانی قیدی

اس محرکے میں سات آفیسر اور بارہ جے سی اوز اور ایک سو اکسٹھ جوان قید ہوئے۔ ان کے بیانات اور کرتوتوں سے ہندوستانی فوج کے کمانڈروں اور جوانوں کے حوصلوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

صوبیدار گوبی ناتھ نیر جو کہ سنترہ مدراس سے تعلق رکھتے تھے۔ قید ہونے کے بعد کہنے لگے بھائی مسلمانو۔ پرماتما کی قسم اگر ایک دن اور گذر جاتا تو ہماری پلٹن خود بخود ہتھیار ڈال دیتی۔ کیونکہ آپ کی توپوں اور ہوائی جہازوں



میجر جنرل عابد حسین بلگرامی موناباؤ میں دوسرے
افسروں کے ساتھ



بھارتی قیدی

نے ہماری روٹی پانی کا ناقہ بند کر دیا تھا۔

لیفٹیننٹ سرندر وکرم سنگھ۔ جو کہ پانچ مرہٹہ بٹالین کے ایجوٹینٹ تھے جب یہ پکڑے گئے۔ تو اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا کہ "خدا کے لئے"۔ بھولے خدا کے واسطے مجھے قتل نہ کرو۔ اس نے پنجاب پلٹن کے واسطے بھی دیئے۔ اس نے روتے ہوئے کہا کہ میرا باپ بھی ایک پنجاب رجمنٹ میں جے بس داد رہ چکا ہے۔ ہمارے جانباز نوجوانوں نے اسے دلاسہ دیا۔ اور اسے ٹھنڈا ٹھنڈا شربت بھی پلایا گیا۔

سترہ مدراس کے حوالدار میجر لال چند نے تو کمال کر دیا۔ نہ جانے کہاں چھپا ہوا تھا۔ سخت تنگ ہو کر چھپی ہوئی جگہ سے باہر نکل کر ایک پاکستانی افواج کے حوالدار کے پاس آیا۔ اور اپنے ہاتھ اوپر کھڑے کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "استاد جی ہینڈز اپ"

اور اس طرح اپنے آپ کو خود پاکستانیوں کے حوالے کر دیا۔ سپاہی انند پٹیل جو پانچ مرہٹہ پلٹن کے ایک سپاہی تھے۔ ہاتھ جوڑتے ہوئے اللہ کے واسطے دیتے اور رحم کی بھیک مانگی۔ اور کہنے لگے۔

ہم تو فوج میں نہیں آنا چاہتے تھے۔ مگر کیا کریں آٹا دانہ نہیں ملتا۔ اس لئے فوج میں بھرتی ہوئے۔ بیکاری، مہنگائی اور خوراک کی کمی نے ہماری کمر توڑ دی ہے۔ اور مزید کہنے لگا کہ جب کبھی اپنے گشتی دستوں کے ساتھ کھوج لگانے آپ کے ٹھکانوں کے قریب پہنچتے تو حلوہ پلاؤ پکتا ہوا نظر آتا اور ہم خوشبو سونگھ کر ترس جاتے۔ اس نے چھولے سے سونگھنے چنے۔ اور

سڑے ہوئے بسکٹ کے ڈبے دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کھا کر جی رہے ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ پانی بہت کم ملتا ہے۔"

سپاہی انند پال پٹیل جو کہ پانچ مرہٹہ بٹالین میں سپاہی تھے پوچھا گیا کہ تم لوگ بھاگتے وقت بجائے پیچھے کے دائیں بائیں کیوں بھاگتے ہو۔ اس بات پر اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔

کیا کریں آگے سے آپ گولیاں برساتے ہیں۔ جب جان بچانے کے لئے پیچھے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ہمارے افسر صاحبان جو کہ محفوظ جگہوں پر چھپے ہوتے ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنی گولیوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں دائیں بائیں نہ دوڑیں تو ہم گاجر مولی کی طرح کٹ جائیں۔ اس نے مزید بتایا کہ آخر ہم لڑیں بھی تو کیوں۔ ہمارے آفیسر ہم سے بہت پیچھے رہتے ہیں۔ اس نے اپنے کمانڈر کا ذکر کیا۔ کرنل صاحب حملے سے پہلے ہمارے ساتھ تھے۔ مگر جب حملہ شروع ہوا تو پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے میں تم لوگوں کے لئے پیچھے سے راشن۔ بارود اور سازو سامان کا انتظام کرنے جا رہا ہوں۔

ایک ہندو آفیسر کیپٹن سرش کمار ملک جو سترہ مدراس کا میڈیکل افسر تھا۔ اور سرگودھا کا رہنے والا تھا۔ جب اسے گرفتار کیا گیا تو اس نے گھبراتے ہوئے رحم کی بھیک مانگی۔ اور ساتھ ہی ساتھ سرگودھا شہر کے واسطے دیئے۔ سترہ مدراس کے نوعمر اور چھوٹے آفیسر سیکنڈ لیفٹیننٹ رام کرشن سنگھ نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا کہ میں چھ بہنوں کا اکلوتا بھائی

ہوتا۔ مجھے تو اپنی بہنیں اور والدین فوج میں آنے بھی نہیں دیتے تھے۔ اس نے کہا کہ اگر میں مارا گیا تو میرا خاندان تباہ ہو جائے گا۔ میری موت کا سن کر سب پاگل ہو جائیں گے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں۔ اگر آپ لوگ مجھے چھوڑ دیں تو میں فوج میں ایک دن بھی نہیں رہوں گا۔ اور سیدھا گھر بھاگ جاؤں گا۔

توپ خانے کا حوالدار شیر زمان اپنے تین ساتھیوں غلام محمد۔ مجید۔ نیازی اور لانس نایک سلطان محمد کے ساتھ ٹیلی فون کی لائن نئی پوزیشن پر بچھا رہا تھا۔ راستے میں اس کو پہاڑیوں میں کچھ حرکت دکھائی دی۔ غور سے دیکھنے سے پتہ چلا کہ دشمن کے چار جوان سینہ تانے اور رائفلیں لوڈ کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حوالدار شیر زمان نے انہیں للکارا۔ جس پر چاروں ہندوستانی سورما ہاتھ اوپر کر کے کھڑے ہونے میں کچھ سستی کرنے لگے۔ مگر حوالدار نے انہیں دوبارہ ہاتھ اوپر کر کے باہر آنے کو کہا۔ ان کے حوصلے پست ہو جانے پر ہاتھ اوپر کھڑے کر کے باہر آ گئے ان کے پاس رائفلیں لوڈ تھیں۔ ایک کے پاس سٹین گن تھی۔ مگر ان بہادروں نے لڑنے کی کوئی ہمت ہی نہ کی۔ ان کے چہرے اتر چکے تھے۔ بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ انہوں نے روتے ہوئے کہا کہ ہم کئی دنوں سے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ ہمیں خدا کے لئے کچھ کھانے کو دو۔ ہمیں آپ سے ڈر لگتا ہے۔ ورنہ ہم خود ہی آپ کے پاس آ جاتے۔ مسلمان سپاہیوں کی روایت کے مطابق ہمارے ان جیالوں نے چھاگلوں سے انہیں پانی پلایا۔ اور لانس نایک سلطان نے اپنے راشن کے سگریٹ بھی ان کو پینے کے لئے دیئے۔ اور واپسی پر لنگر سے گرم گرم پھلکے بھی کھلوائے۔

ڈالی کے محاذ پر جو آفیسر قیدی بنائے گئے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر۱ - کیپٹن سریش کمار ملک ۵ مرہٹہ

نمبر۲ - لیفٹیننٹ سر ندر وکرم سنگھ (راجپوت) ایڈجوٹنٹ ۵ مرہٹہ

نمبر۳ - لیفٹیننٹ ایم وی سنگھ (راجپوت) سترہ مدراس

نمبر۴ - کیپٹن ہوشیار سنگھ (راجپوت) سترہ مدراس

نمبر۵ - لیفٹیننٹ اوپل سترہ مدراس

نمبر۶ - لیفٹیننٹ وی، وی، ورن، سترہ مدراس ٹبالین

نمبر۷ - سیکنڈ لیفٹیننٹ رام بچن سنگھ (راجپوت) سترہ مدراس

ان تمام قیدیوں کو پانی پلایا گیا۔ لنگر سے گرم گرم پھلکے کھلوائے گئے۔ آخر مسلمان سپاہی کے لئے یہ بات لازمی ہے کہ وہ جنگی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور خاص کر بے چارے ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ۔ کیونکہ یہ تو اپنے لیڈروں اور افسروں کے ستائے اور روندے ہوئے زبردستی لڑائی میں جھونکے گئے تھے۔

کامیابی کی وجوہات

پلاٹون کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی (ایس جے) نے فقید المثال شجاعت بہادری اعلیٰ قیادت اور فوجی ڈرل اور تنظیم کے گروں پر عمل کرکے فوجی چالوں کو کامیاب بنایا۔ یہ خود ہر ایکشن میں اگلے مورچوں میں جوانوں کے دوش بدوش رہے۔ اور وہاں سے حالات کے مطابق منصوبوں میں رد عمل کرتے رہے۔ لڑائی میں متاثر کرنے والی چیز لڑائی کے دوران مختلف ایکشنوں



مدراس رجمنٹ کے سپاہ اپنی وردیاں تک چھوڑ کر
بھاگ گئے



قبضہ شدہ ہندوستانی گاڑیاں اور پاکستانی جوان

میں کمال کا ربط تھا۔ اور ہر عمل گھڑی کے پرزوں کی سی ہموار روانی سے چلتا تھا۔

کرنل نے اپنی بٹالین اتنی خاموشی کے ساتھ اور فوجی اعتبار سے ایسے ماہرانہ انداز میں لڑائی کے قریب پہنچائی کہ دشمن کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی اور ہندوستانی بدستور اپنے عیش و عشرت میں مصروف رہے۔ وہ تو بالکل بوکھلا گئے۔ جب ان پر آگ کی طرح گولے برسنے لگے۔

توپ خانے کے کمانڈر میجر منظور احمد نے گولے باری کا منصوبہ اتنی مہارت سے تیار کیا کہ دشمن کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس کے علاوہ توپ خانے اور مارٹروں کے ابزرور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر گولیوں کی بوچھاڑ میں دشمن کے بالکل قریب گئے۔ اور وہاں سے اپنے گولے ایسے صحیح نشانوں پر گرائے کہ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستانی فوج کو صحرا کی نرم اور ڈھلوان ریت سے گزرنا انتہائی کٹھن اور دشوار تھا۔ بعض جگہوں پر گاڑیاں دھنس بھی جاتی تھیں۔ بعض ٹیلوں پر گاڑیاں چڑھ بھی نہ سکتی تھیں۔ مگر پاکستانی افواج نے جس بلند حوصلگی کا ثبوت دیا۔ اس کے سامنے یہ دشواریاں منہ تکنے لگیں۔ پاکستانی فوج کی نقل و حرکت اور رسل و رسائل کے انتظامات ایسے لوگوں کے سر پر تھے جو اچھی کارکردگی اور عمدہ صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کی وجہ سے فوج کو ضروریات زندگی اور ایمونیشن وغیرہ بروقت اور صحیح جگہ پر ملتا رہا۔

اس معرکے کو کامیاب بنانے میں پاکستانی فضائیہ نے ایک جاندار اور

شاندار کردار ادا کیا۔ فضائیہ کے جانبازوں نے دشمن کی سپلائی لائن۔ گولہ بارود کے ذخیروں اور بھارتی فوج کو تباہ کرنے کے لئے ان پر بار بار حملے کر کے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

فتح کا ایک اہم راز جونیئر لیڈروں کی بے مثال قیادت، کردار اور تمام افسروں اور جوانوں کی جرأت مندانہ اقدامات پر تھا۔ اگر حقیقت پوچھی جائے تو انہوں نے بہادری۔ شجاعت اور قربانی کی ایک مثال قائم کر دی۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستانی افواج نے کثیر تعداد میں ہتھیار اور بارود، حاصل کر کے اس لحاظ سے پاکستانی افواج پر برتری حاصل کی ہوئی تھی۔ مگر حوصلہ۔ شجاعت، اپنے موقف کی سچائی ایسی چیزیں ہیں جو وہ کہیں سے مانگ نہیں سکتے تھے۔ ان کے مقابلے میں اسلام کے فرزند گولیوں کو روئی کے گولے سمجھ کر اپنی منزل کی طرف آگے بڑھتے گئے۔

اس لڑائی میں لوگوں نے جنگ جوئی کے خوب جوہر دکھائے اور ان کی بہادری کی تحسین بھی ہوئی۔

مندرجہ ذیل افسران کو تمغے ملے۔

نمبر ۱۔ لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی ۔ ستارۂ جرأت

نمبر ۲۔ میجر بشارت احمد سلطان ۔ ستارۂ جرأت

نمبر ۳۔ لیفٹیننٹ کرنل رفیق احمد ۔ ستارۂ جرأت

بالآخر میں یہ کہوں گا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہوا کہ پاکستانی افواج نے دشمن کو شکست فاش دی۔ جو تعداد میں ہم سے تگنی تھی۔ جس کے پاس ہم سے

کئی گنا زیادہ اسلحہ ، بارود اور ٹینک تھے ۔ اور سب سے بڑی اللہ تعالیٰ کی مہربانی یہ رہی کہ اس معرکہ میں صرف ایک جوان نے جام شہادت نوش کیا ۔ یہ شکست ہندوستانی فوج میں ہمیشہ کے لئے یاد رہے گی ۔ کیونکہ اس نے سترہ مدراس اور پانچ مرہٹہ بٹالین کا صفحہ ہستی سے صفایا کر دیا ۔

ڈوگرائی آج بھارت کے نشہ طاقت اور غرور کثرت کی تباہی و بربادی اور برہمن ذہنیت کے دیو استبداد کی عبرت آموز شکست کی تماشہ گاہ بنا ہوا ہے ۔ اور بے تجہیز و تکفین کراہ رہا ہے ۔ اس پر کوئی آہ و زاری کرنے والا بھی نہیں ۔ اس معرکہ پر میجر منظور احمد نے ایک نظم بھی لکھی ۔

جلینڈر پر حملہ

مختلف ذرائع سے سندھ افواج کو اطلاع ملی کہ جلینڈر سٹیشن کے علاقے میں دشمن کی گن پوزیشن ہے ۔ جو کسی وقت بھی اپنی افواج کے لئے باعث خطرہ ہو سکتی ہے ۔ جلینڈر مونا باؤ سے مشرق کی طرف ہندوستانی علاقے میں تقریباً سات میل اندر واقع ہے ۔ اور کھوکھرا پار سے جودھپور جانے والی ریلوے لائن پر ایک اہم ریلوے سٹیشن ہے ۔

سندھ افواج کے کمانڈر نے ہندوستانی گنوں کو جو اس علاقہ میں تعینات تھیں اکھیڑ کر برباد کرنے کا حکم دے دیا ۔ اس کٹھن کام کے لئے کرنل مصطفیٰ مجوعہ کی مجاہد پلٹن کی ایک کمپنی کو منتخب کیا گیا ۔ اس کمپنی کے کمپنی کمانڈر میجر عاقل داد تھے ۔ سولہ ستمبر کو مختلف معلومات حاصل کی گئیں ۔ ان پر غور کیا گیا ۔ اور پھر منصوبے کو

آخری شکل دیدی گئی ۔ سولہ اور سترہ ستمبر کی درمیانی رات کو یہ کمپنی اپنی مہم پر چل پڑی دشمن کی گنوں کی کھوج کی گئی ، مگر مایوسی کے سوا اور کچھ نہ دکھائی دیا۔ البتہ واپسی پر اس علاقے میں اس کمپنی کو دشمن کی ایک چھوٹی سی ٹولی کی حرکت دکھائی دی ۔ کمپنی کمانڈر نے خالی ہاتھ گھر جانا مناسب نہ سمجھا ۔ یہ کمپنی اس ٹولی پر ٹوٹ پڑی اور سب کو جہنم میں پہنچا دیا ۔

انتقامی حملہ

کمپنی واپس کے لئے چلنے ہی والی تھی کہ دشمن نے پوری بٹالین کی نفری اس کمپنی کے برخلاف لڑائی میں جھونک دی ۔ پھر کیا تھا ۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی ۔ کربلا کا سا سماں تھا ۔ ایک سنسناتی ہوئی گولی میجر عاقل داد کے بازو کو چیرتی ہوئی نکل گئی ۔ خون بہہ رہا تھا ۔ مگر اس بہادر کمپنی کمانڈر نے بالکل ہمت نہ ہاری ۔ اور میدان میں ڈٹے رہے ۔ اور برابر اپنے جوانوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے ۔

توپ خانے کے آبزرور کیپٹن محمد صالح نے بھی کمال مہارت اور دلیری سے دشمن کا سر توپوں کی گولہ باری سے نیچا رکھا ۔ اور جہاں سے بھی دشمن کی مشین گن آگ برساتی ۔ یہ اسے توپوں کے گولوں سے خاموش کر دیتے ۔

کیپٹن محمد صالح کے گنگنل حوالدار محمد اسلم نے تو ذاتی بہادری اور شجاعت کی ایک زندہ مثال قائم کر دکا ۔ یہ اکیلے ہی دشمن کی صفوں میں گھس گئے ۔ چھ ہندوستانی جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کے ہتھیار بھی چھین لئے دشمن پاکستانی

جوانوں کی بہادری اور مستحکم ثابت دیکھ کر لوکھلا گئے اور انہوں نے اسی میں مصلحت دیکھی کر پسپا ہو جائے۔

اس وقت میجر عاقل داد جن حالت زخم کی وجہ سے بہت بری تھی۔ انہوں نے کمال مہارت سے اپنی کمپنی کو دشمن کے نرغے سے باہر نکال دیا۔ اور اپنی پوزیشن پہ کمپنی کو پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

بہادری۔ شجاعت اور اعلیٰ کارکردگی کے سلسلے میں میجر عاقل داد کو ستارۂ جرأت اور توپ خانے کے حوالدار محمد اسلم کو "تمغۂ جرأت" کا اعزاز ملا۔

شمال کی طرف پیش قدمی

مونا باؤ میں ذلت آمیز پسپائی کے بعد ہندوستانی فوج کے حوصلے بہت ہی پست ہو گئے اور انہوں نے ہر مقام پر بجائے لڑنے کے اپنی جان کو عزیز سمجھتے ہوئے بھاگنے میں ہی فلاحیت چاہی۔ ہندوستانیوں کی اس ذہنیت کا علم جلد ہی سندھ فورسز کمانڈر کو ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے فرنٹیئر فورس پلٹن کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل جنجوعہ کو شمال میں ہندوستانی علاقے پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔

اس پلٹن کی ایک کمپنی نے رو ہڑی چوکی پر ہلّہ بول دیا۔ روہڑی چوکی مونا باؤ سے شمال کی طرف چودہ میل ہندوستانی علاقے کے اندر واقع ہے۔ یہ حملہ بارہ ستمبر کو کیا گیا۔ اور اسی دن اس مقام پر مکمل قبضہ ہو گیا۔

سترہ ستمبر کو اسی پلٹن کی ایک کمپنی نے پینچلا پہ حملہ کر دیا۔ پینچلا مونا باؤ سے شمال کی طرف پینتالیس میل کے فاصلے پر ہندوستانی علاقے میں واقع ہے۔ یہاں کے رہنے والے

اکثر مسلمان ہیں۔ سندھ افواج کو معلوم ہوا کہ ہندوستانی افواج اس مقام پر مضبوطی سے قابض ہے۔ اور اپنی مسلمان جنتا کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے تنگ کر رہے ہیں اکثر مسلمانوں پر جاسوسی کا غلط اور جھوٹا الزام لگا کر انہیں سخت اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ مسلمان لڑکیوں کو اغوا کر کے ان سے انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے۔
یہاں کی سفید مسجد جو کہ گاؤں کے اندر واقع ہے اس کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔
سندھ فورس کمانڈر ایسی خبریں سن کر آرام سے کب بیٹھنے والے تھے فوراً حملے کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور اس چوکی پر سترہ ستمبر کو حملہ بول دیا۔

یہاں کی مقیم فوج جو کہ مضبوط کنکریٹ کے مورچوں میں دفاعی پوزیشن لئے ہوئے تھی نے پاکستانیوں کا مقابلہ کیا۔ مگر پاکستانیوں کی بہادری، شجاعت اور جذبہ ایمان کے سامنے وہ زیادہ دیر تک نہ ٹک سکے۔ اور جلد ہی ان کے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے۔ اور ہندوستانی علاقے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس طرح سے اس حصار پر بھی قبضہ ہو گیا۔ جس کی مضبوطی پر ہندوستانیوں کو بڑا گھمنڈ اور امیدیں تھیں۔ اس معرکہ میں ہندوستانیوں کے گیارہ آدمی مارے گئے اور تینتیس آدمی قید کر لئے گئے۔

سترہ روز کے قلیل عرصہ میں سندھ فوج نے شمال میں درجنوں چوکیاں فتح کر لیں اس کٹھن کام میں رینجر اور مجاہدوں نے اپنی بہادر افواج کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔ فتح کے بعد رینجروں اور مجاہدوں کو مفتوحہ علاقے کی دیکھ بھال کے لئے تعینات کیا گیا۔

مجاہدوں اور رینجروں کے کارنامے

جب پاکستان کے فوجی جوان مونا باؤ پر قبضہ کر چکے، تو مونا باؤ سے روہڑی کی طرف رینجرز اور مجاہد اپنی پوزیشن سنبھالے بیٹھے تھے۔ اور ان کے ذمہ یہی کام تھا کہ وہ اپنی پوزیشن کو مستحکم رکھیں تاکہ جنوب میں ہٹتے ہوئے بھارتی سپاہی شمال میں نہ آگھسیں۔ رینجر اور مجاہدوں نے یہ کام سو فیصدی سے زیادہ پورا کیا۔ وہ یوں جب اپنے فوجی بھائیوں کو دھڑا دھڑ غازی بنتے دیکھا۔ تو ان کا خون بھی کھولنے لگا۔ انہوں نے بھی اس سعادت میں شریک ہونے کی اجازت چاہی۔ جو تھوڑی سی پس وپیش کے بعد مل گئی۔ لیکن انہیں پھر یاد دلایا گیا کہ آپ کا کام پیشقدمی یا حملہ کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے دفاع کو مستحکم کرنا ہے۔ لیکن شمال میں چند مقامات ایسے تھے جن پر قبضہ کرنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ رینجرز اور مجاہدوں نے ان مقامات پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

رینجروں اور مجاہدوں کے لئے یہ عظیم الشان اور مضبوط حصار جس میں مجلیانہ، سندرا، بجالا، نیولا، داھو سر، بٹ، منتھرا وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جو حوصلہ شکن ثابت ہونے میں مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ مجاہد بے دھڑک میدان میں کود پڑتے۔ یہ قلعے جتنے مضبوط تھے قلعوں کے محافظوں کے دل اتنے ہی کمزور تھے۔

چنانچہ رینجروں اور مجاہدوں کے مٹھی بھر جوانوں نے یکے بعد دیگرے یہ چوکیاں خالی کرالیں۔ مجاہدوں کی کامیابی کا راز دشمن کی بزدلی کے علاوہ مجاہدوں کا جذبۂ ایمان اور بہتر جنگی صلاحیتیں تھیں۔ ان چوکیوں سے دشمن کے ایسے پاؤں اکھڑے کہ دشمن نے سو میل باڑمیر کے اندر ہی دم لیا۔

جنگ بندی

سلامتی کونسل کی قرارداد

سترہ ستمبر کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اوتھان نے سلامتی کونسل کی دفعہ ۴۰ کی رو سے دونوں ممالک کو جنگ بندی کا حکم دیا اور ساتھ ہی سلامتی کونسل کو مشورہ دیا کہ اگر اس حکم کو مانا نہ گیا تو دونوں ملکوں کی اقتصادی اور فوجی امداد فوری طور پہ بند کر دی جائے گی۔

اٹھارہ ستمبر کو بھارت کی طرف سے مسٹر چھاگلہ اور پاکستان کی طرف سے ایس۔ ایم ظفر نے سلامتی کونسل سے خطاب کیا۔

پاکستانی وفد کے قائد نے کونسل کو اس امر کی طرف توجہ دلائی۔ کہ برصغیر میں نہ تو اقتصادی یا فوجی امداد کی بندش کی دھمکیوں سے امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تعزیری قانون سے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس کا حل صرف یہ ہے کہ ان اسباب کو رفع کیا جائے جو اس کشیدگی کے ذمہ دار ہیں۔ اور یقینی طور پہ صرف کشمیر کا مسئلہ ایسا ہے جس کے منصفانہ حل ہی پہ برصغیر کے امن کا دارومدار ہے۔

اس کے مقابلے میں ہندوستانی وفد کے قائد مسٹر چھاگلہ نے حفاظتی کونسل کے پاؤں پر ناک رگڑ رگڑ کر کہ ہمیں اور ابھی" فائر بندی منظور کر لینے میں بڑی مستعدی ظاہر کی۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ہر محاذ پر بری طرح پٹ رہے تھے سلامتی کونسل کے اجلاس میں   کے نمائندے نے قرارداد پیش کی جسے کونسل نے منظور کر لیا۔

جس میں ہندوستان اور پاکستان سے ۲۲ ستمبر کو دوپہر تک جنگ بندی کی اپیل کی گئی۔ فوجوں کو پانچ اگست ۱۹۶۵ء والی پوزیشن پر لے جانے اور بعد ازیں دونوں ملکوں کے مابین متنازعہ مسائل کے حل کے لئے بات چیت کی ضمانت بھی دی گئی۔

پاکستانی وفد کے قائد نے پاکستان کا یہ موقف پھر دہرایا۔ کہ جب تک کشمیر میں رائے شماری کا واضح اعلان نہ کیا جائے۔ کسی اور متوقع تصادم کا خطرہ بہرحال باقی رہے گا۔

چونکہ یہ قرارداد غیر تسلی بخش تھی اور کشمیر کے بارے میں وضاحت نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے پاکستان کے وزیر خارجہ دوسرے دن بذات خود نیویارک گئے۔ اور ان کے مطالبہ پر سلامتی کونسل کا ایک فوری اجلاس بلایا گیا۔

پاکستانی مندوب نے نہایت مدلل انداز میں ایک تاریخی تقریر کی۔ جس کا اثر اقوام متحدہ کے نمائندوں پر گہرا پڑا۔ اور جس کی تعریف بی بی سی لندن نے بھی کی۔

انہوں نے اس تقریر میں زور دیا۔ کہ۔

"اگر کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کی ذمہ داری کو نہ نبھایا گیا، تو پاکستان ایک خاص مدت کے بعد اقوام متحدہ کی رکنیت سے علیحدہ ہو جائے گا"۔

انہوں نے سلامتی کونسل میں صدر ایوب کا پیغام پڑھ کر سنایا کہ :-

"پاکستان محض اس خاطر جنگ بندی کی قرار داد منظور کرتا ہے کہ اقوام متحدہ کو اب ایک بار اور موقعہ دیا جائے"۔

اس تقریر کے نتیجہ میں سلامتی کونسل نے بعض اہم نکات کی وضاحت کی۔ بھارت کے نمائندے نے یقین دلایا کہ :-

"وہ بیس (۲۰) ستمبر والی قرارداد مکمل طور پر منظور کرتا ہے اور کشمیر کے مستقبل کے بارے میں پاکستان سے بات چیت کے لئے تیار ہے"۔

بھارت جو غیر مشروط جنگ بندی کے لئے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔ عین آخری مرحلے پر سلامتی کونسل سے جنگ بندی کی میعاد میں بارہ گھنٹے کے اضافہ کی درخواست کی۔ اس درخواست میں بھی دھوکہ اور فریب کی جھلک تھی۔ وہ اس اضافہ کی آڑ میں ہر محاذ پر آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔ اس نے پوری طاقت سے اپنی تمام فوج لڑائی میں جھونک دی۔ مگر اسے شرمساری اور ذلت کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ اور اس طرح تئیس ۲۳ ستمبر کو صبح تین بجے جنگ بندی عمل میں آئی۔

ہندوستان نے اس حقیقت کو دنیا سے چھپا رکھا تھا کہ راجستھان کے بارہ سو ۱۲۰۰ مربع میل وسیع علاقوں پر پاکستان کا قبضہ ہوگیا ہے۔

اس لئے تمام سیکٹروں کی طرح راجستھان کے علاقے میں فائر بندی ایک پریشان کن مسئلہ بن گئی۔ کیونکہ جب بھی ہندوستانیوں کو موقع ملتا وہ اس کی خلاف ورزی کرنے سے باز نہ آتے۔ کیونکہ وہ اس تمام علاقے کو واپس لینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ جو وہ جنگ کے دوران گنوا بیٹھے تھے۔

مگر پاکستانیوں نے ان کے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیئے۔ پاکستانیوں کی توپیں اہم مقامات پر انہیں گھورتی رہتیں اور جب بھی ہندوستانی ایک انچ بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرتے پاکستان کے شیردل جوان ان پر آگ کے گولے برسا کر انہیں وہیں پر ڈھیر کر دیتے۔

اس محاذ پہ تو فائر بندی جنگ کا خاتمہ نہ تھی۔ بلکہ دراصل وہ لڑائی کا آغاز تھی۔ فائر بندی کے بعد بہت اہم لڑائیاں ہوئیں۔ جن کا ذکر تفصیلاً اگلے باب میں دیا ہوا ہے۔

بعد میں محاذ کی ڈائری دی گئی ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہندوستان اپنے قول اور وعدوں پر کہاں تک قائم رہا۔

جنگ بندی سے پہلے صدر کا قوم سے خطاب

صدر نے اپنی قوم سے فرمایا۔

میرے عزیز ہم وطنو! السلام علیکم۔

میں آپ سے ایک اہم موقعہ پر خطاب کر رہا ہوں۔ اس سے قبل ہم نے آج اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو آگاہ کر دیا ہے کہ سلامتی کونسل کی بیس ستمبر والی قرارداد ناکافی اور غیر تسلی بخش ہے۔ تاہم ہیں نے عالمی امن کے مفاد کی خاطر پاکستان کی مسلح افواج کو یہ احکام جاری کر دیئے ہیں۔ کہ وہ تئیس ۲۳ ستمبر کو تین بجے صبح سے فائرنگ بند کر دیں۔ اور اس وقت کے بعد جب تک کہ دشمن پہل نہ کرے۔ اس کی فوجوں پر گولی نہ چلائیں۔

ہندوستان کی حکومت نے بھی فائرنگ بند کر لینا منظور کر لی ہے۔ اور وہ بھی اپنی مسلح افواج کو اسی قسم کے احکامات جاری کر رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کل تین بجے سے فائرنگ بند ہو جائے گی۔ ہماری فوجیں فی الحال اپنے موجودہ جنگی ٹھکانوں پر ہی موجود رہیں گی۔ ہم نے سلامتی کونسل پر واضح کر دیا ہے کہ اقوام متحدہ پر انتہائی نازک ذمہ داری

عائد ہوتی ہے اور اب اس کی آزمائش کا وقت آ گیا ہے۔ اگر وہ اس علاقے کے لئے امن قائم کرنے کی خواہش مند ہے تو انہیں فوری طور پر مسئلہ کشمیر کا باعزت حل تلاش کرنا ہوگا۔ اگر وہ اس سلسلہ میں ناکام رہی تو اس برصغیر میں اس سے کہیں بڑی جنگ دوبارہ چھڑ جائیگی۔

اب ہماری جدوجہد کا دور شروع ہو رہا ہے۔ جس سے ہمارے مقصد کی سچائی کا اظہار ہوتا ہے۔ جب ہندوستان نے ہمارے خلاف جارحانہ جنگ کا آغاز کیا تو ہم نے اس کا چیلنج قبول کر لیا اور اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کے عوام اپنے ملک کا دفاع کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کے خلاف ہندوستان کی بزدلانہ اور اشتعال انگیز جارحیت کو اچانک واقعہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے پیچھے اٹھارہ سالہ واقعات کی تاریخ ہے۔ ہم نے ہندوستان سے بہتر تعلقات قائم کرنے کی جتنی کوششیں کیں اس نے ریاست جموں و کشمیر میں رائے شماری کرانے کے بین الاقوامی وعدوں کو پورا کرنے سے مسلسل انکار کر کے ان تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ اس نے پُرامن بات چیت کے تمام دروازے ایک ایک کر کے بند کر دیئے۔ حتیٰ کہ جموں و کشمیر کے عوام نے جو عرصہ دراز تک اس کے ظلم و تشدد کو برداشت کرتے رہے بالآخر کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ کشمیری عوام کو اپنی قسمت کا آپ فیصلہ کرنے کا پورا حق ہے اور دنیا کے تمام لوگوں نے ان کی حمایت کی جو اس حق پر یقین رکھتے ہیں۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں اس بات کا ہمیشہ سے علم تھا کہ ہندوستان

ہمارے ملک پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ ہندوستان کے یہ عزائم اس وقت بے نقاب ہو گئے جب رن کچھ کے تنازعہ پر سمجھوتہ ہو جانے کے باوجود اس نے ہماری سرحدوں سے فوجیں واپس بلانے سے انکار کر دیا اور خفیہ طور پر انہیں ایسی جگہوں پر جمع کرتا رہا جہاں سے آسانی کے ساتھ حملہ کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان نے کشمیر کی بغاوت کو جارحانہ کارروائی کے لئے محض بہانا بنایا۔ جس کے لئے عرصہ دراز سے تیاریاں کر رہا تھا۔ دشمن نے تمام اصولوں اور سمجھوتوں کو ٹھکرا کر پہلے جنگ بندی لائن کو عبور کیا۔ اور جب ہم نے بھمبر سیکٹر میں اس کے منصوبوں کو ناکام بنایا تو اس نے لاہور کے علاقہ میں پاکستان پر حملہ کر دیا۔ جنگ بندی کی تاریخ میں اس جارحیت کو انتہائی شرمناک حملہ کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ جو ایک ملک نے دوسرے خود مختار ملک پر کیا۔ دشمن کا منصوبہ یہ تھا کہ ایک ہی بھرپور وار کر کے لاہور پر قبضہ کر لیا جائے اور اس کے بعد سیالکوٹ کی طرف سے ایک بڑا حملہ کر کے گوجرانوالہ اور وزیرآباد تک پورے علاقے کو کاٹ دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے پاکستان کی حفاظت فرمائی۔

پشاور سے لے کر چاٹگام تک پوری قوم فرد واحد کی طرح دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور ہماری بہادر فوجوں نے زبردست بہادری اور پختہ عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ایسی فوج کو مار بھگایا۔ جو ہر لحاظ سے ہم سے بڑی تھی۔ جب دشمن کو لاہور کے محاذ سے پسپا ہونا پڑا تو اس نے سیالکوٹ کی طرف تیزی سے حملہ کرنے کی تیاری کی اور یہی وہ محاذ ہے۔ جہاں دشمن نے حملہ

کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔

اس محاذ پر صرف ایک ہی دن میں تاریخ کی سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں دیگر جنگی آلات کے علاوہ چھ سو ٹینکوں نے حصہ لیا۔ دشمن کی تعداد ہماری فوج سے بہت زیادہ تھی۔ نیز ہمیں اور بھی کئی مشکلات درپیش تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری فوجوں کو ایسی طاقت بخشی کہ انہوں نے نہ صرف دشمن کو مار بھگایا بلکہ اس کی بکتر بند اور پیدل فوجوں کو تباہ کن ضربیں لگائیں۔

ہماری بہادر فضائیہ نسبتاً چھوٹی ہونے کے باوجود اپنے سے چھ گنا بڑے دشمن پر مسلسل چھائی رہی۔ اس نے دشمن پر زبردست وار کر کے اس کی فضائیہ کی جنگی طاقت کا بہت بڑا حصہ تباہ کر دیا۔ اس نے دشمن کی سرزمین کے اندر گھس کر جنگ کی اور پہل قدمی کا کوئی موقع اس کے ہاتھ نہ آنے دیا۔ ہماری فوج فضا پر مکمل چھائی رہی اور اس نے ہر محاذ پر اپنی میدانی فوجوں کی پوری پوری مدد کی پاک فضائیہ کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے، جو ہم سب کے لیے باعث افتخار ہوں گے پاکستانی زخ نکلا ہے اس سلسلے میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے عوام اور بہادر افواج کے اس کارنامہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ پاکستان کی لڑاکا فوجوں نے اللہ تعالیٰ اور اپنے اعلیٰ نصب العین پر مکمل بھروسے، نیز اپنی ناقابلِ تسخیر بہادری اور اعلیٰ کارکردگی سے اسلامی تاریخ میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا ہے جسے انہوں نے اپنے خون سے لکھا ہے ہم نے ہندوستان کی فوجی طاقت کے طلسم کو پاش پاش کر دیا ہے۔ ساری

دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہم نے ایک جائز مقصد کی خاطر ایک ایسے دشمن کے خلاف جنگ لڑی ہے۔ جس کے سامراجی اور جارحانہ عزائم اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہے ہم نے ایک قوم کو اس کا حق خود ارادیت دلانے کے لئے جنگ کی ہے اور اب ساری دنیا پر ہماری جدوجہد کی جائز اور اخلاقی بنیاد روشن ہو چکی ہے ہم نے فائرنگ اس لئے بند کی ہے۔ کہ دنیا پر ثابت کر دیا جائے کہ ہم امن کے راستے پر چلنے کا عزم رکھتے ہیں۔ سلامتی کونسل میں شریک بڑی طاقتوں نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ انہیں مسئلہ کشمیر کی سنگینی اور اسے جلد حل کرنے کی ضرورت کا پورا احساس ہے مجھے امید ہے کہ بڑی طاقتیں مسئلہ کشمیر کا باعزت تصفیہ کرانے کے لئے اپنی یقین دہانیوں کو فوری طور پر عملی جامہ پہنائیں گی اور اس سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کریں گے اس جدوجہد میں ہمیں ان تمام لوگوں کی حمایت حاصل رہی ہے جو امن اور آزادی پر یقین رکھتے ہیں۔

چین کی حکومت نے جس آمادگی اور فراخ دلی کے ساتھ ہمیں قابل قدر اخلاقی مدد دی ہے اس کی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں تازہ رہے گی ہمارے انڈونیشیا بھائیوں نے ہماری جدوجہد اور موقف کی مکمل طور پر حمایت کی پاکستان کے تمام لوگ تہہ دل سے ان کے ممنون ہیں اس کے علاوہ ایران، ترکی، سعودی عرب، اردن، شام اور دنیا کے مختلف حصوں کے لوگوں نے بھی ہمارے موقف کی حمایت کی ہے پاکستان کے عوام ان سب کے شکر گذار ہیں اپنی تقریر ختم کرنے سے بیشتر میں لاہور اور

سیالکوٹ کے بہادر عوام کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں انہوں نے مشکلات کا بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے ان کے عزم اور حوصلے میں ایک لمحہ کے لئے بھی کمزوری واقع نہیں ہوئی، چاٹگام سے لے کر پشاور تک پوری قوم کو اپنے لاہور اور سیالکوٹ کے شہریوں پر فخر ہے۔

میرے عزیز ہموطنو۔

ہمیں اپنے اتحاد اور عزم کو پوری طرح برقرار رکھنا چاہیئے ہمیں یہ بات ایک لمحہ کے لئے بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ ہماری جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے ہر شخص کو تیار اور چوکس رہنا چاہیئے۔ میرے اوپر جو ذمہ داریاں عائد ہیں ان کے پیش نظر مجھے صرف ملک کے مفاد کو سامنے رکھ کر فیصلے کرنے ہیں میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی دعا کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مجھے آپ کی مکمل تائید حاصل رہے گی مجھے آپ کے جذبات کا پوری طرح احساس ہے لیکن ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس سے ہماری قوم کا اتحاد اور نظم وضبط میں کوئی رخنہ واقع ہو جس کا آپ نے دنیا بھر کے سامنے شاندار نمونہ پیش کیا ہے دنیا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہماری منزل گو اس وقت دور معلوم ہوتی ہے مگر یقین جانیئے پہلے سے کہیں زیادہ نزدیک آگئی ہے۔

معرکۂ سندرا

ستائیس ستمبر کی صبح کو چاندنی سے بھرپور رات شروع ہو چکی تھی اس وقت ہندوستان کے بزدل لیفٹیننٹ کرنل وی۔ ایم بینار اپنے سپاہیوں کو پاکستانی علاقوں میں چوروں کی طرح گھسنے کے لئے آخری احکامات دے چکے تھے۔

ہندوستانی درندے دبے پاؤں پاکستانی چوکی سندرا کی طرف آرہے تھے کسی نے ان کے پاؤں کی چاپ بھی نہ سنی چوروں کی چاپ پر کون۔۔۔ کان دھرتا ہے چاندنی میں ڈوبی ہوئی رات کے سائے تلے سندرا کے محافظ بے خبر تھے ان مجاہدوں نے تو سنا تھا کہ سپاہی کی شان بہت بڑی اور اونچی ہوتی ہے وہ زبان کے دھنی اور وعدوں کے پکے ہوتے ہیں جان دے دیتے ہیں مگر اقرار اور عہد نامے کی خلاف ورزی نہیں کرتے

سندرا کے محافظوں کو کچھ پتہ نہ تھا بس چاند سب کچھ بہت حیران ہو کر دیکھ رہا تھا کہ سپاہیوں کا ایک لشکر معاہدوں اور اقراروں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چوری کرنے چلا جا رہا ہے کون جانے کہ اس رات مارے شرم کے چاند بھی جلد ہی ڈوب گیا

دفعتاً سکوت ٹوٹا، فضا گولوں کی آواز سے گونج اٹھی چاروں طرف سے آگ برسنی شروع ہو گئی خواب سحر میں مدہوش محافظوں نے کروٹ بدلی۔ اور اللہ

کا نام سیکر آنے والوں کے استقبال کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

سندرا کی چوکی لکھو کھرو پار سے پچاس میل شمال کی طرف بھارت کی سرحد کے اندر ایک اونچے ریت کے ٹیلے پر واقع ہے یہاں کی آبادی ہندوؤں کی تھی۔

جنگ کے ایام ہی میں اس پر ہماری سندھ فوج نے قبضہ جما لیا تھا عہد نامے کی رو سے تاشقند ی ہوئی اسی اعتماد پر وہاں کوئی پاکستانی فوج نہیں رکھی گئی تھی بلکہ رینجرز کی صرف دو پلاٹون اور مجاہدوں کا ایک دستہ چوکی کی حفاظت کے لئے تعینات کیا گیا ان مجاہدین کے پاس صرف عام چھوٹی شکل کے ہتھیار موجود تھے یعنی برین گن، رائفل اور دستی بم وغیرہ انہیں ٹینکوں، مارٹروں اور توپ خانے کی مدد بھی حاصل نہ تھی۔ بزدل دشمن نے رات کی ظلمت اور مکاری کا سہارا لیا۔ دشمن نے صبح چھ بجے دو طرفہ مغرب اور مشرق کی طرف سے حملہ شروع کر دیا۔ اس حملے کی سرکردگی چار مرہٹہ بٹالین کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل وی۔ ایم بھاٹیہ ذاتی طور پر کر رہے تھے۔ سندرا پر متعین شدہ مجاہدوں اور رینجرز نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دشمن نے کثیر تعداد ٹینکوں اور توپ خانے کی پشت پناہی سے سندرا پر قبضہ کر لیا۔

اس لڑائی میں سات مجاہدین اسلام کو شہادت کا رتبہ ملا۔

سندرا پر جوابی حملہ

حملے کی اطلاع فوراً ہی سندھ فورس کے کمانڈر کو پہنچ گئی۔ یو۔ این او کے مبصروں کو بھی مطلع کیا گیا۔ مگر ہندوستانی سامراجیوں نے امن کی ایک بات بھی نہ سنی۔

اس کا شدید ردعمل ہوا۔ کمانڈر نے فرنٹیئر فورس کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل مصطفےٰ جنجوعہ کو سندرا واپس کرنے کے احکام صادر کر دیئے گئے۔

حملے کے لئے میجر لقمان کی کمپنی کو چنا گیا۔ جس کی امداد کے لئے رینجر کی ایک کمپنی اور ٹینکوں کا ایک ٹروپ بھی دے دیا گیا۔

مختلف ذرائع سے دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں علاقے کو بغور دیکھا گیا۔ نقشے پھیلائے گئے اور حملے کا منصوبہ تیار کر لیا گیا۔

میجر لقمان نے ستائیس ستمبر کو صبح کے وقت اپنے اوگروپ کو موقع پر حملہ کرنے کے مکمل آرڈر دے دیئے

پاکستانی افواج نے اپنی آنے کی اطلاع پونے چار بجے شام مارٹروں کے فائر سے کی دونوں طرف سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے پاکستانی جوان آندھی اور طوفان کی طرح اپنے ٹھکانوں کی طرف بڑھتے گئے

ٹینکوں نے دشمن کے ٹھکانوں پر آگ برسانی شروع کر دی

اور اپنی مارٹروں نے دشمن کے عقب سے آنے والی گولہ باری کو ختم کر دیا مارٹر کے گولوں، ٹینکوں کے فائر اور پاکستانی افواج کے پیدل جوانوں کے عزم اور شجاعت نے دشمن کو تہہ بالا کر دیا، پہاڑیوں پر موجود دشمن بھی وہ گھبراہٹ کی حالت میں مجبیار کی طرف بھاگنے لگے دشمن کے جو جوان بی ایچ مدان میں مقیم تھے وہ بھی سب کچھ چھوڑ کر جان بچانے کی خاطر بھاگ نکلے، اسی دوران ٹینک کے کمانڈر نائب صوبیدار ایاز نے سندرا گاؤں پر گولے برسانے شروع کر دئیے آگ کے گولوں سے گاؤں کی جھونپڑیوں کو آگ لگنی شروع ہو گئی گاؤں کے اندر چھپا ہوا دشمن گھبرا گیا۔

اس گاؤں میں پلٹن کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل وی ایم یشارا بھی موجود تھے .... کرنل نے بانس کے ڈنڈے کے ساتھ سفید تولیہ لٹکا کر صلح کے لئے درخواست کی گاؤں میں چھپی ہوئی تمام نفری کو رسالے کے نائب صوبیدار ایاز نے قید کر لیا اور ان کو کمپنی کمانڈر میجر لقمان کے حوالے کر دیا پہاڑوں سے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا گیا اس طرح بھارتی درندوں کو چھپنے سے پہلے ہی دبوچ لیا گیا

زخم خوردہ سپاہیوں میں سے جنہوں نے مزاحمت کی تھی انہیں ناپاک ارادوں کا.... مزا چکھایا گیا اور جنہوں نے اپنی جان عزیز سمجھتے ہوئے، مدافعت سے نکلتے ہوئے گرفتار کیا ان کی جانیں بخش دی گئیں بلکہ قید ہونے کی صورت میں ضروری آرائش بھی مہیا کی گئی۔

اس معرکہ میں بزدلی اور بہادری کی چند واردات‌یں دیکھنے میں آئیں سندھ کمانڈر کے حوالدار شریف جب دشمن کا تعاقب کر رہا تھا تو اُسے گاؤں سے مشرق کی طرف دو تین سو گز آگے ایک جھاڑی میں کوئی چیز حرکت کرتی ہوئی دکھائی دی۔

حوالدار شریف نے اس چیز پر گولی چلا دی۔ گولی کی آواز سنتے ہی ایک نوعمر بڑا سہما ہوا باہر آگیا اُس نے روتے ہوئے کہا:

"میں چار مرہٹہ بٹالین میں ریگروٹ آفیسر ہوں میرا نام سیکنڈ لیفٹیننٹ ایس ٹی کلکرنی ہے حوالدار صاحب خدا کے لئے مجھے چھوڑ دیں۔ مجھے قتل نہ کریں میں ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میں غلطی سے فوج میں بھرتی ہو گیا ہوں کمال کی بات یہ تھی اس آفیسر کے پاس سٹین گن گولیوں سے بھری ہوئی میگزین بھی موجود تھیں مگر افسوس کے اس گن کے پیچھے آدمی بزدل تھا۔ یہ سیکنڈ لیفٹیننٹ کمانڈنگ آفیسر کا آئی اد تھا ادھر قیدیوں کا انچارج لیفٹیننٹ پرویز بنا دیا گیا جو کہ اس پلٹن کا میڈیکل آفیسر تھا اس جوان سال افسر نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور مسلمانوں کی روایت کے مطابق قیدیوں سے اچھا سلوک کیا۔

چار مرہٹہ بٹالین کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل لنبیاد جو اس کی قید میں تھے روتے ہوئے بولے خدا کے لئے مجھے قتل نہ کرنا اور نہ ہی میرے ساتھ ظلم کرنا اس نے کہا کہ میں خون کے دباؤ کا مریض ہوں میری بیوی نفسیاتی بیماری کی مریض ہیں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں

وہ سب میری موت کا سن کر مر جائیں گے ان قیدیوں کے ڈر کا علم بھی جلد ہی ہو گیا۔

فوج کا دستہ جو دشمن کے تعاقب میں نکلا تھا اسے راستے میں ایک بڑا گڑھا نظر آیا اس میں ان چھ مجاہدوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں دشمن نے چند دن پہلے قید کر لیا تھا۔ ایک قیدی کی زبانی پتہ چلا کہ کرنل لمبیار کے حکم سے چھ پاکستانیوں کو جو قیدی تھے بھوکا اور پیاسا رکھا گیا اور بعد ازیں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس گڑھے میں پھینکوا دیا گیا اسی راستے پر ایک اور پاکستانی قیدی جمال بھی زخمی حالت میں نظر آیا۔ اس کا پیاس اور بھوک سے برا حال تھا اس کو کوئی طبی امداد بھی نہیں دی گئی تھی اس زخمی مجاہد کو اپنے علاقے میں لا کر فوری طبی امداد دی گئی مگر پچھلے دو دنوں سے اس کی حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ وہ اس دنیا سے چل بسا۔

یہ سب کچھ چار مرہٹہ بٹالین کے افسروں کے حکم سے ہوا تھا اس لئے یہ سب آفسر اور خاص کر کرنل لمبیار بہت ہی زیادہ گھبرائے ہوئے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ان کے ساتھ بھی سلوک کیا جائے گا جو انہوں نے دو دن پہلے پاکستانیوں سے کیا تھا۔

اس لڑائی میں مندرجہ ذیل آفیسر اور جے۔ سی اور قید کئے گئے

نمبر ۱ لیفٹیننٹ کرنل لمبیار ۔ دہی وی کے لمبیار

نمبر ۲ ۔ کیپٹن کے ایل کمپنی کمانڈر

نمبر۳۔ سیکنڈ لفٹیننٹ کلکرنی اُئی اد

نمبر۴۔ سیکنڈ لیفٹیننٹ ایم کے دلشن لکھ

نمبر۵ سیکنڈ لیفٹیننٹ ایم ایس

نمبر۶ صوبیدار ستوپان ادھارے

نمبر۷ صوبیدار شکر یادر

اس کے علاوہ اٹھارہ جوان قید کرلئے گئے اس لڑائی میں کئی آدمی مارے گئے جنہیں موقعہ پر ہی دفن کردیا گیا

اس معرکہ میں بہادری کا ایک اور واقعہ نظر میں آیا حوالدار اسمعیل شاہ مشین گن کے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے شہید ہوئے اس بہادر جوان نے مرتے دم تک دشمن پر گولیوں کی بوچھاڑ جاری رکھی

اس معرکہ میں دشمن کا مندرجہ ذیل سامان ہاتھ آیا۔

نمبر۱۔ برین گن : گیارہ عدد

نمبر۲۔ سٹین گن : نو عدد

نمبر۳۔ رائفل 303 : بائیس عدد

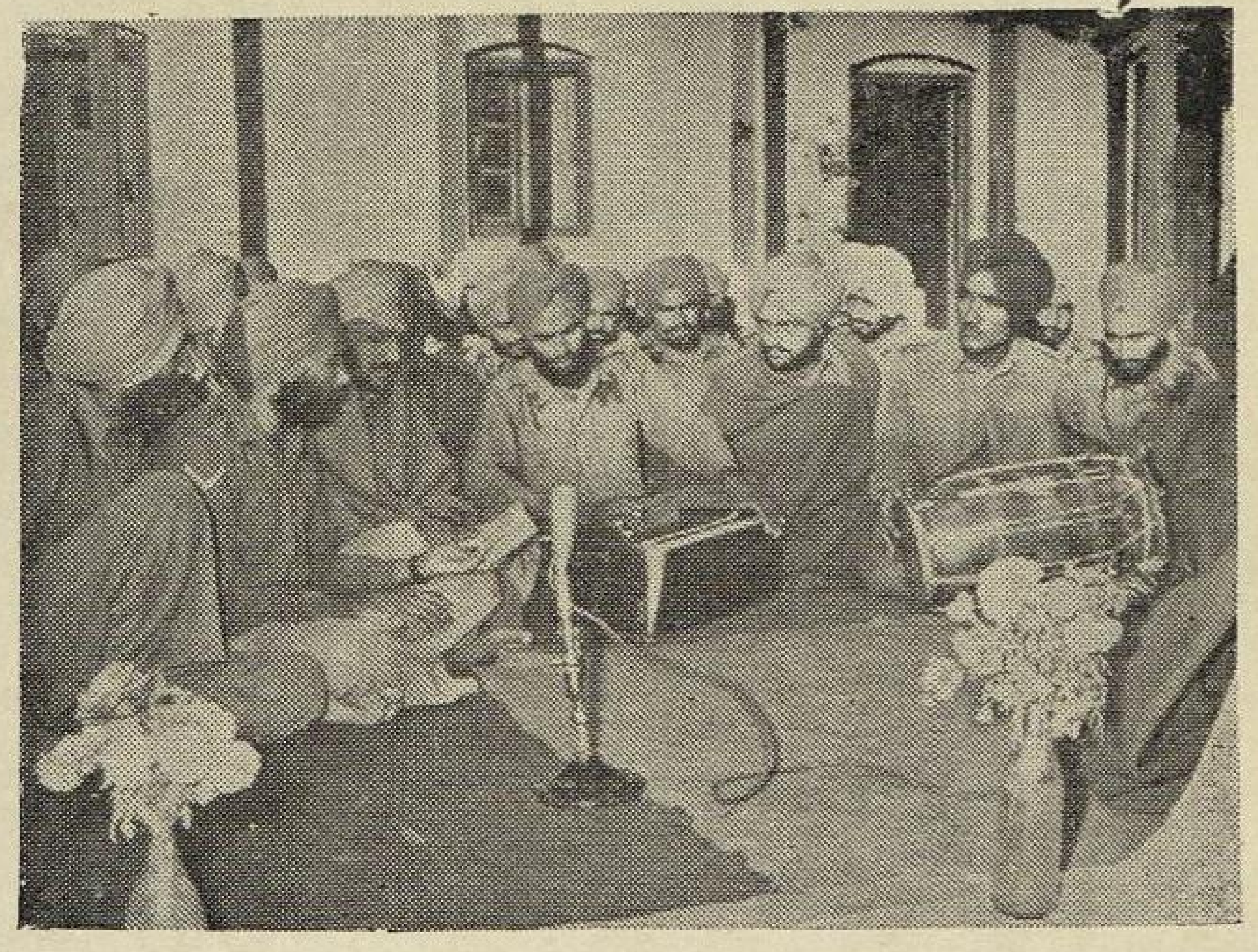
نمبر۴۔ ریکائلس رائفل 106 (آر آر) دو عدد

اس کے علاوہ دو انچ دہانے والی مارٹر دو گنیں بھی ہاتھ لگیں علاوہ ازیں دو گاڑیاں بھی واپس چھین لی گئیں جو کہ ہندوستانی حملہ آوروں نے مجاہدوں سے چھین لیں تھیں

اس کے علاوہ بہت سا بارود راشن اور جنگی سامان مندرجہ



پاکستانی سپاہ دشمن کی تاک میں



پچھلی جنگ کے بھارتی قیدی اپنا جی بہلا رہے ہیں

فورس کے ہاتھ لگا۔ سندرا کے گھر کو پلٹن کے افسروں نے اپنا میس بنایا ہوا تھا۔ یہاں پر رم اور مالٹے میٹھے شراب کی بوتلیں بڑی تعداد میں موجود تھیں۔ میز پر حلوے کی آدھی کھائی ہوئی کابیاں پڑی تھیں سرخ سرخ ٹماٹر ان دیرانوں میں بھی میز پر بکھرے ہوئے تھے یوں لگتا تھا کہ ان کا کام ہی کھانا پینا ہو، ان کے مقابلے میں جوانوں کو بھنے ہوئے چنے اور سڑے ہوئے بسکٹ کھانے کو ملتے ہیں اس حالت میں جوان خاک لڑیں گے؟

لیفٹیننٹ کرنل لمبار نے ایک بیان میں کہا کہ اگر میں چاہتا تو اپنے آپ کو بچا بھی سکتا تھا مگر میں نے اپنے آپ کو خود پاکستانیوں کے حوالے کرنے میں خیریت چاہی انہوں نے مزید بتایا کہ سندرا پر چڑھائی کے لئے کسی اور پلٹن نے آنا تھا مگر چونکہ اس پلٹن کا کمانڈنگ آفیسر بریگیڈیئر کا رشتہ دار تھا اس لئے مجھے پاکستانیوں کے ہاتھوں یہاں مروانے بھیجا گیا۔ مجھے کیا پڑی تھی کہ مفت میں اپنے آپ کو مروا ڈالتا

لڑائی کے دوران ہندوستانی سپاہی شراب کے نشے میں بدمست تھے انہیں اپنے اوپر اتنا بھی قابو نہیں تھا کہ وہ نشانہ ٹھیک باندھ سکیں شاید ان سلور ماری کو فتح کی خوشی میں شراب کا کوٹہ زیادہ ملتا تھا۔

ان واقعات اور بیانات سے ہندوستانی فوج کی صلاحیت اور قابلیت کا پورا پورا اندازہ لگایا جا سکتا ہے

کامیابی کی وجوہات

لیفٹیننٹ کرنل مصطفےٰ جنجوعہ نے حملے کے منصوبہ کو بڑی مہارت سے تیار کیا۔ میجر لقمان اور رینجرز کے کیپٹن ارشد نے اعلیٰ قیادت، شجاعت اور دانشمندی سے اس منصوبے پر صحیح اور مناسب عمل کیا میجر ممتاز علی کے رسالے کے ٹینک کمانڈر نائب صوبیدار محمد ایاز نے صحیح ٹھکانوں پر گولے برسا کر دشمن کے حوصلے پست کر دیئے اور اُن کی کمر بالکل توڑ دی۔

دشمن کے قیدیوں کے بیانات سے اُن کے موقف کی سچائی افسروں کی دلیری اور ہر درجے کے کمانڈروں کی قیادت کا پتہ چلتا ہے انہیں زندگی اور جان سب سے زیادہ عزیز تھی

مقابلے میں مسلمان کے نزدیک یہ زندگی، یہ کائنات، یہ عمل تخلیق با مقصد اور بامعنی ہے اور یہی مقصد اس کی رگوں میں نشہ بن کر تحلیل ہو جاتا ہے وہ سوچ سمجھ کر میدان کارزار میں اترتا ہے اور دل کی پوری نیت اور شوق کے بے پناہ شدت کے ساتھ خدا کی راہ میں جان دینے کو اچھا جانتا ہے اس کے مقابلے میں کافر کے لئے یہ ساری کائنات بے مقصد اور بے معنی ہے کسی عظیم مقصد کی کشش اُسے میدان جنگ میں نہیں لاتی۔

یہی وجہ ہے کہ اُس کے اپنے اندر کوئی تحریک، کوئی ولولہ، جوش، کوئی جذبہ نہیں، اس لئے وہ شراب جیسی خارجی محرکات کا غلام ہے۔

روہڑی مقام پر ہندوستانی حملہ

ستارے روپوش ہونے کی کوشش کر رہے تھے، سورج کی کرنوں نے گرمی کا ابھی تک اعلان نہیں کیا تھا۔ مجاہدین کے چھ جوان ابھی تک گہری نیند سو رہے تھے۔

یکایک فضا میں گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی ہندوستانی سورماؤں نے یہاں پر مقیم مجاہدوں کے دستے کو اپنے گولوں کی آگ کا نشانہ بنایا۔ دو جوان اور چار مجاہد دشمن کے گولوں سے شہید ہوئے یہ وہ علاقہ تھا جہاں پاکستانی افواج کا جنگ کے اوّلین ایّام میں ہی قبضہ ہو گیا تھا اطلاع موصول ہوتے ہی ہیڈکوارٹر نے انتقامی حملے کا حکم صادر کر دیا۔

علاقے سے اچھی طرح واقفیت کی گئی نقشوں کی مدد سے منصوبہ تیار کیا گیا اور میجر لقمان کی سرکردگی میں ایک کمپنی چڑھائی کے تیار ہو گئی، جس کو میجر ممتاز کے ٹینکوں اور میجر اکرام علی کے توپ خانے کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔

میجر اکرام علی کے توپ خانے نے توپ کے گولوں سے دشمن کو پاکستانیوں کی آمد کی اطلاع دی دریں اثنا پاکستانی کمانڈر کو معلوم

ہوا، کہ دشمن پاکستانی افواج کی آمد کی خبر سن کر ردھری چوکی چھوڑ کر بھاگ نکلا ہے۔

اس چھوٹی سی جھڑپ میں دشمن کی پانچ لاشیں ریت میں پڑی ہوئی ملیں تین لاشیں وہ اپنے ساتھ اٹھا کر بھاگ نکلا جس میں ایک افسر بھی شامل تھا اِن کے چھ آدمی زخمی بھی ہوئے۔

اس طرح ہندوستانی شرارت کرکے اپنی آٹھ جانیں مفت میں گنوا گئے۔

معرکۂ کلروں کا نلاؤ (گیارہ بارہ اکتوبر)

سپیدہ سحر ابھی نمودار نہیں ہوا تھا۔ مجاہدین صبح کی نماز کے لئے اپنی جھونپڑیوں میں سجدہ ریز تھے کہ دشمن نے گولہ باری شروع کردی کلروں کا نلاؤ ڈالی سے مشرق کی طرف بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس مقام پر جنگ کے دوران پاکستانیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

فائر بندی کے عہد نامے کی رو سے دشمن کو پیش قدمی کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اسی اعتماد پر سندھ فورس کے کمانڈر نے کوئی بھاری فوج بھی وہاں نہیں رکھی۔ بلکہ اس علاقے کی دیکھ بھال کے لئے رینجر اور مجاہد ہی تعینات کئے گئے تھے۔

گولہ باری عملہ کی آمد کی اطلاع تھی۔ دشمن پوری بٹالین لے کر ان مٹھی بھر مجاہدوں کی ٹولی پر چڑھ آیا۔ یہاں پر مقیم سول آرمڈ فورسز اور مجاہدوں نے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ان کی پیش قدمی کئی گھنٹے روکے رکھی۔ آخر جنگی اصولوں کے مطابق پاکستانی لشکر پسپا ہو گیا۔

پاکستان نے اس حملے کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ یو۔ این او کے دروازے کھٹکھٹائے۔ مگر اس کا ہندوستانی درندوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جب پاکستان صلیح کی زبان سے ہندوستانیوں کو اپنی بات نہ سمجھا سکا تو پاکستانیوں نے وہ زبان استعمال کی جسے ہندوستانی خوب سمجھتے تھے۔

سندھ فورس کمانڈر نے پنجاب کی شیر دل پلٹن کو ہندوستانیوں کو جارحیت کا مزا چکھانے کے لئے چڑھائی کا حکم دے دیا۔

معلومات حاصل کی گئیں۔ تفصیل پر غور کیا گیا۔ اور حملے کے منصوبے کو آخری شکل دے دی گئی۔ سندھ فورس دشمن پر حملہ کرنے ہی والی تھی کہ ہندوستانیوں نے پہل کر دی اور انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع آگ کے گولوں سے دی۔ اس کے ردعمل میں پاکستانی جوان بھی حرکت میں آ گئے۔ سندھ فورس کے وہ ٹینک جو کہ دشمن سے چھینے گئے تھے۔ اپنے مالکوں کے برخلاف دشمن کی طرف چل پڑے۔ دشمن جب دو سو گز کے فاصلے پر تھا تو ٹینک کمانڈر نائب صوبیدار ملک قادر خان کو جے ہند کے نعرے سنائی دیئے۔ یہ گھیر گیا تھا۔

ٹینک کی توپ اور مشین گنوں نے ہندوستانی سپاہیوں کو بھون کر رکھ دیا۔ دشمن کی ایک ٹینک شکن توپ (RR) کو ناکارہ بنا دیا گیا۔ اور دوسری ٹینک شکن توپ کو وہ بوکھلاہٹ کی سی حالت میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

ٹینک اور اپنے توپ خانے کے لوگوں کی وجہ سے دشمن کی

صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور گھبراہٹ میں وہ جس طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ بھاگتے ہوئے نظر آتے۔ اس دن دشمن کی سینکڑوں لاشیں زمین پر بکھری ہوئی نظر آئیں۔

بارہ اکتوبر کو دشمن پھر اپنی صفوں کو ترتیب دے کر دوبارہ زور آزمائی کی کوشش کرنے کی ٹھانی۔ اس دفعہ اس نے باجرے کے کھیتوں کی آڑ لے کر پیش قدمی کرنی چاہی پاکستانی توپ خانے کے مارٹروں نے آنے والوں کا گولوں سے استقبال کیا۔ باجرے کے کھیتوں نے چوروں کے ساتھ خوب بے وفائی کی۔ باجرے کے کھیتوں کو مارٹر کے گولوں سے آگ لگ گئی۔ اس کے نتیجے میں سینکڑوں آدمی جل کر راکھ ہو گئے۔ اور جو بچ گئے وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس لڑائی میں دشمن کے سینکڑوں آدمی مارے گئے۔ تمام میدان کارزار دھول دھوئیں اور دشمن کی لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ بدبو اور تعفن سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ بے چارے ہندوستانی سپاہیوں کی لاشوں پر گدھ منڈلا رہے تھے۔

اس لڑائی میں چار مرہٹہ پلٹن کے کمانڈنگ آفیسر میجر شمشیر سنگھ راجپوت زخمی ہوئے۔ اور اسی پلٹن کے دو کمپنی کمانڈر مارے بھی گئے۔

اس لڑائی میں مندرجہ ذیل تین آدمی قید کر لئے گئے۔

نمبر ۱۔ سپاہی گرشنا لائیٹہ

نمبر ۲۔ سپاہی شنکر گبھورے

نمبر ۳۔ نائک کمرسا

سپاہی کرشنا لائٹر جو کمپنی کمانڈر کا وائرلیس آپریٹر تھا۔ اس نے بتایا کہ چار مرہٹہ پلٹن جس نے اس حملہ میں حصہ لیا۔ اس کا کوئی آدمی زندہ نہیں بچا۔ تھوڑے سے آدمی جو بھاگنے میں کامیاب ہوئے وہ بھی بجائے بریگیڈ ہیڈکوارٹر کے جانے کے باسیمر کی طرف بھاگ نکلے۔

اس لڑائی میں دشمن کے اتنے آدمی مارے گئے کہ آجکل بھی میدان جنگ والے علاقے پر گدھ منڈھلاتے رہتے ہیں۔

اس معرکہ میں ہندوستانی افواج اپنے پاکستانی ہمسایوں کے لئے ایک ٹینک شکن توپ، کئی مارٹر، خود کار تھیلیا، رائفلیں اور دوسرا فوجی سامان تحفہ کے طور پر چھوڑ گئے۔

معرکہ حسرمال

میں گرمیوں کی چھٹیاں ماموں جان کے ہاں گذارنے کاٹلنگ مردان گیا ہوا تھا۔ ایک شام محرّر نے کوارٹر کی کنڈی کھٹکھٹائی اور ماموں جان کو کہا کہ ایک چور پکڑا گیا ہے۔ اور تھانے میں موجود ہے۔ میں یہ سن کر گھبرایا۔ میں نے ماموں جان سے کہا کہ آپ کو چوروں سے ڈر نہیں لگتا۔ انہوں نے مجھے پیار کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا چوروں سے کیا ڈرنا۔ چوروں کے پاؤں تو ہوتے ہی نہیں۔ پھر بھی چوروں کا خوف سَو سَو طرح ستاتا ہے سب سمجھاتے تھے مگر چوروں کا ڈر دل سے نہ نکلتا۔ آخر ایک دن ہمارے ہمارے گھر میں چور آہی گئے۔ جنہیں میں نے دیکھ لیا۔ مارے ڈر کے میں نے امی کو آواز بھی نہ دی۔ اپنے ساتھ سوئے ہوئے چچازاد بھائی کو کہنی مار کر جگایا۔ مگر وہ بھی سایہ دیکھ کر زور زور سے چیخیں مارنے لگا۔ کون ہے؟ بھائی جان بندوق لے کر تو آنا۔ میری بہن نے للکارا۔ بندوق کا نام سن کر چور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔ اس رات مجھے تھانیدار ماموں کی بات یاد آ گئی کہ چوروں کے پاؤں نہیں

ہو ستے ۔ اس کے بعد چاروں کی بہادری کا پورا علم ہوگیا۔ حرمال بھارت کی سرحد کے اندر واقع ہے۔ لیکن دوران جنگ اس پر بھارت سے سندھ فورس کے لشکر نے قبضہ کر لیا تھا۔ عہد نامے کی رو سے بھارت کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ یہاں آکر ہمیں مفت میں "تنگ کرے۔ اسی اعتماد پر ہم نے کوئی بڑی فوج بھی وہاں نہیں رکھی تھی۔ لیکن بھارتیوں کو عہد و پیمان سے کیا سروکار۔ ان کو تو عہد کا کوئی پاس ہی نہیں۔

فوجی اطلاعات کے مطابق سندھ فورس کمانڈر کو اپنی سپاہ نے بتایا کہ بھارت نے اپنی عادت کے مطابق پھر پاکستانی علاقے میں پیش قدمی کی ہے۔ اور انہوں نے حرمال نامی علاقے پر قبضہ کر لیا ہے ۔ اس جنگ بندی لائن کی خلاف ورزی کی اطلاع یو۔ این۔ او مبصر دن کو دی گئی ۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ یو۔ این۔ او کے دروازے کھٹکھٹائے گئے ۔ مگر ان پر احتجاج کا کوئی اثر نہ ہوا۔ چاروں اطراف سے مایوسی کے بعد سندھ فورس کمانڈر نے اسے زور بازو سے لینے کی ٹھانی۔

نقشوں پر نیلی پیلی پنسلوں سے لکیریں لگائی گئیں۔ ہر تفصیل پر غور کیا گیا۔ اور حملے کا منصوبہ تیار کر لیا گیا۔ گیارہ نومبر کو سندھ فورس کمانڈر نے موقعہ پر حملہ کر کے تفصیلاً

احکامات جاری کئے۔

رسالے کے میجر ممتاز ملی جو اس لڑائی کے نویں کمانڈر تھے۔ انہوں نے اپنے اد گروپ کو آرڈر سنوائے۔ میجر خادم حسین جوکہ پیدل فوج سے کمپنی کمانڈر تھے۔ انہوں نے اپنی پلاٹون کو جنگی تربیت دی۔ اور اسے راتوں رات حملہ کے آغاز والے مقام پر لے گئے۔

گیارہ اور بارہ نومبر کو دسویں کے چاند نے ہر طرف اپنی سفید چاندنی پھیلا دی تھی۔ پورا علاقہ دن طرح روشن تھا۔ آسمان پر بکھرے ہوئے تارے چاند پر اپنی فوقیت جتانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ پاکستان کے مجاہد دشمن کو بدعہدی کا سبق سکھانے کے لئے بے تاب تھے۔ اسی طرح ثانیے گذرتے گئے۔ رات ڈھل گئی۔ پانچ۔ سوا پانچ۔ ساڑھے پانچ۔ پونے چھ اور پھر چھ بجے ایک دم ہندوستانیوں پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی۔

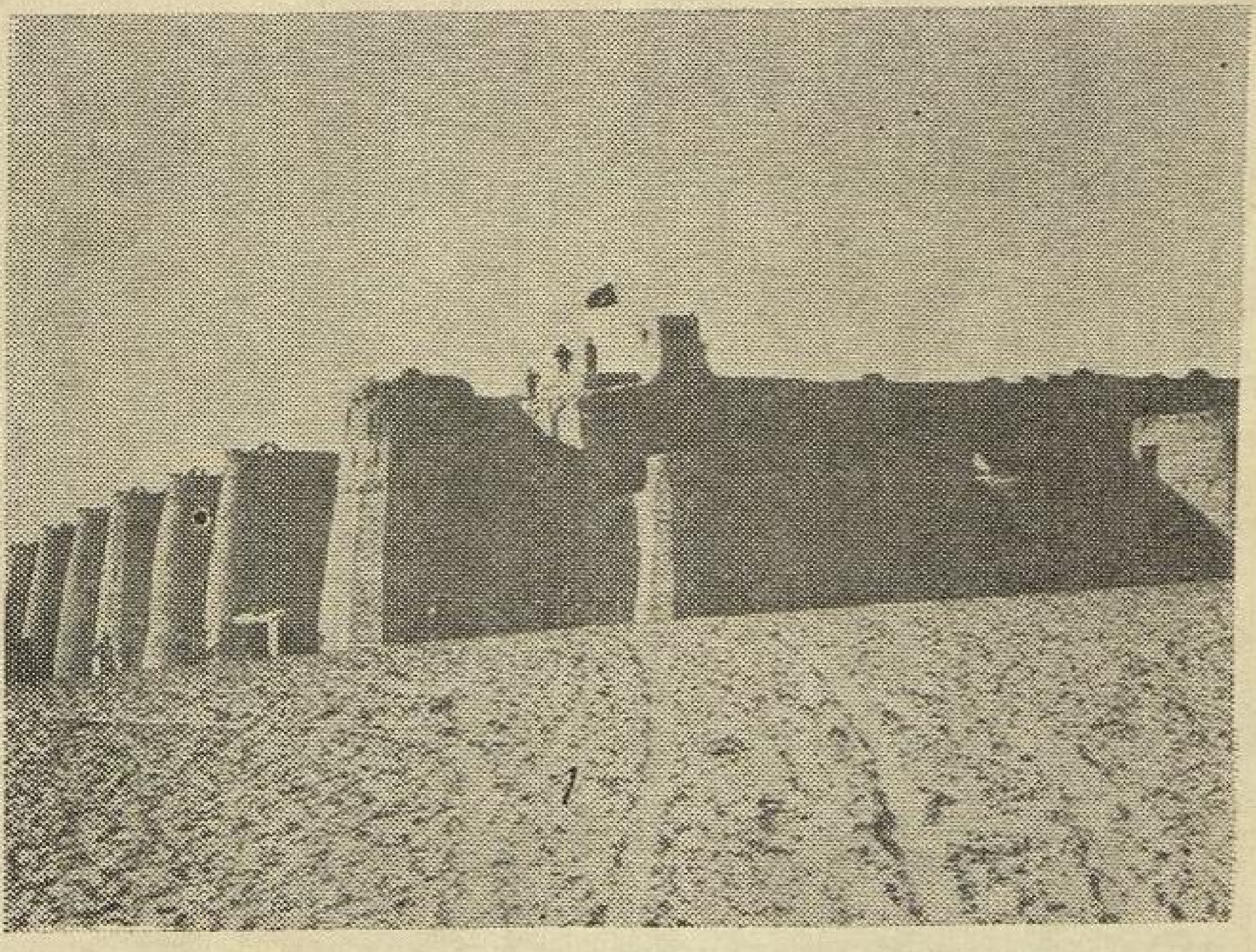
ہمارے توپچیوں نے کمال کر دیا۔ اچھا نشانہ بازی کا ایسا مظاہرہ کیا۔ جیسا کہ ہر ایک گولہ گن رہی میں لگ رہا ہو۔ پھر منصوبے کے مطابق میجر ممتاز ملی اپنے ٹینکوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ میجر خادم حسین کی کمپنی اس کے پیچھے پیچھے منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہی تھی۔

منصوبے کا ہر ایک پہلو بالکل اس طرح تکمیل پذیر ہوا۔ جس طرح کہ وہ کاغذ پہ درج تھا۔ ہمارا توپ خانہ جس کے ایڈجوٹنٹ کیپٹن ظہور شاہ تھے۔ وہ نہایت نپے تلے۔ اور بر موقعہ گولے پھینک کر اپنی پیدل فوج اور ٹینکوں کی خاطر خواہ امداد کر رہے تھے۔

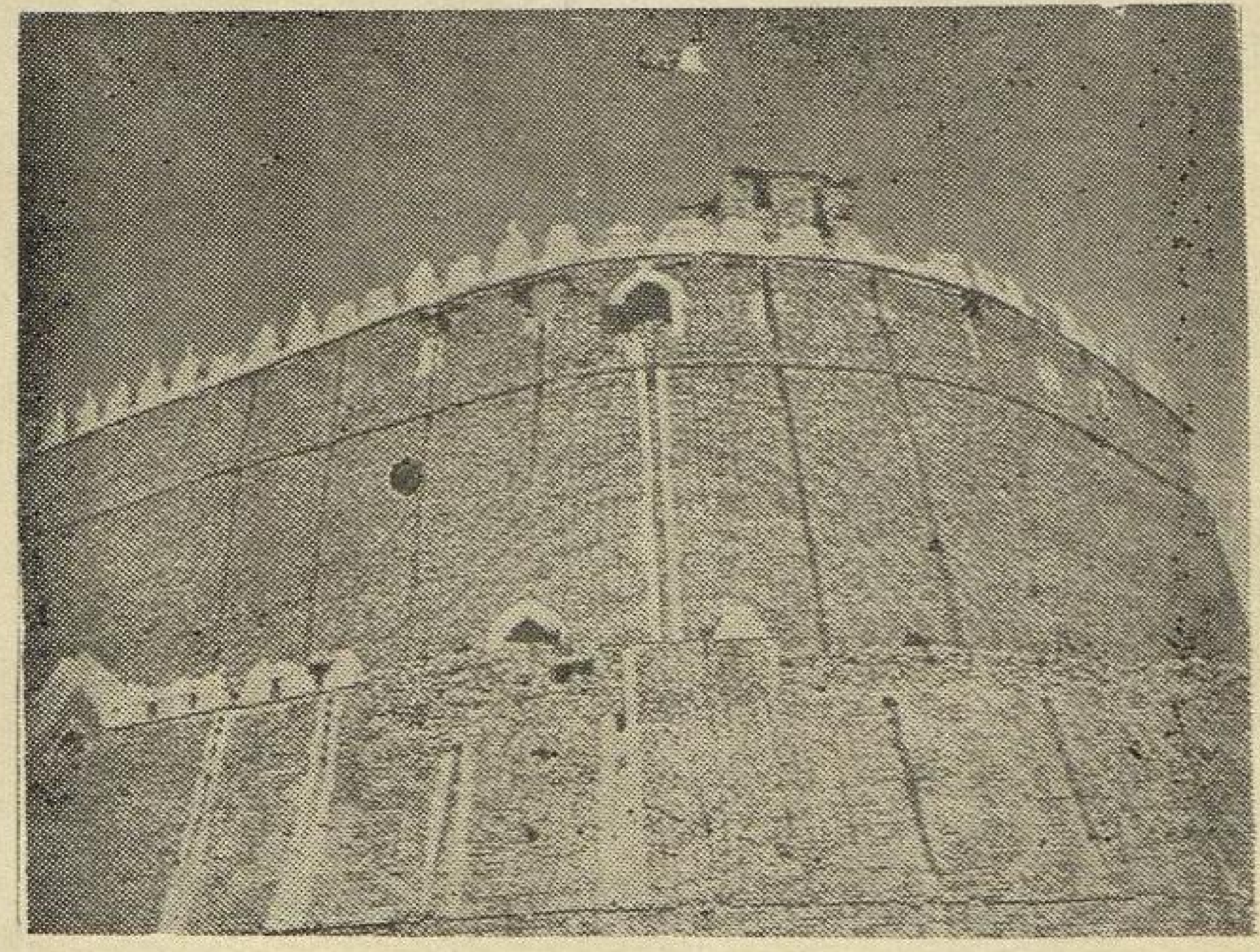
ٹینکوں کے ٹروپ جس کے کمانڈر کیپٹن خادم حسین تھے۔ وہ بھی دشمن کے ٹھکانوں پر بڑی مہارت سے آگ برسا رہے تھے۔

توپ خانہ کے کمانڈر لفٹیننٹ کرنل محمد اقبال سندھ فورس کے کمانڈر بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان کے ساتھ ایک پہاڑی پہ بیٹھے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ دشمن کی طرف سے کوئی مزاحمت ہی پیش نہ آئی۔ کمانڈروں کو شک گزرنے لگا کہ کہیں وہ غلط مقام پر تو نہیں آ گئے۔ مگر چھان بین کے بعد یقین ہو گیا کہ وہ صحیح مقام پر آ گئے ہیں۔ یہ آگے بھی بڑھ سکتے تھے۔ مگر سندھ فورس کمانڈر چونکہ جنگ بندی لائن کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس سیلاب کو رکنے کا حکم دیا۔

اصلیت میں چوکی کے پاسبانوں نے دیگر بھارتی فوجیوں کی روایت کو بڑی خوش اسلوبی سے دہرایا۔



کٹارو کا مضبوط قلعہ جس پر پاکستان نے قبضہ کیا۔



ہندوستانی قلعہ پر پاکستانی پرچم لہرا رہا ہے

اور پہلا گولہ پھٹنے اور اللہ اکبر کا نعرہ گونجتے ہی اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ اور اپنا ساز و سامان جس میں اسلحہ، بارود راشن، بکرے، پہننے کے کپڑے۔ پاجامے، پکی ہوئی چائے اور پھینکے۔ کمبل، بچھے ہوئے بستر۔ شراب کی بوتلیں۔ ٹوپیاں، وردیاں ہندی میں لکھے ہوئے ناول، برہنہ تصویریں۔ پاؤں پر لگانے کے پاؤڈر اور بیوباؤں کے خطوط شامل تھے یہ اپنے پاکستانی مہمانوں کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ جوڑوں پر مالش کرنے کی دوا۔ اور آنکھوں کی دوا بھی شامل تھیں۔ زمانہ گزرنے کے بعد مجھے پھر اپنے تھانیدار ماموں کی بات یاد آگئی کہ چوروں کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس منصوبہ کو سندھ فورس کمانڈر نے بذاتِ خود بڑی جسارت کے ساتھ سوچا تھا۔ اور پھر اس کی ہر تفصیل بڑے غور و فکر سے تیار کی گئی تھی۔ توپ خانے کا منصوبہ لیفٹیننٹ کرنل کرار اقبال سے بہت سوجھ بوجھ اور احتیاط سے تیار کیا تھا۔ جس پر کیپٹن ظہور شاہ نے عمل بھی مہارت سے کیا۔ جب اس پر عمل کا وقت آیا۔ تو فورس کمانڈر میجر ممتاز علی اور کمپنی کمانڈر میجر خادم حسین نے اسے بڑی خوش اسلوبی سے تکمیل کو پہنچایا۔

پاکستانی سپاہیوں کو جو ایک حسرت رہی وہ یہ تھی کہ دشمن نے بالکل ان کو لڑنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس لڑائی میں دشمن

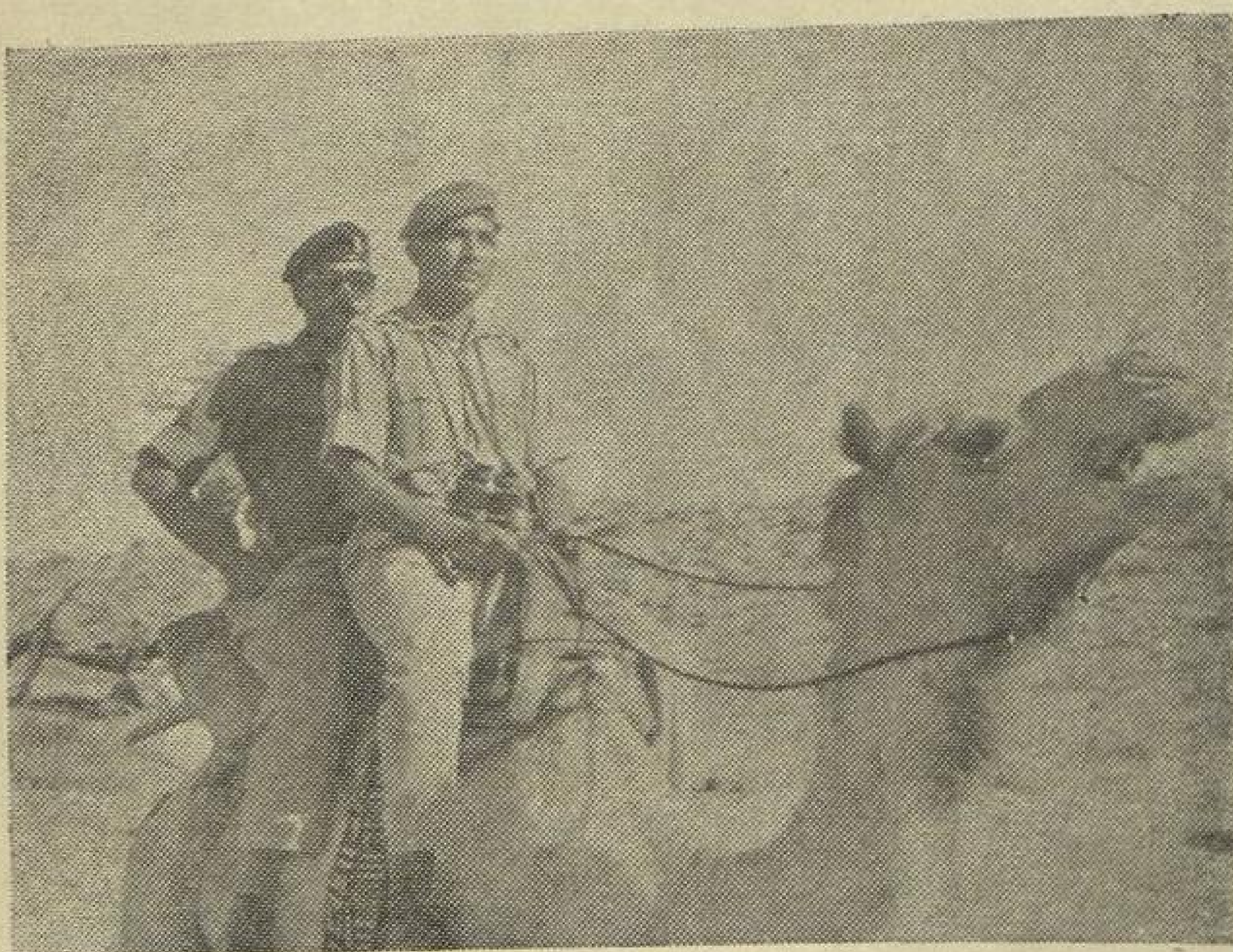
کے چودہ قیدی بھی پکڑے گئے۔ ایک قیدی جو ہندوستانی فوج میں حوالدار تھا۔ اس نے کہا میں نے تو کہا تھا کہ مسلمانوں کو مت چھیڑو۔ یہ گوا کے عیسائی نہیں ہیں کہ مار کھا جائیں۔ یہ تو پنجاب اور فرنٹیر کے بہادر پنجابی اور پٹھان ہیں۔ اگر انہوں نے ردعمل کیا۔ تو ہمارا دانہ پانی بند کردیں گے۔ اگر اصلی بات پوچھو تو بھارت والے کبھی کبھی عادت سے مجبور ہو کر شرارت کر دیتے ہیں۔ اور چند سپاہی مفت میں مروا دیتے ہیں ملنے والے کاغذات اور قیدیوں کی زبانی پتہ چلا کہ دشمن کی ۱۳ گارڈ کی سی کمپنی اس علاقے میں گھسی تھی۔ جس کا بٹالین ہیڈ کوارٹر کافی پیچھے تھا۔

معرکہ سادھے والا

شوال کی پہلی راتوں کا چاند ڈوب کر گہری نیند سو چکا تھا۔ صحرا پر مکمل سکوت طاری تھا۔ چاروں طرف تاریکی کا مکمل راج تھا۔ ریت کے تودے، خاردار جھاڑیوں کے جھنڈ تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ صرف آسمان پر ستاروں کی قندیلیں روشن تھیں۔ یہ سولہ نومبر کی تاریک اور بھیانک رات تھی۔ اچانک فضا گولوں کی فلک شگاف گھن گرج سے گونج اٹھی چشم زدن میں سیکڑوں بھارتی گولے سادھے والا گاؤں میں شعلے برسانے لگے۔



پاکستان کے کمانڈرانچیف سادھے والا سیکٹر میں
فوجی افسران سے ھاتھ ملارھے ھیں



مصنف اڈس رینجرز کے ڈیس ایس پی کے ساتھ۔

ایک مجاہد نے ساتھی سے پوچھا کیا ہو گیا ہے؟ مجاہد شلے غصے سے تھراتے ہوئے۔ جس کی آنکھوں میں شعلے بھڑک رہے تھے کہا "ہونا کیا تھا ہندوستان نے" پھر بھارتی وعدہ خلافی اور مکاری کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے فائر بندی کی پھر خلاف ورزی کر ڈالی۔ یہ دھوکے اور فریب سے کھوئے ہوئے علاقے کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ جس کا علم انہوں نے اپنی جنتا سے چھپایا ہوا ہے۔ دھوکے کا یہ بھارتی شغل گویا تمہید تھی۔ بھارتی مکاروں نے دن چڑھتے ہی سادھے والا پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے یہ حملہ ایک بہت بڑی جمعیت سے کیا۔ جسے توپوں کے علاوہ ٹینکوں کو ناکارہ بنا دینے والی آر آر گنیں بھی شامل تھیں۔ جو ہر قسم کے دفاع کو غیر محفوظ بنا دیتی ہیں۔

دشمن نے اس لڑائی میں مندرجہ ذیل لشکر جھونک دیا تھا۔

نمبر ۱ ۔ تین لمبے گرینیڈیر

نمبر ۲ ۔ چار راجستھان آرمرڈ کینسٹبلری ۔

نمبر ۳ ۔ گیارہ " "

نمبر ۴ ۔ تین گرینیڈیر۔

نمبر ۵ ۔ دو سکھ لائٹ انفنٹری

یہ ہندوستان کی مانی ہوئی پلٹنیں تھیں۔ ان میں دو پلٹنوں کو صدر کے خاص گارڈ ہونے کا امتیاز بھی حاصل تھا۔ تین لمبے

گرینیڈر ایک واحد ہندوستانی رجمنٹ تھی۔ جس نے نیفا میں چینیوں کے برخلاف تھوڑی بہت مزاحمت بھی کی تھی۔

مجاہدوں نے اس یلغار کا استقبال اللہ اکبر کے نعروں سے کیا۔ اور اس چوکی کے محافظ کئی گھنٹوں تک ڈٹ کر لڑتے رہے آخر کار ہندوستانی افواج اس بڑی جمعیت اور گنوں کی پشت پناہی پر سادھیوالا پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

سادھے والا بھارت کی سرحد کے چودہ میل اندر واقع ہے یہ ہندوستانی فوج کی چھاؤنی رام گڑھ سے تیس میل شمال مغرب اور ریاست جیسلمیر کے صدر مقام سے تقریباً ستر میل واقع ہے۔ یہ چار پہاڑوں کے بیچ میں ایک کھلا میدان ہے۔ جہاں پر پانی کے کنوئیں بھی ہیں۔ اس علاقے کو دوران جنگ ہمارے سندھ لشکر نے قبضہ میں لے لیا تھا۔ فائر بندی کی شرطوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پاکستان نے کوئی بڑی فوج بھی وہاں نہیں رکھی تھی بلکہ صرف مجاہدوں کا ایک لشکر اور رینجر کی ایک کمپنی جس کے صرف ہلکے قسم کے ذاتی ہتھیار تھے مثلاً رائفل اور خود کار مشین گنیں تھیں۔

پاکستان کا احتجاج

پاکستان نے بھارت کی اس ہمہ گیر اور ہمہ پہلو جارحیت کا پر زور احتجاج کیا اور ان پر زور دیا کہ وہ سادھیوالی کے علاقے کو خالی کر کے واپس چلے جائیں۔ مگر بھارتی حکمران پاکستان کے ہر احتجاج کو حقارت سے ٹھکراتے رہے۔ انہوں نے یو این او کے مبصروں کے فیصلوں کو بھی پس پشت ڈال دیا۔

آخر کار جب پاکستان صلح کی زبان سے ہندوستانی سامراجیوں کو اپنی بات نہ سمجھا سکے تو پاکستانیوں کو مجبوراً وہ زبان استعمال کرنی پڑی جسے سامراجی خوب سمجھتے ہیں

منصوبہ

گشتی دستے روانہ کئے گئے۔ علاقے کے نشیب و فراز اور ہندوستانی دفاعی لائنوں کی خوب چھان بین کی گئی۔ مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد نقشے زمین پر پھیلائے گئے۔ نیلی پیلی پنسلوں سے نقشے پر نشان لگائے گئے۔ منصوبہ نہایت ہی جسارت

سے سوچا گیا۔ اور بڑے غور و فکر سے اسے آخری شکل دی گئی۔

حملہ

سورج کا منہ پھٹتے ہی دستور کے مطابق توپوں کے منہ کھل گئے۔ ہر طرف سرخ سرخ آگ کے گولے یوں نکلے جیسے جہنم کے دروازے زمین کی طرف کھول دیئے گئے ہوں۔ پاکستانی افواج نے اپنا حملہ بھی شروع کر دیا۔ اچانک پاکستانی افواج کو آتے دیکھ کر ہندوستانی فوجوں کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ وہ جم کر لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ افراتفری کی حالت میں اپنی کور ساری فوج اور سب سامان لڑائی کی آگ میں جھونک دیا۔ ہندوستانی توپ خانے ٹینک شکن اسلحہ اور مشین گنوں نے ہر طرف جوابی کارروائی میں گولے پھینکنا۔ اور آگ برسانی شروع کر دی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ جو دس بجے تک جاری رہا۔ معمول کے مطابق سکھ سینے تانے فوج در فوج آگے آ گئے دوسرے دن جن میں زیادہ تر جاٹ۔ راجپوت اور مرہٹے تھے۔ اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے سر پہ پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگنے کی کوشش میں لگ گئے۔ مگر منصوبے کے مطابق ہمارے جوانوں نے ہندوستانی چوکیوں کو جانے والے سب راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اس طرح بھاگنے والوں کو راستے ہی میں جہنم

پہنچا دیا گیا۔ یا قید کر لیا گیا۔ انہی بھاگنے والوں میں پلٹن کے سیکنڈ ان کمانڈر میجر پورن سنگھ اور ایک کپتان بھی تھے۔ انہیں پاکستان کے جواں سال کیپٹن ڈبلیو اے جمیال نے رستے ہی میں ڈھیر کر دیا۔ جو آدمی بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔ ان کا بھی علم نہیں کہ کتنے بچ گئے ہوں گے۔ کیونکہ اس بے آب و گیاہ پھیلے ہوئے ریگستان کو عبور کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔

اس معرکہ کو کمال مہارت سے تکمیل تک پہنچا یا گیا۔ اس کا ہر ایک پہلو کاغذ پر درج منصوبے کی طرح چلتا رہا۔ یہاں پر یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ ہندوستانی فوج نے پاکستانی افواج کی جوابی کارروائی کو رد کرنے کے لئے خاطر خواہ انتظامات کئے ہوئے تھے۔ ہر قسم کے خود کار اسلحہ اور توپیں بڑے پیمانہ سے کھڑی تھیں لیکن ان تمام انتظامات کے باوجود پاکستانی افواج جس ہمت اور تیزی سے آگے بڑھیں۔ انہوں نے محفوظ اور مورچوں میں سہمے ہوئے خرگوش کی طرح سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور وہ بھارتی جو اونچے ٹیلوں پہ بیٹھے ہوئے تھے انہیں بھی اکھیڑ کر باہر پھینک دیا۔

دشمن کا نقصان

اس خونریز جھڑپ کے دوران دشمن کے ایک سو سنتالیس فوجیوں

کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جس میں دو افسر بھی شامل تھے کئی آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جن میں ایک آفیسر بھی شامل تھا اور ان مردوں کی تعداد کا اندازہ تو ہو ہی نہ سکا۔ جو ہندوستانی بھاگتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس لڑائی میں معجزانہ طور پر صرف چار جوان وطن کے کام آئے۔ اور چھ زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ بہت سا جنگی سامان بھی ہمارے ہاتھ لگا۔ ان میں مارٹر مشین گنیں اور دیگر اسلحہ وائرلیس اور ٹیلی فون کا سامان جیپیں اور ٹرک وغیرہ بھی شامل ہیں۔ جانوروں میں بیس[20] تربیت یافتہ اونٹ بھی شامل تھے جو راجپوتانہ آرمڈ کنسٹبلری سے تعلق رکھتے تھے۔

کاغذی دستاویزات

پکڑی ہوئی کاغذی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہاں پر مقیم ہندوستانی سپاہی پاکستانی افواج سے بہت خوفزدہ اور ڈرے ہوئے تھے۔ جس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے۔ جو لیفٹیننٹ دیاس نے اپنے والد کو گھر لکھا۔ اور ہماری فوجوں کو ریت کے ٹیلوں پر بکھرا ہوا ملا۔

لیفٹیننٹ دیاس دس دن کی چھٹی پر تھا۔ اس پر نامعلوم خطرے کا احساس طاری تھا جس کی وجہ سے اس کو کنکریٹ کے

"محاذ کی ڈائری"

پاکستانی افواج سترہ دن کی جنگ کے بعد دوران ہندوستان کے بارہ سو مربع میل علاقے پر قابض ہو گئے۔ لیکن ہندوستانی حکومت اپنے عوام سے یہ حقیقت برابر چھپاتی رہی۔ اب تک مونا باؤ ریلوے سٹیشن پر ہمارے قبضے سے بھی انکار کیا جاتا رہا ہے۔ قبضہ شدہ علاقے کے دستاویزی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے اور اقوام متحدہ کے مبصر فائر بندی کے فوراً بعد اسے دیکھ بھی چکے ہیں۔ اس ڈائری میں تاریخ وار ان خلاف ورزیوں اور واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو راجستھان کے محاذ پر جنگ کے بعد ہوئیں۔

تیس ۳۰ ستمبر

دشمن نے جیسو جیسپار کی ہمت سے ڈالی پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے کوشش کی مگر اسے وہیں پر روک لیا گیا۔ اسی دن دشمن نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ پاکستانی علاقے کنڑوں پر زبردار حملہ کر دیا۔ دشمن نے اپنے مارٹر اور توپ خانہ بھی استعمال کیا۔ سندھ افواج نے جب جوابی کارروائی کی تو سب کچھ چھوڑ کر الٹے پاؤں بھاگ گئے۔

اسی طرح لگاتار ستائیس ستمبر تک روزانہ پاکستانیوں کے ساتھ کبڈی کھیلتے رہے اور اپنے کئی آدمی مروا کر واپس ہو گئے۔

چوبیس ستمبر

دشمن پاکستانی علاقے عدنی اور ڈنگروالا میں گھس آیا مبصروں کے کہنے پر بھی نکلنے کے لئے تیار نہ ہوا جب فوجی کارروائی

کی تو گڈرا کی طرف پسپا ہو کر بھاگ گیا۔

پچیس ستمبر

ہندوستانی افواج فائر بندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روہری نامی گاؤں پر حملہ آور ہوئے۔ اور اس پر قبضہ کر لیا اس لڑائی میں چھ مجاہد شہید بھی ہوئے۔

چھبیس ستمبر

روہری مقام حاصل کرنے کے لئے فوجی کارروائی کی گئی بغیر کسی مزاحمت کے ہندوستانی اس چوکی کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بھاگتے ہوئے اپنے آٹھ آدمی مروا گئے جن میں ایک افسر بھی تھا۔

ستائیس ستمبر

دشمن گڈرا کے علاقے میں جوگی ویرو کے علاقے میں گھس آیا جب احتجاج کیا گیا تو ہندوستانیوں نے توپ کے گولوں سے اس کا جواب دیا۔ مگر جب پاکستانی توپ خانہ حرکت میں آیا تو دشمن علاقے کو چھوڑ کر گڈرا کی طرف بھاگ گئے۔

انتیس ستمبر

سندرا مقام پر ہندوستانیوں نے فائر بندی کی ایک اور خلاف ورزی کی۔ انہوں نے اس چوکی پر زوردار حملہ کر کے اس پر قبضہ جما لیا۔ جنگ کے اولین ایام ہی میں ۔۔۔ پاکستانی مجاہدوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اقوام متحدہ کے مبصروں کو فائر بندی کی خلاف ورزیوں کی اطلاع دی گئی۔ مگر ہندوستانیوں نے یہ احتجاج ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ مجبوراً سندھ افواج کو طاقت کا استعمال کرنا پڑا۔ سندھ افواج تھوڑی سی لڑائی کے بعد اس علاقے پر دوبارہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ دشمن کا بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔

یکم۔ دو اکتوبر

پاکستانی علاقے تے گگھیاں اور مابرچی دیری پر دشمن نے پوری طاقت سے حملہ کر دیا۔ اس حملے میں اس نے توپ خانے اور ٹینکوں کا استعمال بھی کیا، دشمن کے اس حملے کو کامیابی سے پسپا کر دیا گیا۔

آٹھ اکتوبر

راجستھان کے رام گڑھ سیکٹر میں "سرکاری تارا" چوکی پر ہندوستانیوں نے حملہ کر کے فائر بندی کی ایک اور خلاف ورزی کی سندھ افواج نے یہ حملہ پسپا کر دیا۔ اور دشمن کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

گیارہ۔ بارہ اکتوبر

ہندوستانی فوجوں نے کلنور پر کئی حملے کئے جنگ کے دوران اس مقام پر سندھ افواج کا قبضہ ہو چکا تھا۔ جب سندھ افواج سرحد کے اس طرف اپنے مورچوں میں واپس آگئیں۔ تو ہندوستانیوں نے حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اقوام متحدہ کے مبصروں کو فائر بندی کی ان خلاف ورزیوں کی اطلاع بھی دی گئی۔

چھبیس ستمبر پندرہ اکتوبر

دشمن نے ۲۶ ستمبر سے لے کر ۱۵ اکتوبر تک پاکستانی علاقے نوتلا پر کئی حملے کئے جسے بڑی جسارت کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ پندرہ اکتوبر کو دشمن نے اس اس علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے پورا بریگیڈ لڑائی میں جھونک دیا۔ جسے ٹینکوں اور توپ خانے کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔ دشمن کے اس ناجائز قبضہ کے برخلاف اقوام متحدہ کے مبصروں کو فائر بندی کی ان خلاف ورزیوں

اطلاع دے دی گئی۔

اسی دوران ہندوستانی فوجوں نے اپنا کھویا ہوا علاقہ دھوکے سے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہماری کچھ اور چوکیوں پر بھی حملہ کر دیا سندھ افواج نے یہ حملے روک دیئے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ ہندوستانی پھر سے آگ کی چنگاری کو سلگا رہے ہیں۔ انہوں نے راجستھان کے مشہور قلعہ گھڈارو پر بھی پورے بریگیڈ سے حملہ کر دیا جس کی مدد کے لئے چھوٹے دہانے کی توپیں اور ہوائی جہاز بھی میدان میں آئے۔

انیس اکتوبر ساتھ ہزار مسلمانوں کو جو ہندوستانی علاقے کے باشندے ہیں ان کو راجپوتانہ آرمڈ کنسٹیبلری نے مار مار کر پاکستانی علاقے میں زبردستی دھکیل دیا۔

ان سرحدی علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کو جن خلوص اور محبت سے پناہ دی گئی۔ اسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ دیہاتیوں نے انہیں رہنے کے لئے مکان دے دیئے۔ کھانے کے لئے خوراک دی لوگوں نے مصیبت زدہ بھائیوں کی ہر طرح مدد کی اناج۔ کپڑے۔ کھانے پینے کا سامان اور چارپائیاں اور جانے کیا کیا۔

ایک زمیندار نے تو اپنے باجرے کی بوریاں راستے میں ڈھیر کر دیں اور اعلان کر دیا کہ ہر مرد عورت اپنی ضرورت کے مطابق بلا قیمت باجرہ لے جا سکتا ہے۔

ضلع تھرپارکر کے ڈپٹی کمشنر ڈاکٹر امتیاز الہ نے بھی ذاتی طور پر ان

بے گھر مہاجروں کی رہائش کا پورا بندوبست کیا۔ اور ایک مہاجر کیمپ کھولا۔

بتیس اکتوبر دو ہندوستانی گشتی دستے جان پالا اور نیا تلا گوکے علاقے سے گھوٹا ڈیلا گاؤں آئے اور یہاں گاؤں کے قریب ہندوستانی فوجیوں نے ڈیرے ڈال دیئے۔ ایک شام جب میرے بھائی اور والد باہر تھے، چند ہندوستانی فوجی گھر کے اندر گھس آئے، اور مسلم آبادی کو لوٹنے اور مارنے لگے۔ اکثر مسلمان قتل کر دیئے اور جو بچ گئے وہ باجرے کے کھیتوں کا سہارا لیتے ہوئے پاکستانی علاقہ میں گھس آئے۔ یہ اپنے ساتھ پانچ لاشیں بھی لے آئے۔ انہیں بھی مہاجر کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ اس کیمپ میں مہاجروں نے اپنی دردناک داستانیں سنائیں۔ جسے سن کر ہر شخص کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ ان میں مرد، عورتیں اور بچے بھی تھے۔

ایک مہاجر نے بتایا کہ ہندوستانی غنڈے مسلمانوں پر شدید ظلم ڈھا رہے ہیں۔ مسلمانوں پر جاسوسی کا الزام لگا کر ان کی املاک ضبط کر لی جاتی ہے۔ اور اسے نظر بند بھی کر لیا جاتا ہے۔ نظر بندی کی حالت میں انہیں پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں دیا جاتا۔ نہ پینے کے لئے پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ علاج معالجہ اور طبی امداد کے فراہم کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ ان نظر بندوں سے سخت قسم کی مشقت لی جاتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان

سے راجستھان بلڈ بینک کے لئے خون بھی یا جاتا ہے۔

ایک لڑکی نے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میرا گاؤں سرحد سے بیس میل ہندوستانی علاقے میں ہے۔ لڑائی کے دوسرے دن ہی انہوں نے میری امی کو بندوق کی بٹ سے زخمی کر کے شہید کر دیا اور مجھے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ اسی اثنا میں میرا بھائی آگیا۔ اُس نے مجھے بچانا چاہا لیکن ظالموں نے اُسے گولی سے مار دیا۔ میں نے بھاگنے کی کوشش کی مگر انہوں نے مجھے رسی سے باندھ کر ایک فوجی ٹرک میں ڈال دیا۔ اس ٹرک میں اور بھی کئی لڑکیاں زبردستی اٹھائی گئی تھیں۔ ہمیں ایک فوجی کیمپ میں لے جایا گیا جہاں شراب سے مدہوش فوجی افسروں نے ہمیں بھیڑ بکریوں کی طرح آپس میں تقسیم کر لیا۔ میں نے آخری دم تک مدافعت کی۔

لیکن جاٹ کیپٹن نے مجھے ٹھوکریں مار مار کر ادھموا کر دیا۔ میں مار کھا کر کھڑی ہوتی تو وہ دو تین مکے میری کمر میں رسید کر دیتا۔ آخر میں نڈھال ہو کر گر پڑی جب مجھے ہوش آیا تو میری عزت برسر عام لٹ چکی تھی۔ یہ آفیسر تمام رات شراب پیتے رہے۔ جب وہ شراب کے نشے میں چور ہو گئے اور نیند نے اُن پر غلبہ پا لیا تو میں سپاہیوں کی آنکھ بچا کر پاکستانی علاقے میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔

ایک اور مہاجر نے بتایا۔ کہ صبح کے چار بجے تھے۔ کہ ہندوستانی

توپوں نے ہمارے گاؤں پر گولے برسانے شروع کر دیئے، باہر جو مویشیوں کا باڑ تھا وہ اُکھڑ گیا اور تمام مویشی بدحواسی کی حالت میں بھاگ نکلے۔ تھوڑی دیر بعد ہندوستانی فوج بھی گاؤں میں آ پہنچی۔ ہندوستانی فوج کے ایک کپتان نے گاؤں کے سب لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور دھمکاتے ہوئے بولا۔

"تم میں اگر کسی کے پاس سونا ہو تو فوراً ہمارے حوالے کر دے۔ ورنہ ہم گولی مار دیں گے۔ ہماری خاموشی پر انہوں نے ہمارے گھروں کی تلاشی لی جنہوں نے مزاحمت کی انہیں مار مار کر بُرا حال کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھروں سے باہر نکلے تو ہر ایک کی پشت پر باجرے اور گندم کی بوریاں تھیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے میرے دونوں اونٹوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اُس نے بتایا کہ وہاں کے شہروں میں غلّے کی قلت کا یہ عالم ہے کہ لوگ رات کے دو بجے دوکان پر جا کر لائن لگا دیتے اور کہیں شام کو جا کر انہیں راشن ملتا۔ ہفتے کا راشن دو دنوں کے لئے بھی ناکافی ہوتا ہے

چوبیس اکتوبر گڈرا کے شمال میں دشمن کی فوجوں نے ہٹیرا پر گولہ باری کی۔ جب سندھ افواج نے جواب میں فائرنگ کی تو دشمن نے گولہ باری بند کر دی۔

پچیس اکتوبر آج پانچ آدمی چوری چھپے ہندوستان سے بھاگ آئے اور انہوں نے کلروں کے تلاؤ

کے راستے سرحد پار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ انہوں نے آنے پر بتایا۔

کہ ہم جودھپور کے مسلمان باشندے ہیں۔ ہم پر پاکستانی جاسوس ہونے کا الزام تراشا گیا تھا اور بعد ازیں ہمیں نظر بند کر دیا گیا۔ ہم پچاس قیدی تین دن سے مکمل کام کر رہے تھے چوبیس گھنٹے میں سونے کے لیے صرف چار گھنٹے دیئے جاتے۔ دن میں چار گھنٹے کے بعد پندرہ منٹ کا وقفہ ملتا تاکہ مسلسل کام سے ہم مر نہ جائیں۔ ہم تمام دن فوجی گاڑیوں کے لیے راستہ ہموار کرتے اور دور دور کنوؤں سے ہم تمام دن سر پر جری کین رکھ کر فوجیوں کے لیے پانی لاتے۔ ان کے لئے لکڑیاں بھی ہم ہی جمع کرتے۔ ان کے لیے دودھ وغیرہ کا دوہنا بھی ہمارے ذمہ ہی تھا۔ فوج کے لئے جو گائے اور بکریاں دودھ کے لئے ضروری تھیں وہ بھی مسلمانوں سے زبردستی چھین لی گئیں۔ ان پر بھی پاکستانی جاسوس ہونے کا الزام لگا کر انہیں اپنے ہی مویشیوں سے دستبردار کر دیا گیا۔ پرسوں سے ہم ایئرپورٹ کے لیے ایک وسیع و عریض قطعہ زمین کو ہموار کر رہے تھے۔ کام بے حد سخت تھا، ہمارے جسم تھکن سے چور تھے۔ لیکن مسلح ہندوستانی فوجی قضا کی طرح ہمارے سروں پر منڈلاتے رہے۔ ہم میں سے تھک کر اگر کوئی ایک منٹ کے لئے رُکتا تو اُسے فوجی بوٹوں سے مار مار کر کچومر نکال دیتے۔ ہم سے صبح سے لے کر شام

"تک مشینی انداز میں کام لیا جاتا۔

شام کو ہمیں چھ فٹ چوڑی اور گیارہ فٹ لمبی کوٹھڑی میں بھیڑ بکریوں کی طرح بند کر دیتا۔ ہمیں چوبیس گھنٹوں میں ایک بار کھانا ملتا تھا اور وہ بھی اتنا کہ آٹھ سالہ بچہ بھی اس سے اپنا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ ہمیں اوڑھنے کے لیے بھی کچھ نہیں دیا گیا تھا۔ سردی کی وجہ سے تمام رات جاگتے رہتے۔

کل ہم نے رات کے وقت مل کر کھڑکی کا ایک تختہ اکھاڑا اور نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

چھبیس اکتوبر ہندوستانی فوج کا ایک گشتی دستہ کلنور کے علاقے میں سے پاکستانی علاقے میں گھس آیا اور وہ ایک پاکستانی مسلم باشندے ماجی ولد شادی ورگور کو اغوا کر کے لے گیا۔ یہ شخص "لونی بھٹ" گاؤں میں اپنے کھیتوں میں اُس وقت کام کر رہا تھا۔ اس کی اطلاع اقوام متحدہ کے مبصروں کو دی گئی۔

انتیس اکتوبر دشمن کے ایک جہاز نے پاکستانی دفاعی پوزیشنوں پر پرواز کی اس کی اطلاع اقوام متحدہ کے مبصروں کو دے دی گئی

تیس اکتوبر دشمن کی خاص سرگرمی دیکھی گئی، اسے خندقیں

کھودتے، بینکر تعمیر کرتے، سرنگیں بچھاتے اور مورچیں اور ٹینک ایک چوکی سے دوسری چوکی تک لے جاتے ہوئے دیکھا گیا۔

اکتیس اکتوبر

شاہ گڑھ راجستھان کے جیسلمیر سیکٹر میں ہندوستانی گاؤں ہے جس پر دوران جنگ سندھ افواج نے قبضہ کر لیا تھا۔ ہندوستانیوں نے اقوام متحدہ کے مبصروں کی مداخلت کے باوجود فائر بندی کی خلاف ورزی کی۔

اس علاقے میں ہندوستانی سرحد سے پار مسلمانوں کو ہراساں کرنے کے لئے غنڈے روانہ کر دیئے گئے۔ تین غنڈے جو گرفتار کر لئے گئے وہ ہندوستانی مشہور ڈاکو تھے۔ ہندوستانی اپنے علاقوں کے مسلمانوں کو دہشت زدہ کر رہے ہیں۔ اُن کے گھروں کو جلایا جا رہا ہے اور اُن کی املاک کو لوٹا جا رہا ہے اُن سے اُن کا مدعا صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کو پاکستانی علاقے میں دھکیل کر پاکستان کے لئے ایک نیا مسئلہ کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔

ٹوالی میں دو نومبر کو ایک ورائٹی پروگرام بھی ہوا۔

چاندنی رات تھی۔ نومبر کے ابتدائی دنوں کی خنکی پھیلی ہوئی تھی فضا میں گرد اور ریت کا ہیولہ تیر رہا تھا۔ کھلے میں کینوس کے فرش پر تقریباً تین سو سپاہی کندھے سے کندھا ملائے پروگرام کے شروع ہونے کے منتظر تھے۔ سامنے ایک چھوٹا مگر باقاعدہ سٹیج تھا۔ یہ سٹیج بیا ہیوں

خود اپنے سامان سے چابکدستی اور سرعت کے ساتھ صرف چند گھنٹوں میں بنایا تھا۔ بجلی چند بیٹریاں فراہم کر رہی تھیں۔

افسران کے لئے کرسیوں کی دو تین قطاریں ایک طرف لگی تھیں، فنکار جندرما پار سے آئے تھے اور بیشتر قومی نغمے سنائے گئے، حاضرین نے بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا۔ بار بار انہیں خاموش کرایا جاتا تھا وہ بار بار اپنی مخصوص آواز کے ساتھ پرجوش انداز میں "یا علی" کا نعرہ بلند کرتے تھے۔ بہت لطف آیا، پروگرام بھی مناسب تھا۔

ہنا بیگم اور ساتھیوں نے یہ نغمے گائے، کچھ رقص ہوئے، کچھ بہت اچھے رضمیہ نغمے گائے گئے۔

مثلاً ڈھول سپاہیا، تینوں رب دیاں رکھاں" "تہاڈا اج اے کھیڈ تلوار دی اے، جنگ کھیڈ نہیں ہوندی زنانیاں دی"

لوگوں نے بار بار اس کی فرمائش کی۔

بڑی دلچسپ محفل جمی، فن کار سپاہیوں کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ اور سپاہی فن کاروں کو، ان لڑکیوں نے وطن کی محبت کے نشہ میں سرشار ہو کر جو ترانے اور قومی گیت پیش کئے وہ اس محاذ پر لڑنے والوں کی جنگی کوششوں میں غیر فانی اہمیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنی وجد انگیز آواز سے وطن کے جیالوں میں ایک نئی روح پھونک دی، ان بہادر لڑکیوں نے کہا کہ ہم بھی جنگ میں برابر کی شریک ہیں۔ اگر ہم گولی چلانا نہیں جانتیں تو کم از کم وطن کے جیالوں کی عظمت کے گیت گا سکتی ہیں۔

یہ وہی لڑکیاں ہیں جن کو ہمارے سماج نے اتنا گرا دیا ہے کہ دن کی روشنی میں اُن سے ملنا بھی گناہ اور بے عزتی سمجھی جاتی تھی، مگر انہوں نے بھی اپنی خدمات پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ یہ بھی قومی محاذ پر کسی سے پیچھے نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ قوم اُن کے پر جوش خدمات کو ہمیشہ یاد رکھے گی،

چار نومبر

ایک بھارتی مسلمان جو ہندوستانی قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہاں پر پہنچ کر اُس نے بتایا کہ ہندوستان میں ملوں اور کارخانوں سے مسلمانوں کو بھاری تعداد میں ملازمت سے باہر نکالا جا رہا ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کارخانے میں بم رکھ دیا جاتا ہے اور مسلمانوں پر اس بم کا الزام لگا دیتے ہیں اور انہیں اس بہانے پاکستان کا جاسوس بنا کر ملازمت سے برخاست کر کے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا جاتا ہے۔

بارہ نومبر

راجستھان میں گدرا سیکٹر میں پاکستانی فوجوں نے جنگ کے دوران جس ہندوستانی علاقے پر قبضہ کر لیا تھا ہندوستانی فوجیں پچھلے تین روز سے اس میں چوری چھپے داخل ہونے کی کوشش کرتی رہیں مقصد اُن کا یہ تھا کہ اپنی کھوئی ہوئی بعض چوکیوں پر وہ دوبارہ قبضہ کریں

اقوام متحدہ کے مبصروں سے کہا گیا کہ ہندوستانیوں کو فائر بندی کے معاہدے کی سنگین خلاف ورزی سے باز رکھا جائے اس کا احتجاج اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندے سید امجد علی خان نے سلامتی کونسل سے کیا مگر اس احتجاج کا ہندوستان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

پندرہ نومبر

صدر ایوب نے آج قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے ان اسباب پر روشنی ڈالی جن کے باعث پاکستان نے سلامتی کونسل کی بیس ستمبر والی قرارداد کے جواب میں تیئس ستمبر کو پابندی قبول کر لی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے فائر بندی اس لئے قبول کی ہے کہ ہم تمام بین الاقوامی تنازعات کے پرامن تصفیے پر یقین رکھتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اقوام متحدہ میں پاکستان کی بڑی طاقتوں خاص طور سے امریکہ روس اور برطانیہ نے یہ یقین دلایا تھا کہ وہ تنازعہ کشمیر کے تصفیے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں گے۔ فائر بندی قبول کرنے کی تیسری وجہ یہ تھی کہ پاکستان نے کبھی بھارتی علاقے پر قبضہ کرنے یا اسے فتح کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم تو صرف اپنے وطن کی سلامتی کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اس نصب العین کو بلند رکھنے کے خواہشمند ہیں۔ جو پاکستانی عوام اور اور جموں و کشمیر کے عوام کے درمیان نہ ٹوٹنے والے رابطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ خدا کے فضل سے ہم نے یہ مقصد حاصل کر لیا ہے۔

۱۶ر نومبر

راجستھان میں گدڑا سیکٹر کے حربال نامی علاقے سے ہندوستانی فوجوں کو مار بھگایا گیا۔ جنگ کے دوران اس علاقہ پر ہماری فوجوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر چار روز ہوئے ہندوستانی پھر یہاں گھس آئے تھے۔ دشمن کے چودہ سپاہی گرفتار کر لئے گئے، بھاگتے ہوئے ہندوستانی پاکستانیوں کے لئے کافی راشن، کپڑے، ہتھیار، بارود اور فوجی سامان بھی چھوڑ گئے۔

اٹھارہ نومبر

آج ہندوستانی افواج نے فائر بندی کی ایک اور سنگین خلاف ورزی کی انہوں نے پاکستانی چوکی مجلیار پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور اس پر جانے والے تمام راستوں پر سرنگیں بچھا دیں۔ جس کی وجہ سے پاکستانی کمک بھی اس تک نہ پہنچ سکی۔ حکومت پاکستان نے پرزور لفظوں میں اس کا احتجاج کیا اور اقوام متحدہ کے ممبروں کو بھی موقع پر اس کے بارے میں بتایا گیا۔ کاغذی دستاویزات اور اقوام متحدہ کے ممبر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ ہندوستانی علاقہ ضرور تھا مگر جنگ کے دوران پاکستان نے اس پہ قبضہ کر لیا تھا۔

انیس نومبر

ہندوستانی فوجیں فائر بندی کی برابر خلاف ورزیاں کر رہی ہیں، بدھ ۱۷ر نومبر کو انہوں نے ساڑھے بارہ بجے ہماری

ایک چوکی پر زور دار حملہ کیا۔ یہ چوکی ہندوستان کے اس علاقے میں واقع ہے جس پر جنگ کے دوران ہمارا قبضہ ہو گیا تھا۔ ہماری سول آرمڈ فورسز جو چوکی کی حفاظت کر رہی تھیں سخت مقابلہ کرنے کے بعد اپنے بڑے دفاعی مورچوں پہ واپس آگئیں۔

بیس نومبر

سادھے والا کے نزدیک جو جھڑپیں ہوئی تھیں اُن میں سترہ ہندوستانی سپاہی ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ پاکستان کے چار جوان شہید اور زخمی ہوئے۔

اکیس نومبر

ہندوستانی افواج کو مختلف علاقوں میں نئی خندقیں کھودنے اور دمدمے تعمیر کرتے دیکھا گیا۔

بائیس نومبر

گڈرا کے علاقہ میں کسی اشتعال کے بغیر ہندوستانیوں نے فائرنگ کی۔ مگر جب پاکستانی فوجوں نے جواب میں فائرنگ کی تو انہوں نے فائرنگ بند کر دی۔

چوبیس نومبر

عادت کے مطابق ہندوستانی سپاہیوں نے ہمارے علاقہ میں پھر گھسنے کی کوشش کی۔ گڈرا کے علاقے میں سات ہندوستانی سپاہی اس کوشش میں پاکستانی فوجیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

چھبیس نومبر

اقوام متحدہ کے مبصروں نے ہندوستانی حکام کو ساڑھے والا چوکی سے نکل جانے کو کہا۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں جنگ کے دوران پاکستان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ مگر بعد میں دھوکے اور فریب سے حملہ کر کے اس پر ہندوستانی قابض ہو گئے تھے۔

ستائیس نومبر

آج ہندوستانی فوجیں بڑے پیمانے پر فائر نگ کرتی رہیں جس کی اطلاع یو۔ این۔ او کے مبصروں تک پہنچا دی گئی۔

اٹھائیس نومبر

ہندوستانی فوجوں نے ہفتے کے دن ستائیس نومبر کو فائر بندی کی ایک اور خلاف ورزی کی وہ گڈرا علاقے میں اس ہندوستانی علاقہ میں گھس آئے جس پر جنگ کے دوران ہمارا قبضہ ہو گیا تھا ہماری فوجوں نے دشمن کو بھاری نقصان دے کر واپس دھکیل دیا جس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

یکم دسمبر

چاروں اطراف سے مایوسی کے بعد پاکستانیوں نے زبان سے ہندوستانیوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ساڑھے والا کے علاقے پہ پاکستان نے ایک اور زوردار حملہ کر دیا اور چند ہی گھنٹوں کے دوران پاکستانی فوج اس چوکی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

اس جھڑپ میں ہندوستان کے تینتیس جوان اور ایک آفیسر قید کر لیے گئے اور ڈیڑھ سو سے زیادہ آدمیوں کو واصل جہنم کیا گیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے ہاتھ کثیر تعداد میں اسلحہ، راشن، بارود اور فوجی سامان ہاتھ آیا۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں پر دو ہفتے پہلے ہماری سول آرمڈ فورسز تعینات تھیں۔ اور ہندوستانیوں نے حملہ کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

پانچ دسمبر

ہندوستان کا ایک فوجی گشتی دستہ پاکستان میں مویشی چرانے کے لیے گھس آیا۔ گاؤں کے رہنے والے مسلمانوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ یہاں پر مقیم پاکستانی افواج کو نمبر سیکنڈ لیفٹیننٹ سلطان سرخرو مسلمانوں کی چیخ و پکار سن کر آگ بگولہ ہو گئے۔ انہوں نے ایک چھوٹا فوجی دستہ اپنے زیر کمان لیا اور دشمن کے تعاقب میں فوراً چل پڑے۔ یہ اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کے بالکل قریب چلے گئے۔ ہندوستانی لٹیروں نے جب اس بہادر افسر کی آمد کی خبر سنی تو الٹے پاؤں بھاگنے لگے۔ اس افسر کی دلیری کا ہندوستانیوں کے حوصلوں پر بڑا اثر ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستانی سرحد پر رہنے والے مسلمانوں کی طرف آنے کی غلطی بالکل نہ کی۔

آٹھ دسمبر

گڈرا علاقے میں جب ہندوستانی فوجوں کو خبردار کیا گیا کہ

وہ پاکستانی پوزیشنوں کے سامنے خندقیں نہ کھود دیں تو انہوں نے گولی چلا کر جواب دینا شروع کر دیا۔ اس پر پاکستانی فوجوں کو اپنے بچاؤ میں گولی چلانی پڑی۔ جس سے چار ہندوستانی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

دس دسمبر

آج کمانڈر انچیف کے راجستھان کے محاذ کے دورے کا پروگرام تھا۔ اسی دن اُن بہادروں کو کمانڈر انچیف نے بہادری کے اعزازات بھی دیئے تھے۔ جو دشمن کے مقابلے میں آہنی دیوار بن کر ڈٹے رہے اور اپنی اعلیٰ قیادت اور ذاتی شجاعت سے آنے والی نسلوں کے لئے ایک مثال چھوڑ گئے۔

کمانڈر انچیف کا پھریرا اڑاتا ہوا ہیلی کاپٹر کوئی نو بجے فضا میں آتا ہوا دکھائی دیا۔ اُن کے پہنچنے پر پرجوش تالیوں 'نعرۂ تکبیر' پاکستان زندہ باد اور کمانڈر انچیف زندہ باد کے پرزور اور فلک بوس نعروں سے خیر مقدم کیا گیا۔

سب سے پہلے کمانڈر انچیف نے بہادری کے اعزازات پانے والوں کے تنے ہوئے سینوں کو تمغوں سے آراستہ کیا۔ کمانڈر انچیف نے تقسیم اعزازات کی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرا یہاں آنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ سندھ افواج کے افسروں اور جوانوں نے جو شاندار کارنامہ انجام دیئے ہیں اُس پر میں

ذاتی طور پر مبارک باد پیش کر سکیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ آپ ہی کے ناقابل شکست جذبہ ہی کا نتیجہ ہے کہ اس علاقے میں آپ لوگوں نے دشمن کو اپنے علاقے میں دھکیل کر اس کے بارہ سو مربع میل علاقے پر قبضہ کر لیا۔ کمانڈر انچیف نے فرمایا اس فوج نے اتنے شاندار جرأت مندانہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ یہ انتخاب کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ کسے اعزاز دیا جائے۔"

انہوں نے راجستھان کے محاذ کا دفاع کرنے والے جانبازوں کی جاں نثاری کی تعریف کی اور کہا۔

"حیدرآباد پر حملہ کے متعلق بھارت کے ناپاک منصوبوں کو آپ نے اپنی بہادری سے نہ صرف خاک میں ملا دیا بلکہ جنگ کو ہندوستان کی حدود میں لے جا کر راجستھان کے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔"

جنرل موسیٰ نے ہندوستان اور پاکستان کی حالیہ جنگ کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ

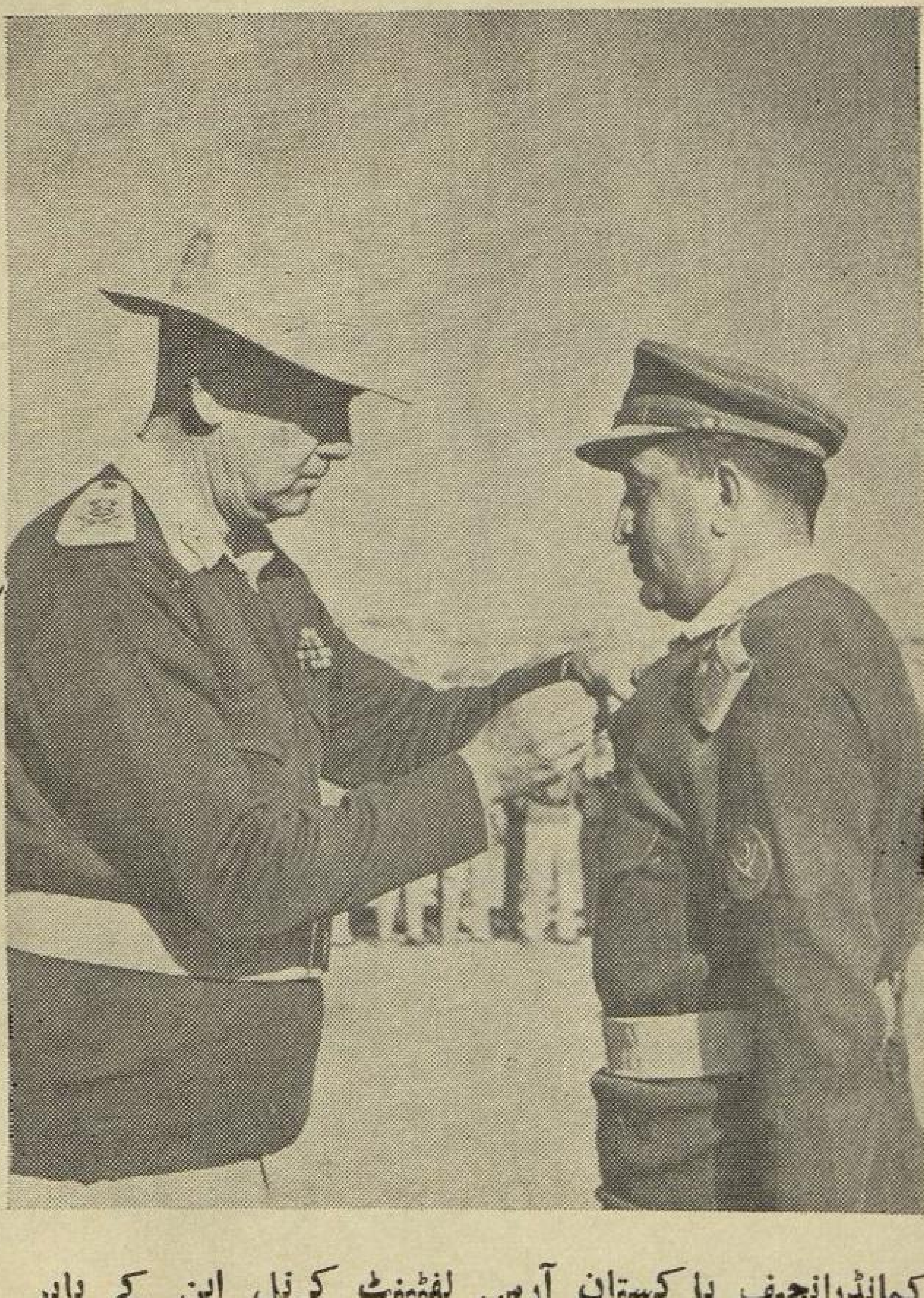
"پاکستان پر حملے کے متعلق ہندوستان کی غیر دانشمندانہ اقدام کو کیونکر ناکام بنایا گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ پاکستان کی آرمی میں ناقابل شکست قوت مدافعت تھی جس نے اپنے سے بہت زیادہ طاقت رکھنے والی ہندوستانی فوج کی پیش قدمی کو روکا اور آگے بڑھنے نہ دیا۔ ہندوستانی اس مغالطہ میں

مبتلا تھے کہ وہ اپنی تعداد کے بل بوتے پر پاکستان کی
دور افتادہ حفاظتی چوکیوں کو توڑ کر تیزی سے آگے بڑھ
جائیں گے۔ لیکن ہر اس جگہ جدھر انہوں نے یلغار کر کے پاکستان
میں داخل ہونے کی کوشش کی انہیں روک دیا گیا اور پیچھے
دھکیل دیا گیا۔"

لاہور اور سیالکوٹ پر حملے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔
"ان دونوں مقامات پر ہندوستانیوں کو ذلت آمیز
شکستیں ہوئیں۔ اپنی شکستوں پر پردہ ڈالنے کے لئے
جنرل چودھری نے قسم قسم کے بہانے تراشنے شروع کر دیئے
اور اب ایک بیان میں جنرل چودھری نے کہا ہے کہ لاہور
پر حملے کا مقصد اسے فتح کرنا نہ تھا"

کمانڈر انچیف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ
"اگر اس کا مطلب لاہور کو فتح کرنے کا نہ تھا تو کیا "لاہور
کی نہر میں نہانے کا تھا" دنیا کو اب تک اس پر حیرت ہے
کہ پاکستان آرمی نے اپنے سے پانچ گنا زیادہ طاقت رکھنے
والی افواج کا کیونکر اور کس حربہ سے کام لے کر قلع قمع کیا۔ پاکستان
آرمی کے عزم راسخ، فرض شناسی اور اعلیٰ عسکری صلاحیتوں کی
پوری دنیا معترف ہے۔"

کمانڈر انچیف نے فرمایا کہ :-



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی لفٹیننٹ کرنل این کے بابر
کو ستارہ جرات عطا کر رہے ہیں

پاکستانی" امن پسند ہیں اور ان کی مسلح افواج بھی اُن کے اسی کردار کی مظہر ہیں۔ یعنی یہ کہ اُن کے کھڑے کرنے کا مقصد ملک کا دفاع ہے۔ تاکہ وہ اپنے وطن میں اپنے پسندیدہ طرز پر زندگی بسر کر سکیں۔ اس کام کو مسلح افواج نے نہایت ہی عمدگی کے ساتھ انجام دے کر اس اعتماد پہ پوری اتری، جو قوم نے اُس پہ کیا تھا۔"

کمانڈر انچیف نے مزید فرمایا۔ کہ

"راجستھان کے جس علاقے پہ ہمارا قبضہ ہے اس حقیقت کو ہندوستانی لیڈروں نے اپنی رعایا سے چھپایا ہوا ہے۔ اب ہندوستانی سورما اس علاقے کو چوری اور مکاری سے واپس لینا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے چاق و چوبند اور ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیا"

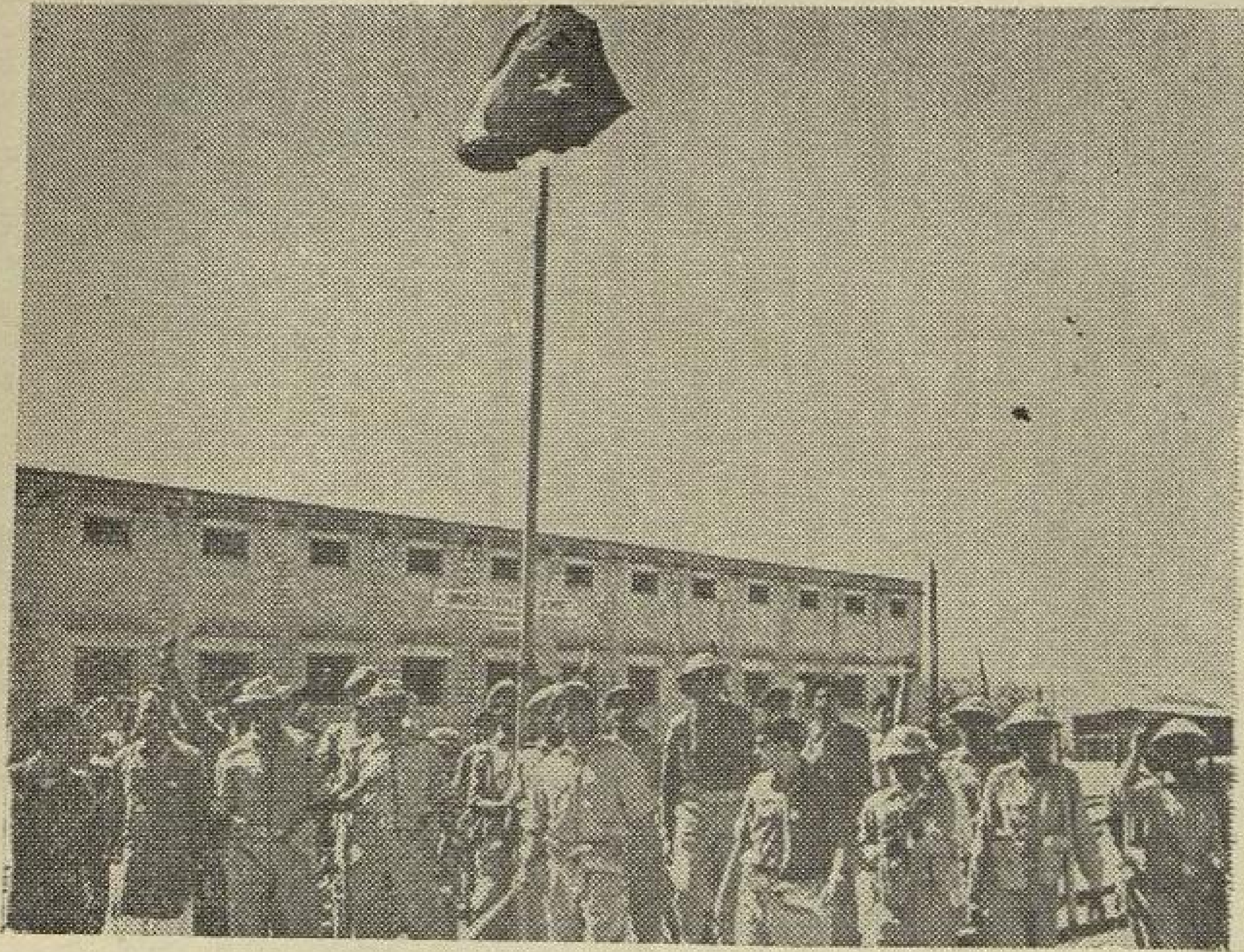
کمانڈر انچیف نے برملا فخریہ انداز میں کہا۔

کہ میدان جنگ میں پاکستان کی مسلح افواج کی ناقابل انکار کامیابی پہ ہر جگہ تعریف کی جا رہی ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہر پاکستانی رطب اللسان ہے۔ ملک کی سب سے بڑی شخصیت سے لے کر ایک عام آدمی تک اپنی افواج کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ صدر مملکت اور قومی اسمبلی اپنی شاندار کامیابیوں پہ پرزور الفاظ میں مبارکباد دے رہی ہے۔ جنرل موسیٰ نے اپنے خیالات کا ایسے دلنشیں لطیف انداز اور سادہ الفاظ میں اظہار کیا کہ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ہر جوان کے دل میں اتر گیا۔ جنرل موسیٰ کی تقریر کے دوران افواج پاکستان زندہ باد اور کمانڈر انچیف زندہ باد کے فلک بوس نعرے بلند ہوتے رہے۔

تقریر کے آخر میں جب کمانڈر انچیف ہاتھ ملانے کے لئے آگے بڑھے تو جوان جوش عقیدت میں اپنے سالار اعظم پر ٹوٹ پڑے۔ اور سینکڑوں ہاتھ ایک ساتھ چھونے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ اس جوش و خروش، خود اعتمادی، اور جنگ کے لئے تیاری کی اس فضا کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پاکستانی فوج اپنے یقین محکم اور مقصد کی صداقت، اپنے لیڈروں پر اعتماد اور اسلام کے لئے زندہ رہنے اور مرنے کے جذبہ کے تحت آخر دم تک لڑے گی۔

کمانڈر انچیف نے جن افسروں اور جوانوں کو اعزازات تقسیم کئے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱۔ لیفٹیننٹ کرنل نصر اللہ خاں بابر	آرٹلری	ستارۂ جرأت
نمبر ۲۔ لیفٹیننٹ کرنل ممتاز علی	پنجاب رجمنٹ	ستارۂ جرأت
نمبر ۳۔ میجر تاج محمد	پنجاب رجمنٹ	ستارۂ جرأت
نمبر ۴۔ میجر عاقل داد	فرنٹیر فورس رجمنٹ	ستارۂ جرأت
نمبر ۵۔ میجر بشارت احمد سلطان	پنجاب رجمنٹ	تمغۂ جرأت
نمبر ۶۔ لانس حوالدار محمد اسلم	آرٹلری	تمغۂ جرأت
نمبر ۷۔ نائک غلام قاسم	انڈین انجینئر	تمغۂ جرأت
نمبر ۸۔ نائک صابر شاہ	فرنٹیر فورس رجمنٹ	تمغۂ جرأت
نمبر ۹۔ لانس نائک خوشی محمد	پنجاب رجمنٹ	تمغۂ جرأت



سونا باؤ ریلوے سٹیشن پر پاکستانی پرچم لہرایا جارہا ہے



کمشنر حیدر آباد ڈویژن مسرور حسن خان ٹی پی کے
سی ایس پی مونا باؤ سٹیشن پر ڈی آئی جی جدون
اور بریگیڈیر اسلم انکے ساتھ کھڑے ہیں

اس تقریب میں حیدر آباد کے کمشنر سرور حسن (زیدی) تھر پارکر کے ڈپٹی کمشنر ڈاکٹر امتیاز حیدر آباد ریجن کے پولیس کے ڈی آئی جی تھر پارکر پولیس کے ایس پی اور سندھ فوج کے جی۔او۔سی نے بھی شرکت کی۔ اس کے بعد کمانڈر انچیف شہداء کی قبروں پر گئے۔ اور شہیدوں کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی۔ بعد میں کمانڈر انچیف خاص ٹرین میں مونا باؤ کے ریلوے سٹیشن کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ کمانڈر انچیف نے بعد میں اس علاقے کا وسیع دورہ کیا۔ فارمیشن کمانڈروں اور یونٹ کمانڈروں سے ان کے منصوبوں کے متعلق بات چیت کی۔ مقصد یہ تھا کہ دشمن پھر ہماری سرحدوں پر چوری چھپے داخل نہ ہو سکے۔ کمانڈر انچیف نے دوپہر کا کھانا سندھ افواج کے افسروں کے ساتھ کھایا۔ اس کھانے میں حیدر آباد کے کمشنر حیدر آباد کے ڈی۔آئی۔جی پولیس تھر پارکر کے ڈپٹی کمشنر اور اس ضلع کے ایس پی بھی شریک ہوئے۔

کمانڈر انچیف نے رحیم یار خان کا دورہ بھی کیا۔ رحیم یار خان ضلع کا صدر مقام ہے۔ اور ایک ترقی پذیر شہر ہے۔ چونکہ کمانڈر انچیف کے آنے کی خبر لوگوں کو پہلے سے ہی ہو گئی تھی۔ اس لئے لوگوں نے اپنے اس سالار اعظم کو خوش آمدید کہنے کے لئے شہر کو دلہن کی طرح سجا یا ہوا تھا۔

جنرل موسیٰ ان فوجیوں کی عیادت کے لئے جو حسرکہ ساد بھوالا میں زخمی ہوتے تھے۔ سٹیڈیم سے ڈسٹرکٹ ہسپتال پہنچے۔ جہاں

انہوں نے تفصیلاً ہر فوجی سے خیر و عافیت دریافت کی کمانڈر انچیف نے اس علاقے میں بھی ہر ایک کو چاق و چوبند اور خوش و خرم پایا۔

یہاں کے سٹیڈیم میں پاکستان آرمی کے افسروں اور جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

پاکستان امن کا خواہاں ہے۔ اور وہ دوسرے ملک کے علاقہ پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہم کسی دوسرے ملک کو اپنے علاقہ کی ایک انچ زمین پر قبضہ کرنے نہیں دیں گے۔ ہم جنگ نہیں چاہتے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم لڑنا نہیں جانتے کمانڈر انچیف نے تالیوں کی گونج میں کہا کہ اب پوری قوم اور پوری دنیا کو ہماری جنگی صلاحیت کا علم ہو گیا ہے۔ کمانڈر انچیف نے چاق و چوبند رہنے کی تلقین کی۔

بارہ دسمبر۔

بھارت میں مسلمانوں کی ایک بار پھر بیدخلی شروع ہو گئی۔ اور سرحدی علاقوں میں آباد مسلمانوں کو پولیس اور فوج کی مدد سے ہندو فرقہ پرست جن سنگھ پارٹی کے رضاکار لوٹ کر اپنے آبائی مکانوں سے بھاگنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سابق صوبہ سندھ کے سرحدی علاقوں میں پہنچنے والے تباہ حال بھارتی مسلمانوں نے بتایا کہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت بھارتی سرحدوں پر آباد مسلمانوں کے مکانوں اور دکانوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے

پولیس اور فوج کی مدد سے جن سنگھی غنڈے نہتے مسلمانوں پر قاتلانہ حملہ اور ان کی املاک کو لوٹ رہے ہیں۔ مظلوم بھارتی مسلمانوں نے یہ بھی بتایا کہ انہیں پاکستان میں دھکیل کر دھمکی دی جاتی ہے کہ اگر وہ دوبارہ بھارت میں واپس آئے تو انہیں گولی مار دی جائے گی۔ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ راتوں کو بھارتی پولیس کے دستے سرحدی مسلمانوں کے مکانوں پر آ کر۔ انہیں پاکستانی جاسوس قرار دے کر مکانات خالی کرا دیتے ہیں۔ بعض اوقات بھارتی پولیس کے جوان بغیر آواز دیئے مکانوں میں گھس کر مسلمانوں کی بے عزتی کرتے ہیں اور انہیں لوٹ لیتے ہیں۔ جوان مسلمان عورتوں کا اغوا اور ان کی عصمت دری کے واقعات عام ہو گئے ہیں۔ جب کبھی مسلم نوجوانوں نے ان مظلوم عورتوں کی عصمت بچانے کی کوشش کی تو انہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بھارتی فوج کے درندے قرآن پاک کی بے عزتی کرنے کے علاوہ مساجد کو آگ لگا دیتے ہیں۔ اور ٹرکوں میں بھر کر تباہ حال مسلمانوں کو پاکستانی سرحدوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ بھارتی حکومت نے انتظامیہ سے مسلمان افسروں کو بھی علیحدہ کرنے کی ایک مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس غرض سے شمالی بھارت کے دفاتر میں کارگزار مسلمان افسروں کو جنوبی بھارت میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ حالیہ پاک بھارت جنگ کے دوران بھارتی حکومت نے ذمہ دار عہدوں پر فائز مسلمان افسروں کو یا تو جبری رخصت پر روانہ کر دیا۔ یا انہیں

کم اہمیت کے مقاموں پر لگا دیا گیا۔ اور ان میں بعض سامان افواج کو جنوبی بھارت میں منتقل کر دیا گیا۔

۱۴ر دسمبر:۔

سوموار کو بھی ہندوستانی فوجوں نے گڈرا علاقے میں ہماری، پوزیشنوں پر گولیاں برسائیں۔ ہماری فوج نے بھی جواب میں گولیاں چلائیں۔ جن سے کم از کم چھ ہندوستانی مارے گئے۔

پندرہ دسمبر:۔

آج بھی گڈرا کے علاقے میں دونوں طرف سے گولی چلانے کی وارداتیں ہوئیں۔ جن سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

اٹھارہ دسمبر:۔

ایک گشتی دستہ جو کہ ہندوستانی فوج سے متعلقہ تھا۔ پاکستانی افواج سے جھڑپ میں دو ہندوستانی سپاہی شدید مجروح ہو گئے۔

کمانڈر انچیف کی تقریر (کراچی میں)

اٹھارہ دسمبر کو بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے آج کراچی بلدیہ کے سپاسنامے کے جواب میں کہا کہ:۔

"جنگ کے دوران ہم ہر لمحہ یہ محسوس کرتے تھے کہ "تائید خداوندی ہمارے دوش بدوش کھڑی ہے۔ کیونکہ ہم حق پر تھے۔ ہم راستی پر تھے۔ انہوں نے آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی کے خلاف

جارحیت کے قائل نہیں۔ ہم آزادی کے وفاع ہیں اور ظلم کے خلاف جہاد پر مجبور کئے گئے۔"

جنرل محمد موسیٰ نے کہا کہ ہمارا آئندہ لائحہ عمل مجاہد اعظم صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے الفاظ میں بالکل واضح ہے کہ ہم اپنے ہمسایوں کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنا چاہتے ہیں۔ البتہ دشمن نے اگر دوبارہ اپنے دست و بازو آزمانے کی جرأت کی تو وہ ہمیں پہلے سے بھی زیادہ تیار پائے گا۔ آپ کے بہادر جوان چوکس اور مستعد ہیں۔

جنرل محمد موسیٰ نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہیں۔ اس نے اپنے انتہائی فضل و کرم سے ہمیں ایک نہایت سنگین آزمائش میں سرخرو کیا۔ قوم کو اپنی افواج سے جو توقعات تھیں۔ انہوں نے اپنی شجاعت و قربانی سے انہیں پورا کر دکھایا۔ حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ دشمن کی فوج کی تعداد اور اسلحہ کی تعداد ہم سے چار گنا زیادہ تھی۔ اور پھر اس نے اپنی عیارانہ سرشت کے مطابق باقاعدہ اعلان جنگ کئے بغیر حملہ کیا تھا۔ دشمن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ تیز۔ وسیع اور فیصلہ کن حملوں سے ہماری دفاعی قوت کو کچل دے۔ پاکستان کی آزادی ختم کر دے لیکن اس نے جس محاذ کا رخ کیا۔ ہمیں اپنے سامنے چوکس اور مستعد پایا۔ اور ان ناپاک قدموں کو جو ہماری پاک سرزمین کو روندنے کا عزم لے کر اٹھے تھے۔ اسی جگہ پر کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ جنرل محمد موسیٰ نے، اہل کراچی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے شہداء کے خاندانوں

کی امداد کے لیئے ایک لاکھ روپے کا عطیہ دیا ہے۔ اس کے لیئے میرا دل شکرگذاری سے پُر ہے۔ آپ کا عطیہ دراصل اس عظیم قومی جذبہ کا ایک نشان ہے۔ جس نے پوری قوم کو فولاد کی دیوار بنا دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فولاد کی یہ دیوار اور بلند ہوگی۔ اور مضبوط ہوتی چلی جائے گی۔ قوم نے جس جوش۔ خلوص۔ وفاداری سے اپنی فوجوں کی پشت پناہی کی ہے۔ افواج کے دل میں اس کی بڑی قدر ہے۔ یہی قومی شعور واحساس ہمارے عزم وقربانی کا سرچشمہ ہے۔ جس تلوار کے پیچھے ایک پوری قوم سو جود ہو وہ کبھی کند نہیں ہو سکتی۔

آج کی تقریب میں شمولیت سے میرا مقصد یہ بھی تھا۔ کہ میں کراچی کے شہریوں کی وساطت سے اپنے تمام ہموطنوں کا شکریہ ادا کروں۔ قوم کی طرف سے افواج کو سلام تحسین کے جواب میں بری فوج کے سربراہ کی حیثیت سے میں افواج کی طرف سے اپنے بہادر اور عقیدت مند عوام کو سلام پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ بری فوج کے دوش بدوش بہادر بحریہ اور فضائیہ نے اس جنگ میں جو شاندار کردار ادا کیا ہے وہ قومی تاریخ کا سنہری باب ہے۔ بری فوج بحریہ اور فضائیہ کی بے حد ممنون وشکر گزار ہے۔ جن کی مدد کے بغیر وہ کامیابی وفتح مشکل تھی۔ جو اللہ نے عطا کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپ نے سپاسنامہ میں میری ناچیز خدمات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ میں اس اخلاص کے لیئے شکرگزار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پوری ملت پاکستان اس اعزاز میں



کمانڈرانچیف پاکستان آرسی موتا باؤ ریلوے سٹیشن پر
لفٹیننٹ کرنل اقبال عینک پہنے ہوئے ہیں



پاکستان کے کمانڈرانچیف اور بھارت کے چیف آف سٹاف
جنرل چودھری چکلالا کے ہوائی اڈے پر

شریک ہے۔ جس نے اپنے عظیم رہنما صدر ایوب کی قیادت میں نہ صرف حیرت انگیز اقتصادی ترقی کی ہے۔ بلکہ اپنی ممتاز انفرادیت کا لوہا دنیا سے منوا لیا۔ میں اس شرف وسعادت پر اللہ کے حضور میں عاجزی سے سجدہ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس آزمائش میں میں بھی خادمان ملت میں شامل تھا اس تقریب میں بحریہ کے کمانڈر انچیف وائس ایڈمرل اے۔ آر خان تینوں سروسوں کے حکام کمشنر سید دربار علی شاہ بلدیہ کونسلروں اور عمائدین شہر نے شرکت کی۔ جنرل موسیٰ کی تقریر کے دوران جوش و خروش سے بار بار تالیاں بجائی گئیں۔ وہ تقریب میں شرکت کے لئے جب بلدیہ پہنچے تو عوام کے ہجوم نے ان کا پُرجوش نعروں سے استقبال کیا۔ یہی صورت ان کی واپسی میں پیش آئی۔

تئیس دسمبر:۔

گدڑا کے علاقے میں ہندوستان کے ایک گشتی دستے نے ہمارے علاقے میں گھس آنے کی کوشش کی۔ ہماری فوج نے اسے للکارا۔ اور جوابی کاروائی میں ایک ہندوستانی سپاہی ہلاک اور دو شدید زخمی ہو گئے۔ زخمیوں کو سٹریچروں میں پیچھے لے جاتے ہوئے دیکھا گیا۔

چوبیس دسمبر:۔

راجستھان ہی کے محاذ کے جیسلمیر سیکٹر میں ہندوستان کے ایک گشتی دستے کو للکارا۔ تو اس دستے نے گولی چلا دی۔ مگر جب ہماری طرف سے بھی جواب میں گولی چلائی گئی۔ تو ہندوستان کے گشتی دستہ نے بھاگنا شروع کر دیا۔ دونوں طرف سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

پچیس دسمبر :-

گدڑا کے علاقے میں ہندوستانی فوجوں نے ہمارے گشتی دستے پر جو اپنے علاقہ میں گشت کر رہا تھا پہلے گولیاں چلائیں اور بعد میں ان پر توپ کے گولے بھی برسائے۔ لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس محاذ کے شمال میں سندرا کے علاقے میں ہندوستان کے ایک گشتی دستے نے ہماری کنٹرول لائن کے قریب آنے کی کوشش کی۔ مگر جب ہماری فوج نے جوابی کارروائی کی تو ہندوستانی بھاگ کر اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔

اس دن پاکستانی افواج نے اگلے مورچوں میں قائد اعظمؒ کا یوم ولادت بھی منایا۔ اس دن بڑے کھانوں کا بھی انتظام کیا گیا۔ اور پاکستان کی خوشحالی اور ترقی کے لئے دعائیں بھی کی گئیں۔

اٹھائیس دسمبر :-

اتوار کو راجستھان کے جیسلمیر سیکٹر میں ہندوستان کے ایک گشتی دستے نے ہمارے مفتوحہ علاقے میں گھس آنے کی کوشش کی۔ ہماری فوجوں نے جوابی کارروائی کی۔ ایک ہندوستانی سپاہی قید بھی کر لیا گیا۔

انتیس دسمبر :-

آج راجستھان سیکٹر میں شمالی خچو کی سندرا کے علاقے میں اکا دکا فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ مگر اس فائرنگ سے کو جانی نقصان نہیں ہوا۔

سات جنوری :-

باوثوق ذرائع سے یہاں آمدہ اطلاعات کے مطابق بھارتی حکومت کی

غذائی پالیسی کے خلاف راجستھان کے طول و عرض میں بھوکے مظاہرین ۔ اور پولیس کے درمیان ہنگاموں کا سلسلہ تیز ہوگیا ہے ۔ راجستھان کے شہر جے پور ۔ اودے پور ۔ اجمیر شریف ۔ گنگا نگر ۔ جیسلمیر اور جودھپور میں بھوکے عوام کے مظاہرے جاری ہیں ۔ بھارتی فوج نے ان مظاہروں پر قابو پانے کے لئے بڑے پیمانے پر گرفتاریوں کا سلسلہ جاری کردیا ۔ ان شہروں میں غذائی اجناس کی قلت انتہائی سنگین صورت اختیار کرگئی ہے ۔ لوگوں کو راشن کے حصول کے لئے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے ۔ اطلاعات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غذائی قلت کی اتنی سنگین صورت اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب بڑی تعداد میں بھوکے دیہاتی عوام شہروں کو ہجرت کررہے ہیں ۔ مرکزی اور صوبائی حکومتیں اتنی سنگین صورت حال کے باوجود ضرورت کے مطابق غلہ راجستھان کو فراہم کرنے میں ناکام رہی ہیں ۔ جے پور ۔ اجمیر شریف اور دیگر شہروں میں پولیس اور بھوکے عوام کے درمیان شدید جھڑپیں ہونے کے باوجود سینکڑوں افراد کو گرفتار کرلیا گیا ۔

ذرائع نے بتایا ہے کہ غذائی قلت کے باعث راجستھان میں جرائم کی وارداتوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے ۔

دیہی علاقوں میں غلہ کے گودام ، مکانات اور دکانیں ، لوٹنے کی وارداتیں عام ہوگئی ہیں ۔ گرفتار شدگان میں اکثریت مسلمانوں ۔ اور دیگر اقلیتی فرقے کے لوگوں کی ہے ۔

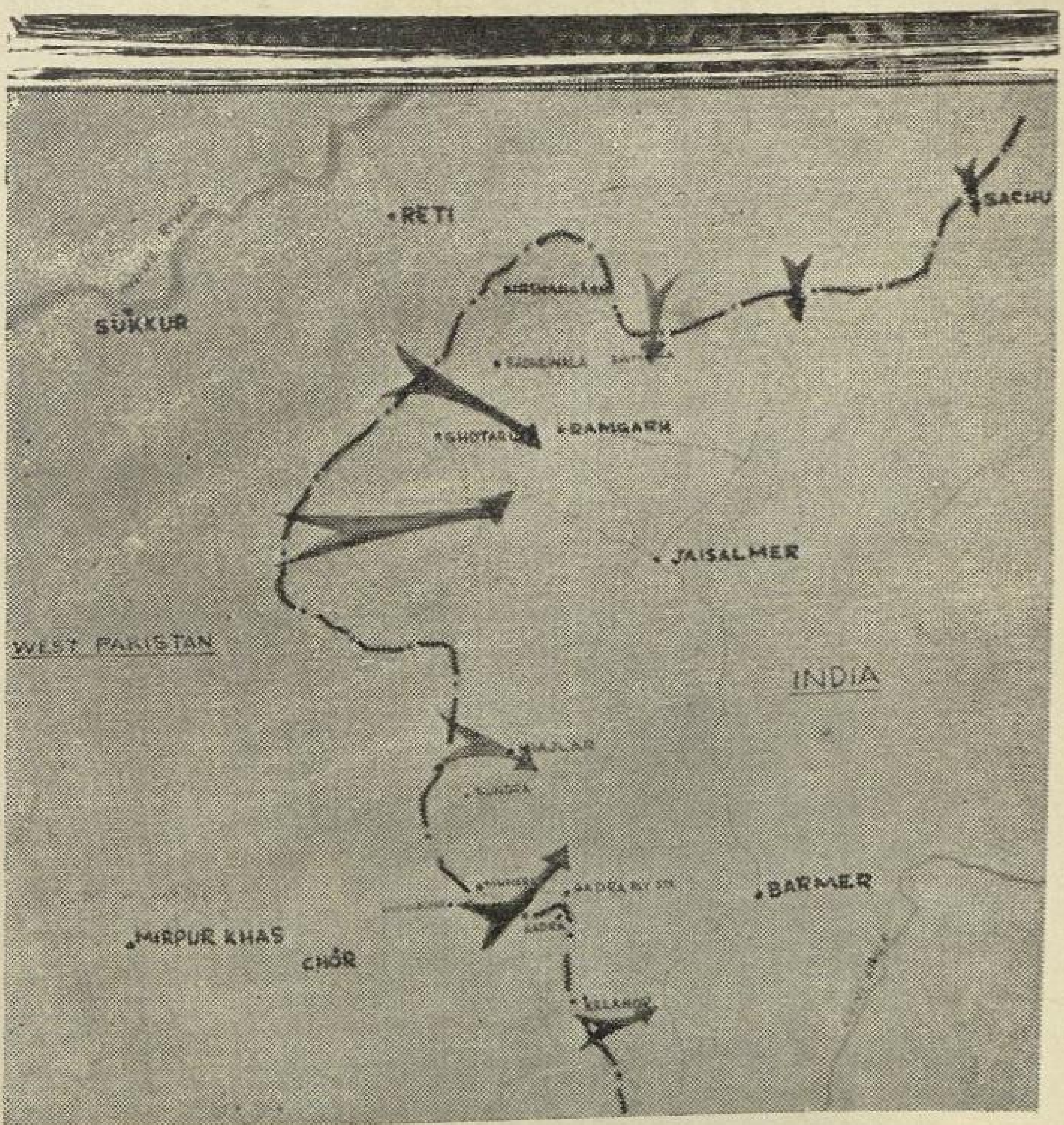
راجستھان کی سرزمین

اسلام کے مشہور بادشاہ سلطان محمود غزنوی کے قدم جس سرزمین نے چومے اور جس کی مجاہد فوج کافروں کو کچلنے کے لئے جس جذبہ جہاد کے تحت جس سرزمین پر سے سومناتھ پر حملہ کرنے کے لئے گزری۔ جس علاقے کو سلطنت مغلیہ کے سب سے عظیم بادشاہ اکبر اعظم کے جائے ولادت ہونے کا فخر حاصل ہے۔

احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں پانی پت کی لڑائی میں حصہ لینے کے لئے جس سرزمین سے مجاہدین کا لشکر گزرا۔ اُسے ہی راجستھان کہتے ہیں۔ راجستھان کا علاقہ تقسیم ہند سے پہلے چھ ریاستوں پر مشتمل تھا۔ اور اور اسے راجپوتانہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس وقت اس میں مندرجہ ذیل ریاستیں تھیں۔

جودھپور۔ بیکانیر۔ جیسلمیر۔ جے پور۔ الور اور ٹانک۔

ٹانک ریاست کا حکمراں مسلمان تھا۔ باقی تمام راجے ہندو تھے۔ ہندوستان کے مشہور شہر اجمیر شریف میں ریزیڈنٹ جنرل مقیم ہوا کرتا تھا۔ جو کہ ان تمام ریاستوں پر حکومت ہند کی طرف سے کنٹرول کرتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد اصلاحاتی دور شروع ہوا اور یہ ریاستیں ختم کردی گئیں۔ راجپوتانہ



راجستھان کے وہ علاقے جن پر ستمبر ۶۵ء کی جنگ میں
پاکستانی جوانوں نے قبضہ کیا تھا

کی چھ ریاستوں کو متحد کر کے اسے ہندوستان کا ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اور اس کا نام راجستھان رکھا گیا۔

اس محاذ کی لڑائی سے واقفیت رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ پڑھنے والوں کو اس علاقے کے بارے میں پوری طرح واقفیت ہو۔ اس لئے یہ کوشش کی گئی ہے کہ صرف اس سرحدی علاقے کا ذکر کیا جائے جہاں پر اس محاذ کی مشہور و معروف لڑائیاں لڑی گئیں۔ راجستھان کا یہ علاقہ رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا۔ لیکن آبادی اور معیشت کے اعتبار سے سب سے زیادہ پسماندہ ہے۔ اس کا بیشتر علاقہ ریگستانی ہے۔ اس ریگستانی علاقے میں میلوں تک ریت کے ٹیلوں کے علاوہ آبادی کا نام ونشان تک نظر نہیں آتا۔ مواصلات کے ذرائع بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ البتہ چند راستے ضرور ہیں۔ مگر یہ بھی اس درجہ ناقص ہیں کہ جیپ جیسی ہلکی گاڑیاں بھی پھنس جاتی ہیں۔ اور ایک چوکی سے دوسری چوکی کے درمیان دو تین چکر لگانے کے بعد گاڑی ناکارہ ہو کر رہ جاتی ہے بعض علاقوں میں بالکل راستہ نہیں۔ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ایک ایک ہفتہ کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ پاک و ہند کی سرحد کے نزدیک ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اس علاقے کو دیکھ کر ہی اونٹ کی افادیت اور اس جانور کی پیدائش کا مقصد سمجھ میں آتا ہے۔

یہ علاقہ پورے ملک میں اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ بھارت کے جارحانہ حملے کے بعد صرف تھرپارکر کے ضلع میں بارہ سو مربع میل علاقے کا

اضافہ ہوا۔ اس علاقہ میں پانی کی فراوانی بہت ہی اہمیت رکھتی ہے یہاں کنوؤں کے نام بھی رکھے جاتے ہیں۔ نام تو کیا ان کی باقاعدہ شخصیت ہوتی ہے۔ یہی حالات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سے واقعات کے رخ بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

رہائش کے طریقے

عموماً ان لوگوں کی رہائش کنوؤں کے نزدیک ہوتی ہے۔ یہ لوگ جھونپڑیاں اکثر لکڑیوں۔ جھاڑیوں۔ اور مٹی سے اس قدر مضبوط بناتے ہیں کہ بارش پڑنے پر ایک بوند بھی اندر نہیں ٹپکتی۔ لوگ اکثر خانہ بدوشوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ موسم کی تبدیلی کے ساتھ یہ لوگ اپنی قیام گاہیں بھی تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

اقوام

راجستھان میں مذہباً دو قومیں آباد ہیں۔ نمبر ۱:۔ مسلمان قومیں نمبر ۲:۔ ہندو قومیں۔

نمبر ۱۔ مسلمان قومیں :۔ سائند۔ جانیاں، سومرو۔ سمیجا۔ کھوسہ، راہموں، منگریہ، لجو، لدس کوڑیا۔ سماں۔ جونیجہ۔ بلوچ۔ کرن۔ سید۔ پیر۔ منگراس۔ نکر



حر مجاهدین دشمن کی تاک میں



اخباری نمائندے راجستھان کے ایک مقام کی
سیر کر رہے ہیں

کمہار - مالیپوٹہ - پکی - حجام - شیخ - راجڑ - بجیر اور مراثی آباد ہیں۔ ان لوگوں کی زبان تھری ہے - اکثر سندھی بولتے ہیں - ان قوموں کی ضروریات زندگی کے برتن کمہار مٹی سے تیار کرتے ہیں - لوگوں کے بال کاٹنے اور بچوں کے ختنوں کے لئے حجام قوم ہوتی ہے - مراثی - لوگوں کی شادی بیاہ اور خوشی کے کاموں میں گانا گاتے ہیں - باقی تمام قومیں کھیتی باڑی کا کاروبار کرتی ہیں - اس علاقہ میں اکثریت راہموں - اور سیمجا قوم کی ہے -

ہندو قومیں :- ٹھاکر - بنیہ - میگھواڑ - سوتراڑ - جھیل گرڑو - کھتری - جادن - برہمن - کوہلی اوڈو - لوہار - سنیار - سامی - ہندو بجیر - آباد ہیں -

یہ لوگ مذہباً گائے کو ماتا سمجھتے ہیں - احتراماً اس کی عزت کرتے ہیں - گائے کا گوشت نہیں کھاتے -

ان قوموں میں بنیہ قوم دوکانداری کرتی ہے - میگھواڑ چمڑے کا کام کرتے ہیں - مثلاً - جوتے بنانا - اور چمڑے سے رسے بنانا ان کے کام میں شامل ہے - باقی تمام قومیں کھیتی باڑی کرتی ہیں -

موسم

یہاں سال میں تین موسم ہوتے ہیں نمبر ۱: موسم گرما - نمبر ۲: موسم سرما نمبر ۳: موسم برسات -

موسم گرما:- موسم گرما میں دن کو گرمی پڑتی ہے۔ گرم ہوا ریت کو اڑاتی ہوئی خوب چلتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس موسم میں کوئی فصل وغیرہ نہیں ہوتی۔ گرمی کی وجہ سے یہاں اکثر لوگ بیمار ہو جاتے ہیں۔

موسم سرما:- موسم سرما میں دن کو گرمی پڑتی ہے۔ مگر رات کے وقت سخت سردی پڑتی ہے۔ بعض اوقات سرد ہوا کے جھونکے بھی آتے رہتے ہیں۔ اس موسم میں بھی کوئی فصل وغیرہ نہیں ہوتی۔

موسم برسات:- برسات کے موسم میں کبھی کبھی بارش ہو جاتی ہے جس کی بدولت سبزہ زار درخت۔ گھاس اور جڑی بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جنہیں جانور خوش ہو کر کھاتے ہیں۔ اس علاقہ میں ہموار زمین پر جوار۔ باجرہ۔ تل اور جر لونز سے بوئے جاتے ہیں۔ یہی لوگوں کی تمام آمدن ہے۔

مویشی

اس علاقے میں گائے۔ اونٹ۔ گھوڑا۔ بھیڑ۔ بکری اور گدھے پالے جاتے ہیں۔ اونٹ گھوڑے اور گدھے سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ ان سے ہل بھی چلاتے ہیں۔ بھیڑ بکریاں اور گائے سے دودھ اور گھی حاصل کیا جاتا ہے۔ بھیڑ کی پشم سے وہ دوشالیں اور

بوریاں بنائی جاتی ہیں۔

جانور اور پرندے

جانوروں میں ہرن، لومڑی - بلو - سور اور سا پائے جاتے ہیں - پرندوں میں تیتر - مور - کبوتر - باز - تلیر - بٹیر - کانگ اور ہر لوپڑ پائے جاتے ہیں - یہاں کے لوگ شکار بالکل نہیں کرتے - اسلئے مور اور کبوتر - لوگوں کے گھروں میں پھرتے نظر آتے ہیں - یہاں پر سانپ اور چوہے بہت زیادہ ہیں - یہاں پر ایک قسم کا سانپ پایا جاتا ہے - جو کہ بہت ہی خطرناک قسم کا ہوتا ہے - اکثر رات کو نہر انسان کے منہ پر پھونک کر نیگ جاتا ہے - جس سے انسانی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے - زیادہ تر سانپ برسات کے موسم میں نظر آتے ہیں -

نرخ اشیاء

راجستھان کے اکثر علاقوں میں کوئی بڑا شہر واقع نہیں ہے اسلئے اس علاقے میں چیزیں بہت ہی سستی ہیں - مثلاً دیسی گھی - پانچ روپے سیر - دودھ چار آنے فی سیر - دریائی بکرا تقریباً (دس) روپے میں دستیاب ہو جاتا ہے - وغیرہ وغیرہ

خوراک

ان لوگوں کی خوراک باجرہ ہے۔ یہ لوگ خربوزے بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ جو کہ یہاں پر کچھ میلوں تک کثیر تعداد میں۔ جنگلی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جنگلی پیداوار یعنی درختوں کی پھلیاں۔ جیالی کے درخت کا پھل اور پھوگ (ایک قسم کا گھاس) پکا کر گزارہ کرتے ہیں۔ جب اس علاقے سے ٹڈی کا گزر ہوتا ہے۔ تو یہ بوروں کے حساب سے پکڑ کر اسے سال بھر کے بیشتر حصہ میں کھاتے رہتے ہیں۔ کریر کا پھل (ڈیلا) بھی کھایا جاتا ہے موسم برسات میں تونبہ کے بیج نکال کر پانی سے صاف کرکے باجرے کے آٹے میں ملا دیتے ہیں۔ اور اس آٹے کو دودھ میں ملا کر بڑے مزے سے پی جاتے ہیں۔

عورت

اس علاقے میں عورتوں سے بہت زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ یہ کھیتوں میں ہل بھی چلاتی ہیں، بال بچوں کی رکھوالی اور کھانا بھی پکاتی ہیں۔ یہ جانوروں کی دیکھ بھال اور پانی کی فراہمی کے لئے گھڑے سر پر اٹھا کر کنوؤں سے خود پانی بھر کر لاتی ہیں۔ عورتیں چکی بھی چلاتی ہیں الغرض تمام کام عورتوں سے لیا جاتا ہے۔

لباس

امرا اور غربا سب کا لباس ایک جیسا ہوتا ہے ۔ مرد سر پر پگڑی چوبیس گز تک لمبی ہوتی ہے ۔ باندھتے ہیں ۔ شلوار اور قمیض پہنتے ہیں ۔ کبھی کبھی خوشی کے موقع پر اجرک (چادر) باندھتے ہیں ۔ پاؤں میں عام دیسی چمڑے کے جوتے پہنے جاتے ہیں ۔

زنانہ لباس

یہاں کی عورت آج بھی وہی ہے ۔ جو صدیوں پہلے تھی ۔ ان کے لباس زیورات اور روزمرہ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں پڑا ۔ بالوں کو وہی [illegible] گلے میں وہی جھوٹے موتی ۔ چاندی کے سکوں کی لڑیاں اور بازو جسم کو پوری طرح ڈھانپ پہننے والا لباس ۔ جو کہ ایک گھگھرا ۔ قمیض اور چنی پر مشتمل ہوتا ہے ۔ عموماً عورتیں کپڑے رنگدار پہنتی ہیں ۔ بانہوں میں بے شمار کڑیاں پہنتی ہیں ۔ اگر عورت ہندو مذہب سے متعلق ہو تو یہ چوڑیاں اس کے پورے بازو پر پہنائی جاتی ہیں ۔ بیوہ عورت یہ کڑیاں نہیں پہنتی ۔

پردہ

گاؤں میں پردہ نہیں کیا جاتا ۔ مگر اجنبیوں سے پردہ سختی سے

کیا جاتا ہے۔ بعض اوراوقات تو پردہ اس قدر سخت کیا جاتا ہے کہ سوائے بھوری آنکھوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں پر عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ حسین ہوتی ہیں۔ مگر یہ حسن مستور رہتا ہے۔

صحت

اس علاقہ کے لوگوں کی صحت اکثر اچھی نہیں بہت سے لوگ ڈبا کے موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ اکثر لوگوں کی آنکھیں خراب رہتی ہیں۔ پانی کی کمی کی وجہ سے یہ لوگ سخت گرمی میں بھی بہت کم نہاتے ہیں۔ ان لوگوں کے دانت بیڑی پینے سے عموماً خراب رہتے ہیں۔

"مہمان نوازی"

یہ لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ مہمانوں کے لئے ایک علیحدہ جگہ بنی ہوئی ہوتی ہے جسے یہ لوگ اوطاق کہتے ہیں۔ وہاں مہمان کے لئے بستر اور چارپائیاں موجود ہوتی ہیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ یہاں مہمانوں کے لئے چائے کا رواج عام ہو چکا ہے۔

تعلیمی انتظام

یہاں تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ کہیں کہیں آج کل پرائمری سکول کھول دیئے گئے ہیں۔ یہاں سندھی کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہائی سکول اکثر تحصیل ہیڈکوارٹروں میں وقوع پذیر ہیں۔

امن عامہ

یہاں پر تھانے صرف تحصیل ہیڈکوارٹروں میں ہوتے ہیں اور اس علاقے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پولیس چوکیاں قائم کر دی گئی ہیں۔ یہاں پر چند سال پہلے ڈاکہ زنی کی وارداتیں بہت زیادہ ہوا کرتی تھیں۔ مگر آج کل ان پر قابو پالیا گیا ہے۔

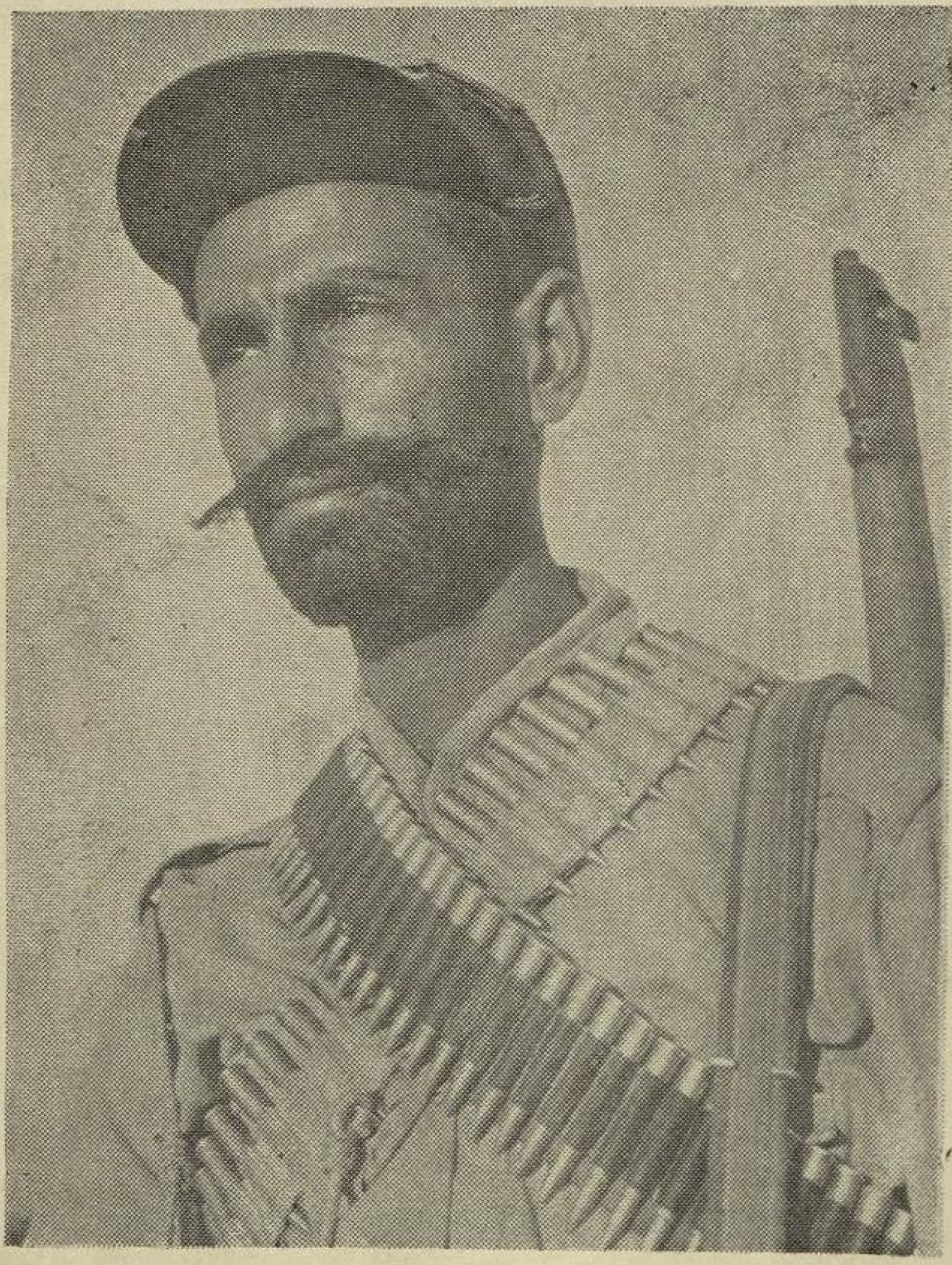
سمگلنگ

سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہ سمگلروں کا مسکن تھا اکثر سمگلر اونٹوں پر گندم لاد کر ہندوستان لے جاتے تھے۔ اور وہاں سے الائچی، کالی مرچ، کپڑا اور بیڑی کے پتے لاتے تھے۔ مگر مارشل لاء کے نافذ ہونے کے بعد سمگلنگ پر پورا پورا قابو پالیا گیا ہے۔ اس کارکردگی کا سہرا انڈس رینجرز کے سر ہے۔

بنیادی جمہوریت

اس علاقے میں بھی بنیادی جمہوریت کا نظام رائج کر دیا گیا ہے۔ مگر یہاں پر زیادہ تر فیصلے قبیلے کی پنچایت کرتی ہے۔ گاؤں میں بزرگ آدمی کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ پنچایت کے فیصلوں کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اس کی سزا بہت کڑی ہے۔ یعنی اس شخص سے لین دین اور حقہ پانی بند کر دیا جاتا ہے۔

کمال کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اتنی سخت اور جفاکش زندگی گذارنے کے باوجود بہت مطمئن اور خوش و خرم ہیں۔ اور اپنی حالت کو بدلنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ موجودہ دور کی ترقی کو بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔



حر مجاهد

بہادر حُر

جب پاکستان کی سرحدوں پر بھارت کی مسلح افواج نے بغیر اطلاع دیئے بزدلوں کی طرح حملہ کیا اور جنگ چھڑ گئی ۔ اور ملت پاکستان وطن کی محبت کے جذبے سے سرشار اپنے عظیم رہنما فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی قیادت میں ہندو سامراج کی یلغار کو اپنی مقدس سرزمین سے پیچھے دھکیلنے لگے اور پاک بری بحری اور فضائیہ افواج نے دشمن کے قدم اکھیڑنے شروع کر دیئے اس وقت وطن پاک کی سرحدوں پر شہیدان وطن اپنے لہو سے تاریخ اسلام میں شجاعت ، ایثار ۔ دلیری اور حب الوطنی کے ایک سنہری باب کا اضافہ کر رہے تھے اور سندھ کے غیور حُر سرکاری حکام سے اذن جہاد مانگ رہے تھے ۔ اور یہ مطالبہ اور جذبہ اتنا شدید تھا کہ سرکاری حکام کے لئے ایک مسئلہ بن گیا ۔ تمام حُروں کے اس جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے پیش نظر حکومت نے حُروں کے پیشوا حضرت پیر سکندر علی شاہ مردان ثانی کو اپنے مرید بھیجنے کی اجازت دیدی ۔ پیر صاحب نے سب سے پہلے سب حُروں کو عمرکوٹ میں جمع ہونے کا حکم دیا ۔ جیسے یہ فرمان

حروں تک پہنچا وہ عمر کوٹ کی طرف سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوتے گئے۔ اور دو تین دن کے قلیل عرصہ میں حروں کے ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ پیر صاحب نے اپنے مریدوں کو اکٹھا کر کے یہ خوشخبری سنائی کہ حکومت نے انہیں کافروں کی سرکوبی کے لئے اس جہاد میں حصہ لینے کی اجازت دے دی ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ اب ہمارے لئے وقت ہے کہ ہم سرحدوں پر خود پہنچ کر دشمن کے ناکام عزائم کو خاک میں ملا دیں۔ پیر صاحب نے اپنے مریدوں کو ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی دی کہ وہ دشمن پر کاری ضربیں لگائیں۔ اور انہیں اسلام کے ان زریں اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں اور نا داروں پر ہاتھ نہ اٹھائیں اور اپنے کمانڈروں کی ہدایت پر عمل کریں اور ان کی اطاعت دل و جان سے قبول کریں اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے افضل اور برتر ہے۔

تاریخ پاکستان سے واقفیت رکھنے والے مسلمانوں کو معلوم ہے کہ سندھ کے پیر پگاڑو نے برطانیہ کے دورِ حکومت میں کس جرأت اور شجاعت کا ثبوت دیا تھا، اور حر قوم کتنی دلیر اور بہادر ثابت ہوئی۔ ان لوگوں کے دلوں میں جہاں آزادی کی تڑپ تھی وہاں ان کے سینے نور اسلام سے منور تھے۔ حروں کے خلاف تحریک آزادی میں حصہ لینے والے کئی قید کر دیئے گئے۔ سینکڑوں



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی حر لیڈروں سے بات چیت
کررہے ہیں - بریگیڈیر خداداد خان انکے دائیں
کھڑے ہیں

کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ ان کو کچلنے کے لیئے انگریزوں نے انڈس رینجرس فورس کا قیام بھی کیا۔ مگر یہ مجاہد ان تمام مشکلات اور گھٹاؤں کے باوجود انگریزوں کے سامنے بالکل نہ جھکے۔ سابق سندھ کے کانگریسی لیڈروں نے انگریزوں کے ساتھ ساز باز کرکے اُن کے روحانی پیشوا صبغت اللہ شاہ ثانی کے خلاف مقدمات کرکے اُن کی عظمت اور شان کو ماند کرنا چاہا۔ مگر یہ مقدمات سے بری ہوگئے۔

۱۹۳۰ء میں پیر صاحب پر من گھڑت الزامات لگاکر انہیں عمر بھر قید کی سزا دی گئی۔ مگر حروں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ چنانچہ پیر صاحب کو چھ سال کے بعد ۱۹۳۶ء میں حکومت نے رہا کر دیا۔

نومبر ۱۹۴۱ء میں پھر گرفتار کرلئے گئے۔ حروں نے اس دفعہ شدت سے احتجاج کیا اور صف آرا ہوکر انگریزوں کے خلاف میدان میں آگئے۔

اس دفعہ حروں کی تحریک نے بغاوت کی صورت اختیار کرلی۔ سنگین حالات کے پیشِ نظر انگریزوں نے جون ۱۹۴۲ء کو حروں کے علاقے میں مارشل لاء نافذ کردیا۔ اس وقت فوج کی کمانڈ جنرل رچرڈسن کے ہاتھ میں تھی۔ جس نے ظلم و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔ پیر صاحب کے گادی "پیر جو گوٹھ" کو بالکل مسمار کر دیا۔ پیر صاحب کے اکثر مریدوں کو پھانسی کی سزا دے دی گئی۔ سرکردہ لیڈروں کو گولی

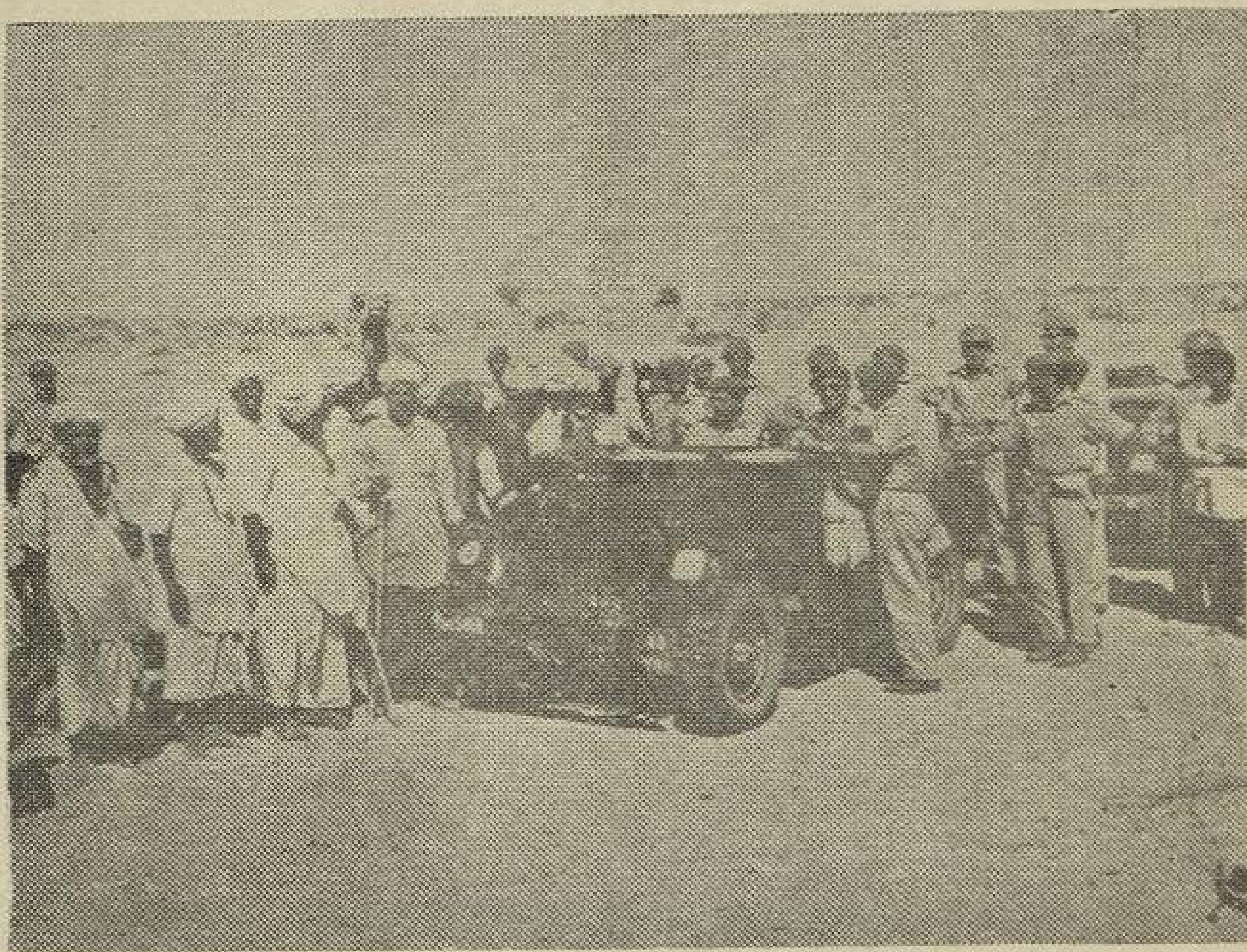
کا نشانہ بنا دیا گیا۔ پیر صاحب پر دوبارہ مقدمات دائر کر دیئے گئے۔ ان پر من گھڑت الزام ٹھونس کر انہیں پھانسی کی سزا دی گئی۔

۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء کو حیدرآباد جیل میں پھانسی دے دی گئی اور ان کی لاش کو پوشیدہ طور پر نامعلوم جگہ پر پہنچا دیا گیا۔ پیر پگاڑہ کی گدی ختم کر دی گئی اور ان کے دونوں بیٹوں کو تعلیم کے بہانے ولایت بھیج دیا گیا۔

آزادی کا آفتاب طلوع ہوا۔ گدی دوبارہ بحال کر دی گئی ۱۹۵۲ء کے اوائل ایام میں سید سکندر علی شاہ کی گدی بحال کر دی گئی۔ یہی حر جو پاکستان بننے سے پہلے تک قانون اور نظم و نسق کا ایک بہت بڑا مسئلہ بنے رہے وہ اپنے آزاد وطن کے پرامن اور وفادار اور بہترین محافظ سٹزن بن گئے۔

پیر صاحب کی کئی قومیں مرید ہیں یہ سب حر کہلاتے ہیں۔ ان قوموں میں منگریہ، راجڑ اور گاہے بہت بہادر اور جنگ جو سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھمبھرے اور سیمجا، سمے، مدا اور کئی دوسری قومیں بھی مرید ہیں جو بہادری اور شجاعت میں اوروں سے کم نہیں ہیں، ہر قوم کی نمائندگی ستر چنے ہوئے افراد کرتے ہیں جن میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

ان ستر چنے ہوئے آدمیوں کی پارٹی کو چوکی کہتے ہیں۔ یہ



سندھ فورس کمانڈر بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر ایس کیو اے
حر مجاہدوں سے بات چیت کر رہے ہیں - لفٹیننٹ کرنل
محمد اقبال جیپ میں ساتھ بیٹھے ہیں



حر مجاہد دشمن کی تاک میں

چوکیاں باری باری ایک ماہ تک پیر صاحب کی خدمت اور کام کے لئے اُن کے گاؤں ہی میں رہتے ہیں۔ پیر صاحب کی رہائش اور گدی سکھر اور جیکب آباد کے درمیان ایک چھوٹے سے گاؤں "پیر جو گوٹھ" میں ہے یہاں کی حسین و جمیل مسجد قابل دید ہے۔

اس جگہ عید الفطر پر ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ جس میں شرکت کے لئے لوگ دور دراز جگہوں سے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بہت سے مرید جو ہندوستانی باشندے ہیں چھپ کر سرحد کے پار اس میلے میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں۔

اس میلے میں پیر صاحب کی زیارت بھی مریدوں کو ہوتی ہے اور اس زیارت کے دوران لاکھوں روپے پیر صاحب کو بطور نذرانہ پیش کئے جاتے ہیں۔

ان کے مریدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ رحیم لنگریہ حُر جو علاقے کا بادشاہ مانا جاتا ہے وہ بھی پیر صاحب کے مریدوں میں ایک خاص مرید ہے۔

لونگ راجڑ نامی ڈاکو جس کے نام سے انگریز تھرا جاتے تھے انہی کا مرید تھا۔ ان کے مرید ہر طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کے مریدوں میں محمد حیات جونیجو آف چوٹیاری سید وریل شاہ آف چوٹیاری صدیق راجڑ آف ٹھٹھہ۔ سہراب راجڑ آف گڑھ ڈھنگ تڑ جیسے امیر و کبیر آدمی بھی شامل ہیں۔ ان کے مرید ہندوستان میں بھی

لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں ۔ حُر مجاہدوں نے محاذوں پر جنگ میں منظم کردار ادا کیا ہے اور وہ بالکل منفرد ہے ۔

حُر مجاہد خاص کر دشمن کی طاقت، نفری اور اُن کے مورچوں کی کھوج لگانے والی مہموں میں پاکستانی افواج کے بہت کام آئے یہ مجاہد اس علاقے میں ریت کے ایک ایک ٹیلے سے واقف ہیں اس کے علاوہ پاؤں کے نشانات پہچاننے میں بھی ماہر ہیں ۔ وہ نقوشِ پا دیکھ کر بڑی بے تکلفی سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ کس علاقے میں کتنے مویشی اور کتنے انسان ہیں ۔ وہ پہلے کہاں تھے اور اب کہاں چلے گئے ہیں ۔ کسی اجنبی کا گزر ہوا ہے یا نہیں ۔ یہ لوگ رات کے اندھیرے میں بھی راستوں پر چل سکتے ہیں ۔ یہ پوری طرح جانتے ہیں کہ آبادی کہاں ہے ۔ سڑک اور ریلوے لائن کہاں ہے اور پانی کہاں سے مل سکتا ہے ۔ اس قسم کی معلومات فوج کے لئے اجنبی علاقوں میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے ۔

اس کے علاوہ یہ رائفل کے نشانہ باز بھی ہیں ۔ اُن کی گولی کبھی ضائع نہیں جاتی ۔ یہ لڑائی کے اصولوں اور ڈھنگ کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور گوریلا لڑائی میں اُن کا کوئی ثانی ہی نہیں ۔

رہبری کا کام بھی بہت اچھا سر انجام دیتے ہیں ۔ اس لڑائی میں انہوں نے جس بہادری، شجاعت اور غازیانہ جذبے کا اظہار کیا اس کی مثال نہیں ملتی ۔

اس لڑائی میں حُر لیڈروں لعل خان - ابراہیم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں - حُروں کی فقید المثال قیادت میں مجاہدوں کے یہ لشکر ہر محاذ پر بہت ہی اچھے لڑے - آخر میں میں یہ کہوں گا کہ حُر مجاہدوں نے ہر معرکہ میں اپنی فوج کا اس کٹھن کام میں پُورا پورا ہاتھ بٹایا -

اس جنگ میں پیر پگاڑو کی ایک اور قوم رند جو کہ بلوچستان سے تعلق رکھتی ہے اُس نے خان محمد رند کی زیر قیادت فوج کا ہاتھ بٹایا -

پیر پگاڑو کے ان مجاہدوں کے لشکروں کی قربانی و جذباتی تاریخ کے باب میں ایک اور اضافہ ہوا ہے جس پر دُنیائے اسلام کو اور خاص کر مسلمانان پاکستان کو فخر اور ناز ہے اور رہے گا -

سندھ رجمنٹ کی تجویز

صوبائی اسمبلی کے رکن سردار محمد بخش نارنجو نے صدر ایوب سے اپیل کی کہ ہنگامی حالات اور قومی ضرورت کے پیش نظر سندھ رجمنٹ قائم کی جائے - تاکہ سابق سندھ کے باشندے بھارتی جارحیت کے مقابلہ کرنے میں ملک اور قوم کو اپنی خدمات پیش کر سکیں -

انہوں نے کہا کہ اس علاقے کے عوام اور مادر وطن کے لئے اپنا

سب کچھ قربان کر دینا چاہتے ہیں۔ سردار محمد بخش ناریجو نے اس ضمن میں سندھ کے بہادر حروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ بہادر اور حب الوطن حروں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سندھ کے باشندے مناسب فوجی تربیت کے بعد نہ صرف اپنے ملک کے دفاع کے مؤثر طاقت ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ دشمن کو ہر محاذ پر عبرتناک شکست دینے کی مکمل صلاحیت، عزم اور حوصلہ رکھتے ہیں۔ سندھ کا حر قبیلہ سید احمد شاہ بریلوی شہید کی اپیل پر سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف صف آرا ہوا تھا۔ اس بہادر قبیلے نے ثابت کر دیا۔ کہ مسلمان کسی بھی قیمت پر باطل کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ بھارت سے حالیہ جنگ کے دوران حروں نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے سندھ رجمنٹ قائم کی جائے اور ملک کے بہادروں کو ملک اور قوم کی خدمات کا موقع دیا جائے۔

چند غازی، چند شہید

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے،
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

تاریخ نے ورق پلٹا ہے اور وہ تاریخ جو اب تک طارق بن زیاد، خالد بن ولید، محمد بن قاسم، ٹیپو سلطان کے قصے دہرا رہی ہے۔ آج نئے سرے سے جنم لے رہی ہے۔ کچھ ایسا لگتا ہے۔ کہ ہمارے ماضی کے مجاہد پھر میدان میں واپس آ گئے۔

افواج پاکستان نے جس طرح سینہ سپر ہو کر وطن کی سرحدوں کا دفاع اور اُس کی آبرو کا تحفظ کیا ہے۔ اُس سے ساری قوم میں اعتماد، اتحاد اور زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ عساکر کے دلیروں کی جرأت۔ شجاعت کی داستانوں سے اخبارات کے کالموں کے کالم روزانہ بھرے چلے آ رہے ہیں۔

اس کڑی آزمائش میں پاک سرزمین شیر دل جوانوں نے اپنی جرأت شجاعت، قربانی۔ فرض شناسی، اخلاص اور ایثار سے قوم کے دل میں جس طرح گھر کر لیا ہے اُس کا اندازہ قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، سیاسی پارٹیوں اور مختلف تنظیموں اور اداروں کے

بیانات اور خراج تحسین سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو انہوں نے عساکر پاکستان کے لئے دیں۔

سندھ فورس کے افسر اور جوان جنہیں جنگ کی بھٹی نے کندن بنا دیا ہے سپاہیانہ سکون، صلاحیتوں اور خود اعتمادی کے ساتھ اپنی جنگی ذمہ داری اور فرائض کو انجام دینے میں مصروف رہے، جنگ اگرچہ اس محاذ پر اعلان تاشقند تک جاری رہی لیکن مکار دشمن کے حملوں کے برخلاف کارروائی کے سلسلے میں پاکستان اپنے جوانوں سے جس سرفروشی کا طالب تھا انہوں نے نہ صرف اس سے زیادہ جانبازی کا مظاہرہ کیا بلکہ ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی مثال عالمی جنگ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ ایک ایسی جنگ تھی جسے ہر جوان اپنی ذاتی لڑائی تصور کرتا تھا اس لیے اُس نے جنگ میں زیادہ دلچسپی لی، جتنی ایک پیشہ ور سپاہی لیتا ہے۔ وہ ایک ایسے محب وطن، جاں نثار اور پُرجوش رضاکار کی حیثیت سے لڑا، شرارت پسند اور مکار دشمن کے حملوں سے اپنے ملکی دفاع کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عزم راسخ رکھتا ہو۔

شہیدوں نے اپنے خون سے اس ملک کی تاریخ کا ایک نیا باب لکھ دیا اور اُسی خون سے اُس کی بنیادوں کو اور مضبوط کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھروں کے چراغ گل کر دیئے تاکہ اُن کے

ہموطنیں کے گھروں کے چراغ روشن رہیں۔ اُن کی بیواؤں کا سہاگ لٹ گیا تاکہ وطن کی بہنوں کا سہاگ رہے۔ اُن کے بچے یتیم ہو گئے۔ تاکہ اوروں کے بچے یتیم نہ ہوں۔

ہمارے محبوب کمانڈر انچیف نے کئی بار اس بات کو دہرایا کہ اس فوج نے اتنے شاندار جرأت مندانہ کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ انتخاب کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ کہ کسے اعزاز دیا جائے۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ میں سے ہر شخص بڑی بہادری اور جانفروشی کے ساتھ لڑا ہے۔ آپ سب ایک آہنی عزم کے ساتھ اپنے ملک کے دفاع کے لئے لڑے ہیں۔ آپ ستائش اور صلے کی تمنا کا خیال کئے بغیر جان سپاری اور فرض شناسی کے جذبے سے معمور ہو کر لڑے۔

اگر حقیقت پوچھی جائے تو مسلمان کسی صلے، انعام یا ستائش کی خاطر نہیں لڑتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر جہاد کرتا ہے اور جو انعام و اکرام اُس کی طرف سے مسلمان کو ملتا ہے وہ سب سے بڑا اعزاز اور انعام ہے۔

میں اس باب میں جگہ کی قلت کی وجہ سے صرف اُن افسروں اور جوانوں کے کارنامے قلمبند کرتے ہیں جن کے پیچھے فقید المثال کارگزاری ہمت و شجاعت کے کارنامے اور غیر معمولی داستانیں وابستہ ہیں۔

سندھ فورس کمانڈر

بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان ایس۔کیو۔اے (موجودہ میجر جنرل) وزیبانہ قد، جائزہ لینے والی آنکھیں، سنجیدہ طبع، پُر وقار شخصیت، تلوار اور قلم کے دلدادہ اور اسی ماحول میں پروان چڑھے۔

بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان کو راجستھان کے علاقے کی دفاع اور دشمن کو برباد کرنے کی خدمت سپرد کی گئی۔ اتنے بڑے اور وسیع علاقے کا دفاع اس قلیل جمیعت کو کرنا کوئی سہل کام نہ تھا۔ جبکہ دشمن محاذ پر ایک بہت بڑی فوج سے حملہ آور ہوا۔ جسے بکتر بند دستوں اور توپ خانے کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔

بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر نے نہ صرف اس محاذ پر دشمن کی پیشقدمی روک دی بلکہ اس پر ایسی کاری ضربیں لگائیں اور اتنے شدید نقصانات پہنچائے کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

سندھ فورس ہی ایک واحد جمیعت تھی جس نے بریگیڈیر کی اعلیٰ قیادت میں دشمن کے سب سے زیادہ علاقے پر اسلام کا سبز ہلالی پرچم لہرایا۔ دشمن کے اس بڑے حملے کو رد کرنے اور اس کی قوت کو پاش پاش کرنے اور ایک بڑے علاقہ پر قبضہ کرنے کا سہرا سندھ فورس کمانڈر کے



میجر جنرل خواجہ محمد اظہر خان ایس کیو اے

سر ہے جنہوں نے اپنے فرائض کو نہایت عزم و جرأت سے سرانجام دے کر اور میدان جنگ میں اعلیٰ قیادت، اور موثر منصوبہ بندی کر کے دشمن کی قسمت کو ملیامیٹ کر دیا۔ اس مشکل مہم میں اُن کی موثر منصوبہ بندی فرض شناسی اور اعلیٰ قیادت کے اعتراف میں انہیں ستارۂ قائداعظم کا سول اعزاز عطا کیا گیا۔

مونا بھاؤ راجستھان کی فتح کا نشان ہے اور ان کے بچپن کی سچی تعبیر بچپن ہی سے فوج میں بھرتی ہونے کا شوق اُن کی ننھی ننھی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ یہ بچپن ہی سے جنگ و جدل کے کھیل اپنے ساتھیوں سے کھیلتے سکاؤٹ کی تنظیم میں شمولیت ان کے سپاہیانہ دور کا آغاز تھی۔

دوسری جنگ کے شعلے اپنے عروج پر تھے۔ ہر زبان پر جنگ کا چرچا تھا۔ اُن کے بچپن کا فوجی بھی جاگ اٹھا۔ اگرچہ اُن کے والدین کو ان کا فوج میں جانا پسند نہ تھا وہ اسے ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے مگر وہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود فوج میں داخل ہو گئے اور او ٹی ایس بنگلور سے گیارہ جنوری ۱۹۴۲ء کو فوج میں کمیشن حاصل کر لیا۔

بریگیڈیئر خواجہ محمد اظہر خان ۱۹۲۰ء میں بمقام ساگر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مسلم ہائی سکول اٹاوہ (یو۔پی) اور کرائسٹ چرچ ہائی سکول جبلپور سے حاصل کی۔ یہاں سے میٹرک کرنے کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی سے ایف ایس سی کی۔ مزاج میں تیزی اور حاضر جوابی بہت تھی۔ سال کا بہت بڑا حصہ تفریحات اور کھیل کود میں گزرتا۔

کرکٹ اور ہاکی کے بہترین کھلاڑی تھے۔ یہی کھیل انہوں نے فوجی زندگی میں بھی اپنایا۔ علی گڑھ کی طالب علمی اس چمک دمک کے ساتھ ختم کرنے کے بعد میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ جہاں سے فوج میں داخل ہونے کا شوق انہیں او ٹی ایس بنگلور لے آیا۔

یہ گھوڑا سواری کے بہت شوقین ہیں اور شکار کھیلنا تو ان کی زندگی کے مشاغل کا ایک اہم حصہ ہے۔ رغنوگراتی کے دلدادہ ہیں۔ باغبانی سے انہیں بچپن سے لگاؤ ہے اور فوجی زندگی میں اُن کے گھر میں خود لگائے ہوئے پھول اکثر پھولوں کے مقابلے میں اول یا دوم نمبر پہ آتے ہیں۔

اُن کے والد انڈین پولیس میں تھے۔ وہ پولیس میں پہلے مسلمان افسر تھے جنہوں نے نوکری کے اولین ایام ہی میں انڈین پولیس میڈل "کنگ پولیس میڈل" کا گراں قدر تمغہ برطانوی حکومت سے حاصل کیا۔ اُن کے والد صاحب کی گراں قدر خدمات ریاست بھوپال کے سپرد کی گئیں جہاں پر وہ چودہ سال لگاتار انسپکٹر جنرل آف پولیس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

اُن کے دادا جان نے دوسری افغان جنگ میں داد شجاعت دی۔ ان کے والد اور دادا جان کی لیاقت اور قابلیت اور فرض شناسی کی خوبیاں اور شجاعت اور بہادری ان کے خون میں چلی آئیں۔ ان کے علاوہ ان کی جواں ہمت ثابت قدمی، دُور اندیشی اور سلیقہ مند والدہ محترمہ نے ان کی صحیح تربیت کی۔

کھیل کود کے میدان میں بھی یہ کنبہ پیش پیش تھا۔ اس کنبے نے
علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے سات کرکٹ کپتانوں کو جنم دیا۔

یہ کنبہ جالندھر مشرقی پنجاب کے ایک ممتاز پٹھان گھرانے کی اولاد
ہے۔ تقسیم ہند کے وقت یہ کنبہ بھوپال میں تھا، اس لئے ان کی غیر موجودگی
میں ان کا سب کچھ لٹ گیا۔ تقسیم ہند کے بعد یہ پٹھان کنبہ سیالکوٹ
میں آباد ہو گیا۔

۱۹۴۴ء میں ان کی شادی اپنے ہی کنبے میں ہوئی۔ ان کے سات
بچے ہیں۔ سب سے بڑا بیٹا سردار محمد اظہر جو کیڈٹ کالج حسن ابدال کا
طالب علم ہے اس کی ننھی ننھی رگوں میں بھی اپنے بہادر باپ کا خون جوش
میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس کا ارادہ بھی فوج میں بھرتی ہو کر ملک کی خدمت
کرنا ہے۔ یہی حال ان کے دوسرے لڑکوں کا بھی ہے۔

پاکستان آرمی میں بریگیڈیر (خواجہ محمد اظہر خان متعدد کمپنیوں کے
کمپنی کمانڈر اور پلٹنوں کے کمانڈنگ آفیسر رہے ہے۔ آپ انٹر سروس سنٹر
آرگنائزیشن میں اعلیٰ افسر، چیف انسٹرکٹر اور اسسٹنٹ کمانڈنٹ سے
ایس۔ پی سی ٹی ایس رجمنٹل سنٹر میں چیف انسٹرکٹر اور عارضی کمانڈنٹ
رہ چکے ہیں۔ آپ ۱۹۵۸ء میں بریگیڈیر بنے اور اب تک بریگیڈ کی
کمان کر چکے ہیں۔

دو سالوں کے لئے آپ کی خدمات پاک فضائیہ کے سپرد کی گئیں جہاں
پر آپ نے پاک فضائیہ کے لئے ایک نئی رجمنٹ تیار کی۔ آپ کی خدمات

سنٹرل گورنمنٹ کو بھی دی گئیں ۔ جہاں پر آپ دو سال تک خدمات سرانجام دیتے رہے ۔

آپ سٹاف کالج پاس ہیں اور کمی سٹاف ڈیوٹیاں بھی دیئے چکے ہیں ۔ آپ وانا وزیرستان میں بریگیڈ کے ڈی کیو ۔ پشاور میں ڈویژن کے جی ون اور ٹریننگ ڈویژن جنرل ہیڈ کوارٹر میں بھی خدمات انجام دے چکے ہیں ۔

آپ نے دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر داد شجاعت دی ان کچھ محاذ پر بھی آپ نے اپنی فورس کی اعلیٰ کارکردگی کا سکہ دنیا سے منوایا تھا آپ نے اس محاذ پر جھلسانے والی گرمی اور تپتی ہوئی ریت میں اپنے جوانوں کے ساتھ دن گذارے ۔

بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان سندھ فورس کے وہ عظیم لیڈر ہیں جن کا نام اُن کے عظیم کارناموں کے سبب آسمان شہرت پر ہمیشہ ایک درخشندہ ستارے کی طرح چمکتا رہے گا ۔

اُن کی سندھ کی جنگ میں عسکری مہارت، شجاعت اور جوانمردی کا عسکری علم جاننے والے سب قائل ہو چکے ہیں ۔ انہوں نے ہندوستانی لشکروں کو روئی کے گالوں کی طرح دھنک کر رکھ دیا ۔ مجاہدین اسلام ان کی قیادت میں کافروں کے ساتھ جنگ کرنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں ۔ انہیں فوجی تاریخ کے مطالعہ کا بہت زیادہ شوق ہے ۔

جنگ کی تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا یہ بگیڈیئر محمد احمد اظہر خان عسکری تاریخ کا ایک درخشاں باب بن گیا اور یہ ایک ایسا باب ہے جس کی سیاہی کبھی خشک نہ ہو گی۔ اور آنے والی نسلیں اس کے کارناموں کو اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گی۔ قوم و ملک ایسے جاں نثاروں اور وطن کے مایہ ناز سپوتوں کو ہمیشہ خراج عقیدت پیش کیا کرتی ہے۔

لیفٹنٹ کرنل ممتاز علی (ستارۂ جرأت) اینڈ بار

قد سرو کی طرح سیدھا، سیاہ آنکھیں، سڈول جسم، خود سپاہی اور سپاہی کے گھر پیدا ہوئے اور سپاہیانہ ماحول میں پروان چڑھے۔

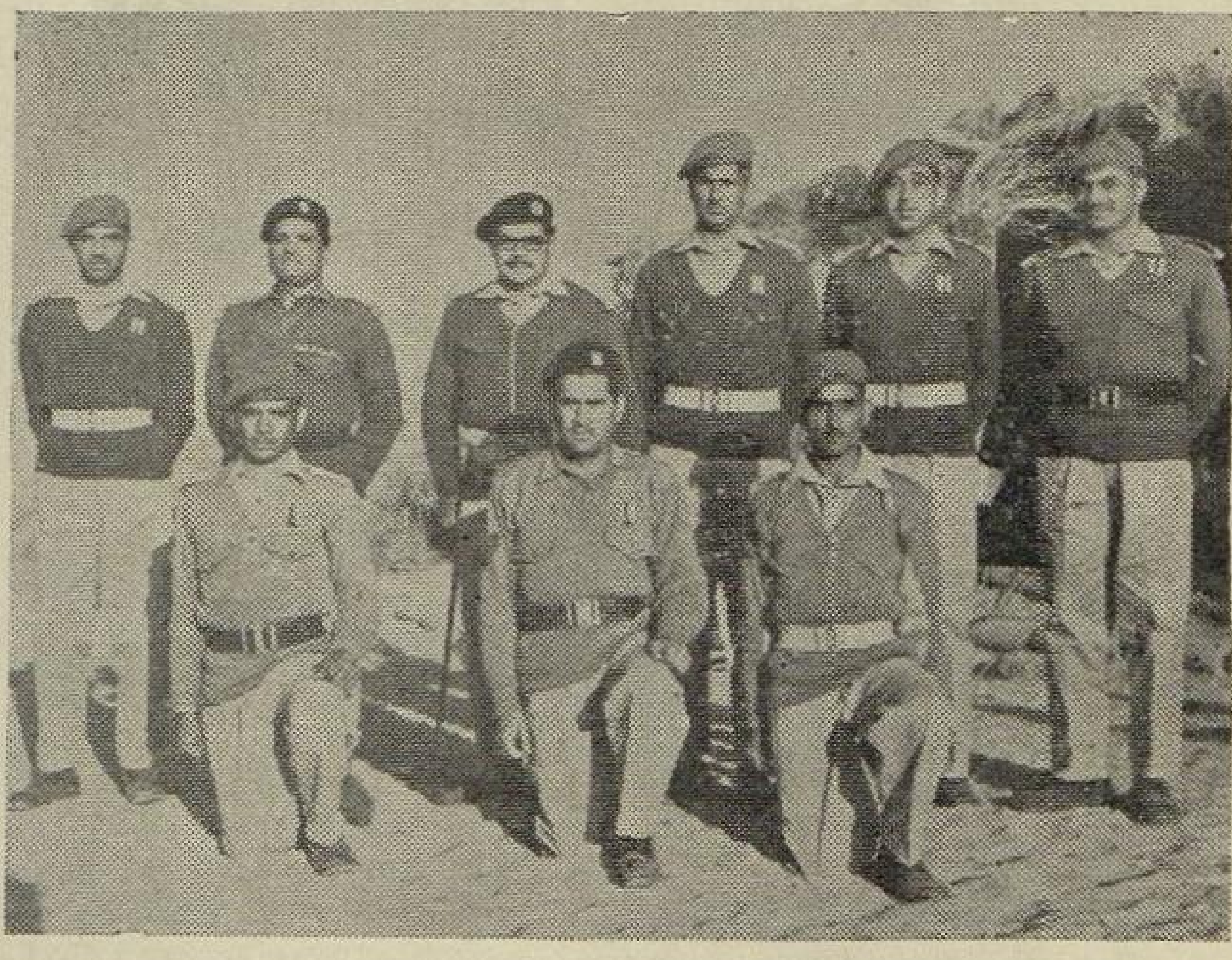
آپ گوجر خان (راولپنڈی) کے ایک جنگجو قبیلے بس سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس کا قیمتی اثاثہ فوجی روایات ہیں اور جسے اس بیش بہا پیشے پر ناز ہے۔ اُن کے والد صاحب بھی ایک فوجی پنشنر ہیں اور دونوں عظیم جنگوں میں دادِ شجاعت حاصل کر چکے ہیں اُن کے کئی قریبی رشتہ داروں نے حالیہ جنگ میں مختلف محاذوں پہ حصہ لیا۔

کشمیر کے محاذ پر دشمن کے خلاف پہلی مرتبہ انہیں لڑنے کا موقع ملا لمبے قد اور مضبوط جسم کے کرنل نے ۱۹۶۰-۶۲ء میں باجوڑ کے محاذ پر دوسری مرتبہ میدان جنگ میں اترے اور کارہائے نمایاں انجام دے کر اپنے لئے ایک بلند و بالا مقام حاصل کر لیا۔

اس محاذ پر ایک کمپنی کے کمانڈر رہے تھے۔ اندھیری رات تھی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دشمن کا ایک لشکر جس کی تعداد بارہ سو کے لگ بھگ تھی اور جس کو مارٹروں اور مشین گنوں کی پشت



راجستھان محاذ کے چند افسر کھوکھرا پار میں



سندھ فورس کمانڈر راجستھان کے محاذ پر بہادری کے
تمغے حاصل کرنے والے افسران اور جوانوں کے ساتھ
لفٹیننٹ کرنل ممتاز علی ایس جے اور لفٹیننٹ کرنل
آفتاب احمد ٹی کیو اے انکے دائیں اور بائیں کھڑے ہیں

پناہی بھی حاصل تھی رات کی ظلمت کا سہارا لیتے ہوئے اس کمپنی پر چڑھ آیا۔

اس بہادر کمپنی نے اپنے اوسان قائم رکھے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ نوبت دستی بم تک پہنچ گئی۔ کرنل نے اعلیٰ قیادت اور ذاتی جرأت سے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

شجاعت اور اعلیٰ قیادت کے صلے میں ان کو ستارۂ جرأت کا اعزاز ملا۔

۱۹۶۲ء میں ان کی تبدیلی اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر کانگو ہو گئی وہاں پر بھی شجاعت اور بہادری نے ان کا مکمل ساتھ دیا۔ ایک دن کٹنگا نامی مقام پر دشمن نے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ انہیں ایک خندق میں پناہ لینی پڑی۔ جس میں ہندوستانی فوج کے دو سپاہی ڈوگرے بھی موجود تھے۔ انہوں نے حوصلے سے کام لیتے ہوئے اس حملے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

مارچ ۱۹۶۵ء میں ہندوستانیوں نے پاکستانی علاقے رن آف کچھ میں گھسنے کی کوشش کی۔ یہاں پر بھی انہیں قوم اور ملک کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس بار یہ پنجاب رجمنٹ کے کمانڈر رہے تھے۔ ان کی قیادت میں پلٹن نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

رن آف کچھ کی جنگ کے شعلے ابھی سرد بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ملک پر مصائب اور جنگ کے بادل پھر امنڈ آئے۔ اس بار

ان کی عسکری قابلیت اور جنگی تجربوں نے اُن کے نام کو چار چاند لگا دیئے - ان کی قیادت میں بلیٹن نے جس طرف قدم بڑھائے فتح اور نصرت نے قدم چومے -

انہیں کی قیادت میں مونا بھاؤ، شکر ڈاندر ڈالی کے اہم منقامات پر سندوفہ فورس کا قبضہ ہوگیا - یہ اُن ہی کے منصوبے، تدبیر اور فقید المثال قیادت اور شجاعت کا کرشمہ تھا کہ پاکستانی افواج نے بے شمار ساز و سامان اسلحہ، بارود، ٹینکوں، گاڑیوں، راشن اور فوجی سامان پر قبضہ کر لیا اور سینکڑوں ہندوستانی سورماؤں کو قید کر لیا - انہیں کی بدولت ہندوستانیوں کے مکروہ عزائم اور منصوبے کانچ کی چوڑیوں کی طرح چکنا چور ہو گئے -

اعلیٰ قیادت - فرض شناسی، جرأت - شجاعت، کے ان شاندار کارناموں پر ان کو ستارۂ جرات کا اعزاز دوبارہ دیا گیا جس کے ہر اعتبار سے وہ مستحق تھے -

لیفٹننٹ کرنل ممتاز علی موضع سکھو گجر خان (راولپنڈی) میں پیدا ہوئے - ملٹری کالج جہلم جو ملک کی ممتاز درس گاہوں میں شمار ہوتا ہے، یہ مرد مومن اسی تربیت گاہ سے قوت و توانائی حاصل کر کے فوج میں داخل ہوئے -

۱۹۴۵ء کے آخری ایام میں یہ آنیسر ٹریننگ سکول بنگلور جنوبی ہندوستان میں داخل ہوئے - اپریل ۱۹۴۶ء

اسی درس گاہ سے کمیشن ملا۔

او ر ٹی ۔ ایس میں قیام کے دوران لیفٹننٹ کرنل ممتاز علی نے تمام کھیلوں میں سکول کی نمائندگی کی ۔ ہاکی اور فٹ بال میں نمایاں حصہ لیا ۔

آپ سٹاف کالج کوئٹہ پاس ہیں اور مندرجہ ذیل سٹاف ڈیوٹیوں پہ کام کر چکے ہیں ۔

(۱) بریگیڈ میں ڈی کیو

(۲) بریگیڈ ہیڈ کوارٹرس ۔ بریگیڈ میجر

(۳) ڈویژن کے جی ایس او (او) ٹو

(۴) اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر کانگو میں فورس جی ۔ ایس او

آپ نے کئی بیرونی ممالک کی سیر کی جن میں مشرقی افریقہ، مغربی یورپ، ترکی اور ایران خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

کرنل ممتاز علی کھیلوں کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے

نہیں ۔

یہ ہاکی اور سکوائش اور والی بال بہت شوق سے کھیلتے ہیں ۔

لیفٹننٹ کرنل ممتاز علی زندگی کی سنتالیسویں سیڑھی پر قدم رکھ چکے ہیں ۔ لیکن ابھی تک ان میں جوشش اور ولولے کا لاوا اُبل رہا ہے ۔

ہیں انہیں اسی درس گاہ سے کمیشن ملا۔

او۔ ٹی۔ ایس میں قیام کے دوران لیفٹننٹ کرنل ممتاز علی نے تمام کھیلوں میں سکول کی نمائندگی کی اور ہاکی اور فٹ بال میں نمایاں حصہ لیا۔

آپ سٹاف کالج کوئٹہ پاس ہیں اور مندرجہ ذیل سٹاف ڈیوٹیوں پر کام کر چکے ہیں۔

۱۔ بریگیڈ مس ڈی۔ کیو

۲۔ بریگیڈ مس۔ بریگیڈ میجر

۳۔ ڈویژن کے جی ایس او (او) ٹو

۴۔ اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر کانگو فورس جی۔ ایس او

آپ نے کئی بیرونی ممالک کی سیر جن میں مشرقی افریقہ، مغربی یورپ ترکی اور ایران خاص طور پر شامل ہیں۔

کرنل ممتاز علی کھیلوں کے میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں، یہ ہاکی، اور سکواش اور والی بال بہت شوق سے کھیلتے ہیں۔

لیفٹننٹ کرنل ممتاز علی نے زندگی کی ستائیسویں سیڑھی پر قدم رکھا ہے۔ لیکن ان میں ابھی تک جوش اندولے کا لاوا اُبل رہا ہے۔

میجر جنرل سیّد عابد علی بلگرامی

میجر جنرل سید عابد علی بلگرامی حیدر آباد دکن میں ۱۹۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۴۱ء میں کمیشن حاصل کیا۔ ایک نوعمر آفیسر کے طور پر انہوں نے راجپوت رجمنٹ کی مختلف بٹالینوں میں خدمات انجام دیں، آزادی کے بعد وہ پاکستان ملٹری اکیڈمی میں انسٹرکٹر بطور میجر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

آپ کو ۱۹۵۰ء میں ترقی دے کر لیفٹیننٹ کرنل بنا دیا گیا اور فرنٹیئر فورس رجمنٹ کی ایک بٹالین کی کمان بھی آپ کے سپرد کر دی گئی۔ بعد ازاں آپ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر میں بحیثیت جی ایس او کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں ملٹری اتاشی کی حیثیت سے تھائی لینڈ میں (پاک ہائی کمیشن) بھیج دیا گیا۔ پاکستان واپس آنے پر آپ کو ترقی دے کر بریگیڈیر بنا دیا گیا۔ اور پھر دوبارہ Chief Planer Permanent Seato کی حیثیت سے تھائی لینڈ بھیج دیا گیا۔ آپ چند ماہ کے بعد تھائی لینڈ سے واپس آگئے۔ آپ کو ایک بریگیڈ کی کمان سونپی گئی۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۲ء تک سٹاف کالج کوئٹہ میں کمانڈنٹ کمانڈ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں آپ کو تبدیل کر کے پاکستان آرمی میں جنرل سٹاف کا چیف ڈپٹی بنا دیا گیا۔ ازاں بعد جلد ہی جنرل سٹاف کے وائس چیف مقرر کر دیئے گئے۔ دسمبر ۱۹۶۵ء میں وہ



میجر جنرل سید عابد حسین بلگرامی

موجودہ عہدہ پر فائز کر دیئے گئے اور ایک ڈویژن کی کمانڈ آپ کو سونپ دی گئی۔

جو کورسز انہوں نے اپنے ملک میں اور بیرونی ممالک میں کئے اُن میں جونیئر ٹیکنیکل کورس ۱۹۴۶ء، سٹاف کورس ۱۹۴۹ اور ایئر ڈیفنس، ایئر سپورٹس کورس ۱۹۵۱ یو کے شامل ہیں۔

آپ ایک پُر وقار شخصیت کے مالک ہیں۔ سڈول جسم اور موٹی سیاہ آنکھیں تیزی سے معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی غمازی کرتی ہیں۔ آپ نہایت خوش طبع اور ملنسار ہیں۔

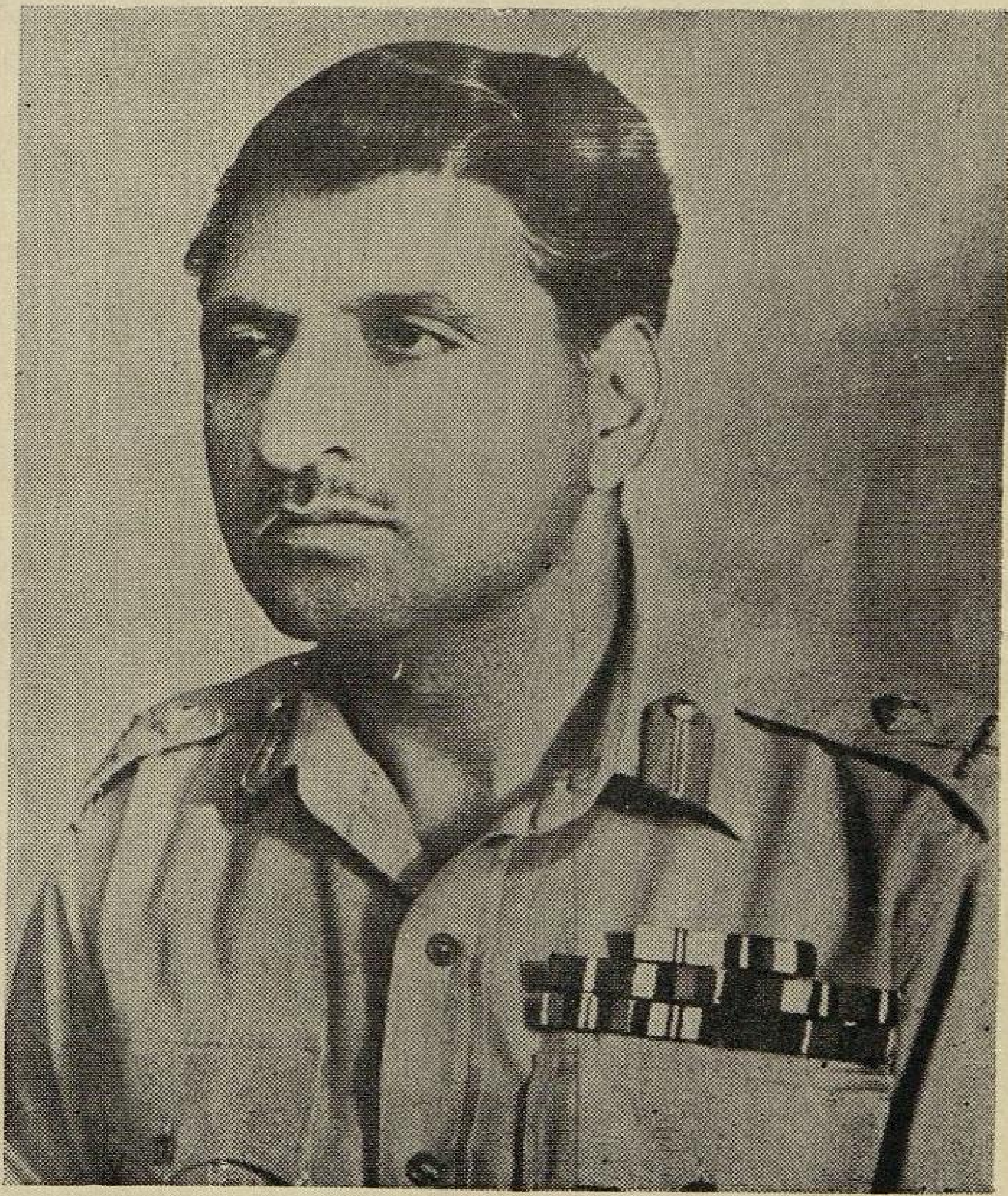
آپ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ بندی کے بعد قلیل وقت میں بکھری ہوئی سندھ فورس کی باقاعدہ تنظیم کی۔ معاہدۂ تاشقند کے بعد فوجوں کی واپسی اور ہندوستانی لیڈروں سے گفت و شنید اور معاہدوں پر عمل درآمد کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

میجر جنرل خداداد خان

درمیانہ قد، سڈول جسم، جرأت و شجاعت کے علمبردار آپ ایک مارشل گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد ماجد بھی فوج میں ملازم تھے۔

آپ ابتدائی تعلیم کے دوران ملٹری کالج جہلم میں رہے جو کہ اس وقت کنگ جارج رائل انڈین اکیڈیمی کے نام سے منسوب تھا ازاں بعد آپ کچنر کالج نوشہرہ میں زیر تعلیم رہے۔ پھر آپ انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں چلے گئے۔ جہاں سے آپ نے بی اے کی ڈگری حاصل کی اور پنجاب رجمنٹ میں کمیشن حاصل کیا۔ ایک سال کے بعد ایک کمپنی کی کمانڈ آپ کو سونپی گئی۔ جس نے جاپانی فوج کے خلاف برما کے محاذ پر اراکان سیکٹر میں اپنے فرائض انجام دیئے۔ آپ نے ایمپال روڈ پر بھی جنگ لڑی۔ اور بعد میں انڈونیشیا اور ملایا میں ملازمت اختیار کر لی۔ آزادی کے وقت آپ آفیسرز ٹریننگ سکول بنگلور میں درجہ اول کے انسٹرکٹر تھے۔

۱۹۵۱ء میں آپ کو ترقی دے کر لیفٹنٹ کرنل بنا دیا گیا۔ اور آپ کو ایک بٹالین کی کمانڈ حوالے کر دی گئی۔ بعد میں آپ



میجر جنرل خداداد خان

کوسٹاف کالج کوئٹہ میں کمانڈر بنا دیا گیا جہاں آپ ٹیکنیکل ونگ کے انسٹرکٹر بنا دیئے گئے۔

جب بٹالین کی کمانڈ کرنے کے بعد آپ کوئٹہ واپس آئے تو آپ فل کرنل کی حیثیت سے انفنٹری اور ٹیکنیکل سکول میں ٹیکنیکل ونگ کی کمانڈ کرنے لگے۔

۱۹۵۹ء میں بریگیڈیر بنا دیئے گئے۔ آپ نے دو مختلف انفنٹری بریگیڈ کی ملک کے دونوں حصوں میں (مشرقی ومغربی) کمانڈ حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو مغربی پاکستان رینج کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔

۱۹۶۶ء میں آپ کو ترقی دے کر میجر جنرل کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا۔

میجر رفیق احمد (اب لیفٹیننٹ کرنل) ستارۂ جرأت

ترکش کے تیر کی طرح سیدھا اور لمبا قد، چمکتی ہوئی آنکھیں، چاق و چوبند، خوش طبع انسان، جس نے خطرات اور نامساعد حالات میں غیر معمولی قیادت سے جرأت اور فرض شناسی کی ایسی مثال قائم کی جس نے اس کی کمپنی کے جوانوں کو وہ جرأت اور گرمی بخشی کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ایک ناقابل تسخیر چٹان بن گئے اور دشمن ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

سترہ ستمبر کو ایک کمپنی کی کمان اس وقت اپنے ہاتھ میں لے لی جب اس کمپنی کا کمانڈر دشمن کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی کو پسپا کرتے ہوئے زخمی ہو چکا تھا۔

اس کے سامنے ظلم کا سیلاب تھا۔ دشمن آندھی بن کر آیا تھا لیکن اس نڈر مجاہد کی ہمت کا یہ عالم تھا کہ بار بار دشمن کی آہنی صفوں کو چیرتا ہوا ان میں گھس جاتا اور انہیں تہس نہس کر دیتا۔ یہ آخیر پانچ روز تک مسلسل لڑتا رہا۔ اس نے نہ آرام کیا نہ سستایا، ہر لمحہ اس کا حوصلہ بڑھ جاتا، ہر آن اس کے ارادے اور بلند ہو جاتے۔ دشمن ہوائی جہازوں سے راکٹ اور گولے بھی برساتا اور زمین پر اس کی توپیں آگ اگلتیں۔ لیکن یہ جواں سال مجاہد مقابلہ کرنے کے لئے اس زمین کے سینے

پر پاؤں گاڑنے کھڑا تھا۔ جہاں آگ ہی آگ تھی۔ پورے پانچ دن تک محض ایک کمپنی کی مدد سے انہوں نے دشمن کی پوری بٹالین چار مرہٹہ کو پریشان کئے رکھا۔ دشمن کی بکتر بند قوت کا زور انہوں نے توڑ کر رکھ دیا۔ دشمن ذرا سنبھل کر اٹھتا تو وہ پھر ایسی ضربیں لگاتے کہ وہ چکرا جاتا۔ انہوں نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ پوری قوم اُن کے جذبۂ جہاد پر سراپا تحسین ہے کمال کی بات یہ تھی کہ دشمن کو توپ خانے کی مدد بھی حاصل تھی۔ مقابلے میں میجر رفیق احمد کی کمپنی کے پاس عام انفنٹری ہتھیاروں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

اعلیٰ قیادت۔ فرض شناسی اور بہادری کے صلے میں انہیں ستارۂ جرأت کا اعزاز ملا اور بعد میں ترقی دے کر لیفٹیننٹ کرنل بنا دیئے گئے۔

میجر رفیق احمد جہلم کے ایک فوجی کنبہ میں پیدا ہوئے اور فوجی ماحول میں پروان چڑھے۔ آرمی سپیشل کا امتحان ملٹری کالج جہلم سے پاس کیا۔ فوج میں آفیسر بننے کے لئے یہ انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں داخل ہو گئے۔ ابھی ان کی تربیت مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ہندوستان تقسیم ہو گیا اور یہ ملٹری اکیڈیمی کاکول منتقل ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء میں یہیں سے فوج میں کمیشن حاصل کیا۔

میجر نذیر حسین ہمدانی (اب لیفٹنٹ کرنل)

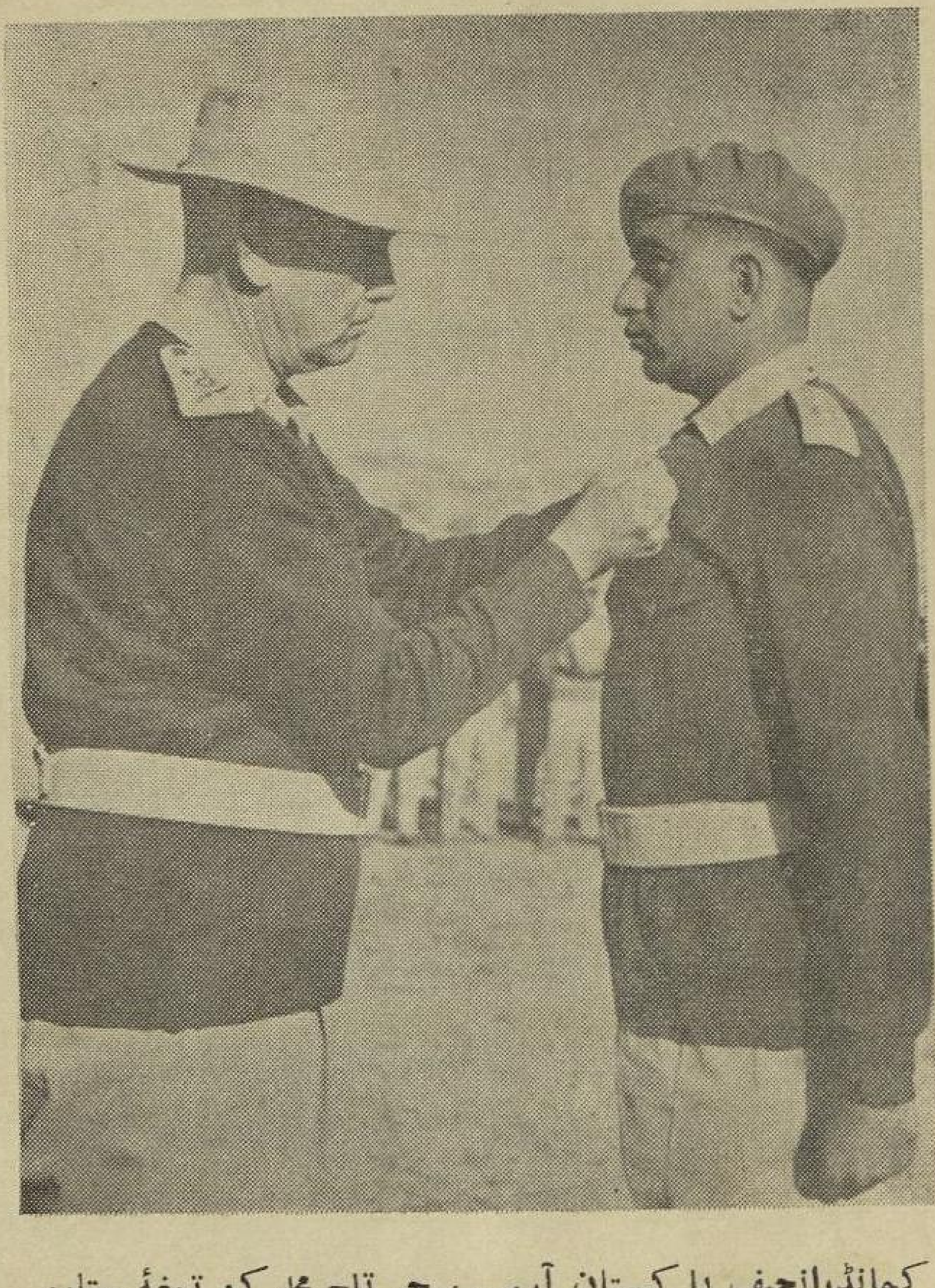
لمبے قد، بھاری جسم اور رعب دار شخصیت کے مالک لیفٹیننٹ کرنل نذیر حسین ہمدانی رن آف کچھ اور ہندو پاک جنگ میں راجستھان کے محاذ پر ملک کی دفاع کی خاطر پہلی مرتبہ جنگ میں اُترے اور نمایاں حصہ لیا۔

راجستھان کے وسیع و عریض محاذ پر پاکستانی افواج نے جو بے مثال کامیابیاں حاصل کی تھیں ان میں توپ خانے کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے اس محاذ پر فائر بندی کے بعد بھی کئی معرکے ہوئے۔ اس توپ خانے نے فائر بندی کے بعد جس طرح سپاہی کی رہنمائی میں کام کیا وہ لیفٹننٹ کرنل ہمدانی تھے۔ اُن کی قیادت میں دشمن پر وہ آگ برسائی گئی کہ اس کے چھینے ہوئے علاقہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کے خواب کانچ کی چوڑیوں کی طرح چکنا چور ہو گئے۔

آپ چکوال ضلع جہلم میں ایک ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم چکوال میں حاصل کی اور بعد میں ایمرسن کالج ملتان میں پڑھتے رہے۔

دوسری جنگ عظیم میں سپاہی بننے کا شوق انہیں فوج میں لے آیا۔ ۳۳ انڈین ماؤنٹنگ رجمنٹ رائل آرٹلری کے ساتھ برما اور ملایا میں دادِ شجاعت دی۔

اکتوبر ۱۹۴۲ء میں بہاولپور سٹیٹ فورس میں کمیشن ملا اور اسی سال ہی پاکستان آرمی میں شامل ہو گئے۔ لیفٹننٹ کرنل نذیر حسین ہمدانی پولو اور والی بال کے بہترین کھلاڑی ہیں۔ ان دونوں کھیلوں کا شوق انہیں آجکل بھی کھیلنے پہ مجبور کئے رکھتا ہے۔



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی میجر تاج محمد کو تمغۂ ستارہ
جرأت عطا کر رہے ہیں

لیفٹیننٹ کرنل نذیر حسین ہمدانی نے ۱۹۶۳-۶۴ء میں گنری سٹاف کورس کیا۔ اسی سال یہ اپنی چھٹی رجمنٹ کے سیکنڈ ان کمانڈ بنے۔ نومبر ۱۹۶۵ء میں انہیں ترقی دے کر لیفٹیننٹ کرنل بنا دیا گیا اور وہ اسی رجمنٹ کی کمانڈ کر رہے ہیں۔

میجر محمد تاج ستارۂ جرأت

چوڑا سینہ۔ موٹی اور چمکدار آنکھیں۔ ہنس مکھ ملنسار اور غریب پرور جن کی بے مثال شجاعت اور جوانمردی ہماری تاریخ کا سنہری باب بن گئی۔

۱۶ ستمبر کو کھیرانی چوکی پر جب دشمن نے ایک بھاری جمعیت سے انتقامی حملہ کر دیا۔ تو عزم و استقلال کے پیکر میجر محمد تاج ایک کمپنی کی کمانڈ کر رہے تھے یہ حملہ دشمن نے اس سرعت سے کیا کہ اس کی کمپنی کو مورچے تیار کرنے کا وقت بھی نہ ملا۔ دشمن کی فوج دو کمپنیوں اور ٹینکوں کے ٹروپ پر مشتمل تھی۔

دشمن دائیں طرف سے نمودار ہوا اور اس کا پتہ بھی تب لگا جب وہ بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس جرأت مند نوجوان نے اپنے اعصاب پر مکمل قابو رکھتے ہوئے اپنے جوانوں سمیت جن کی تعداد اس وقت بیس سے زیادہ نہ تھی اپنی جگہ پر قائم رہے۔ اس وقت خود ان کی زندگی خطرے میں تھی۔ تاہم ان کی ذاتی جرأت اور دلیرانہ قیادت نے ان کے جوانوں میں ایسا جوش و خروش پیدا کر دیا۔ کہ وہ بھی زندگی کے خطرے سے لاپرواہ ہو کر دشمن پر تابڑ توڑ فائرنگ کرنے لگے۔

اُن کی ذاتی قیادت میں ٹینک شکن توپ نے دو ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ مارٹروں نے بھی دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچا دی۔ جس کی وجہ سے دشمن بھاری نقصان اٹھانے کے بعد تاریکی کی آڑ میں واپس کھسک گیا۔

اس حملے کے وقت ہوت اُن کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ ان حالات میں میجر محمد تاج نے غیر معمولی حوصلے، ہمت اور فرض شناسی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مثالی قیادت نے جوانوں میں ایسی اولعزمی اور حوصلہ مندی پیدا کر دی کہ نہ دشمن کے خلاف جی توڑ کر ایسا لڑے کہ دشمن کسی طرف سے بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ بلکہ بھاری نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنے لگا۔

اس ذاتی بہادری اور فرض شناسی اور اعلیٰ قیادت کے عوض انہیں ستارۂ جرأت کا اعزاز ملا۔

میجر بشارت احمد سلطان ستارۂ جرأت

لمبا قد، چاق و چوبند، کم گو، خاموش طبع، عجز و انکسار اس آفیسر کی شخصیت کا نچوڑ ہیں۔ ۲۲ ستمبر کی شام تھی۔ اس بہادر آفیسر کے سپرد ایک ایسا کام سونپا گیا جس کے لئے اس کی ضرورت تھی، اُسے حکم ملا تم آگے بڑھ کر ۵ مرہٹہ پلٹن کی توپوں کو خاموش کر دو، جو ڈالی کے مقام پر اونچی پہاڑیوں پر مضبوط پوزیشن سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ سہل کام نہ تھا۔

دشمن نے قدم قدم پر سنگ آہن کے ناقابل شکست کنکریٹ کے مضبوط بنکر تعمیر کر رکھے تھے اور ان مضبوط مورچوں میں دشمن کی سپاہ ٹڈی دل کی طرح پھیلی ہوئی تھی جو اس جگہ بیٹھ کر عمرکوٹ اور حیدرآباد پر حملوں کے منصوبے بنا رہی تھی۔ اس بہادر افسر نے نہ اُن کی طاقت کو خاطر میں لایا اور نہ اونچے نیچے راستوں اور ٹیلوں کی رکاوٹوں کو دیکھا۔ بلکہ اس نے وطن کی خاطر اس فرض کو اپنی سعادت سمجھا، اور رات کے اندھیرے کی چادر اوڑھ کر آگے بڑھ گئے۔ قدم قدم پر موت کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ اس کی زندگی خطرات سے گھری جا رہی تھی۔ فضا میں آگ تھی اور زمین پر سنسناتی ہوئی زہر بجھی گولیاں۔ میجر بشارت احمد سلطان محبت وطن میں سرشار تھا۔ اس نے وطن کی خدمت کے سامنے اپنی زندگی کو ہیچ جانا، انہوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر دشمن کے ٹھکانے معلوم کئے۔ پھر اپنے جوانوں کو ساتھ لے کر

اس پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑا۔

یہاں تک کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ کنکریٹ کے مضبوط مورچے بھی دشمن کو پناہ نہ دے سکے اور شکست دشمن کے گلے کا ہار بن گئی۔

کثیر تعداد میں مرہٹے قید کر لئے گئے اور سینکڑوں کی تعداد میں مارے گئے۔ اس کے علاوہ ان کی کمپنی نے دشمن کے تین سٹوارٹ ٹینکوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ قبضہ کے وقت یہ ٹینک بالکل صحیح حالت میں تھے اور ان کی گنیں بھی گولوں سے بھری ہوئی تھیں۔

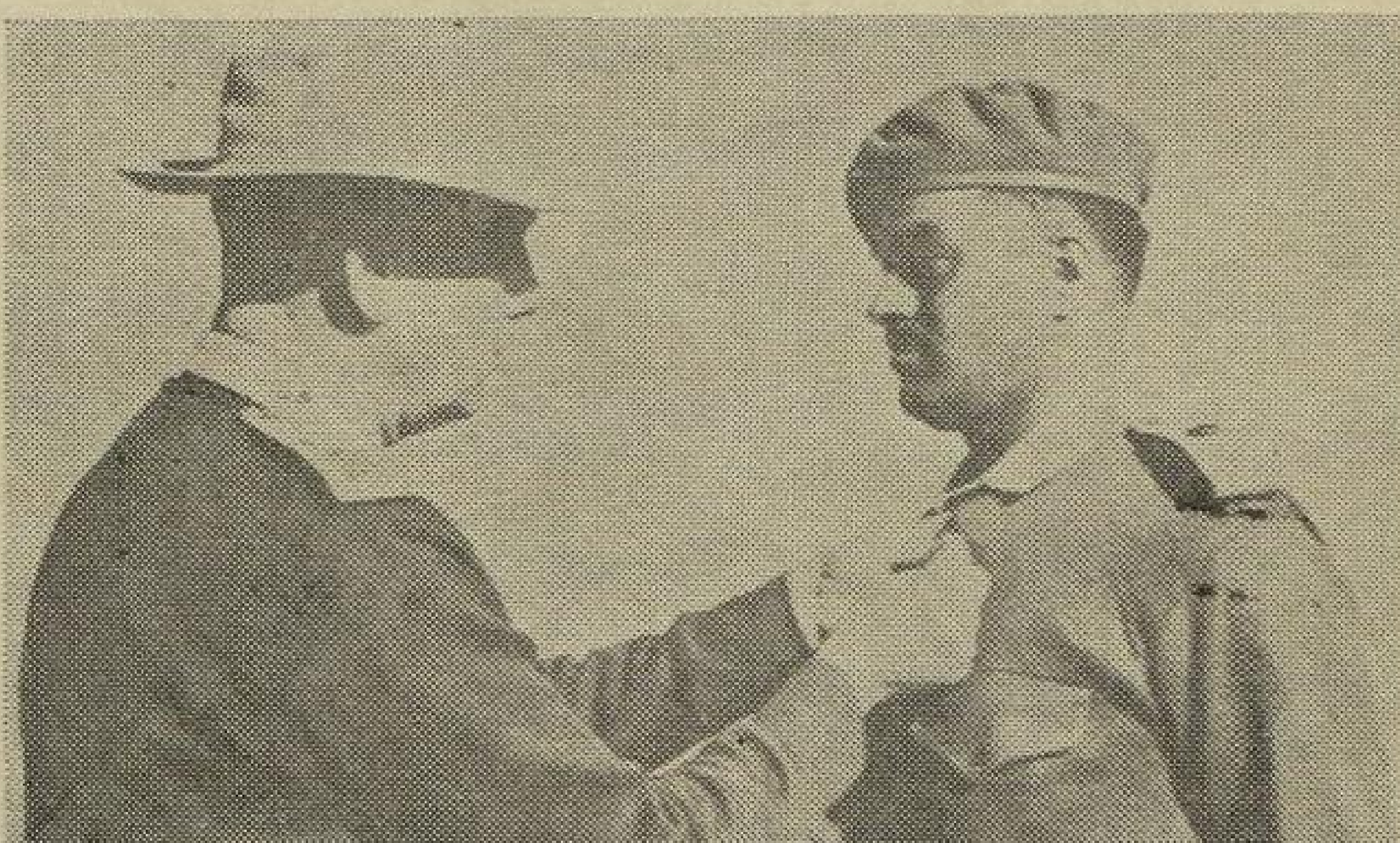
یہ مہم میجر بشارت احمد سلطان کی بے مثال جرأت، بہادری اور اعلیٰ قیادت سے سر ہوئی۔ اس کارنامے کے عوض صدر پاکستان نے انہیں ستارۂ جرأت کا اعزاز عطا کیا۔

میجر بشارت احمد سلطان ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں پر حاصل کی۔ تقسیم ہند کے موقعہ پر ان کا خاندان پاکستان چلا آیا۔ میجر بشارت احمد سلطان نے گورنمنٹ کالج ملتان سے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ ان کی سپاہیانہ زندگی کا آغاز یونیورسٹی ٹریننگ کور سے ہوا جس کے یہ ایک سرگرم رکن تھے۔ ۱۹۵۱ء میں فوج میں شامل ہو کر کاکول اکیڈمی میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۵۳ء میں انہیں پنجاب کی ایک رجمنٹ میں کمیشن مل گیا۔

میجر بشارت احمد سلطان فٹ بال اور ہاکی کے بہترین کھلاڑی ہیں۔ فٹ بال یہ پاکستان آرمی کی طرف سے بھی کھیل چکے ہیں۔ اس کے



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی میجر بشارات سلطان کو
تمغہ جرأت عطا کررہے ہیں



کمانڈرانچیف پاکستان آرمی میجر عاقل داد کو
تمغۂ ستارہ جرأت عطا کر رہے ہیں

علاوہ یہ ایک اچھے ایتھلیٹ بھی رہ چکے ہیں۔

آپ نے دیمبر، باجوڑ اور رن آف کچھ کی لڑائیوں میں بھی حصہ لیا۔ اس پلٹن میں آنے سے پہلے آپ صادق پبلک سکول بہاولپور میں ایڈجوٹینٹ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

میجر عاقل ۔ استارہ جرأت

۱۰ اور ۱۱ ستمبر کی درمیانی رات کو میجر عاقل داد کو حکم ملا کہ وہ جینڈر کے علاقے میں دشمن کی گنوں کو برباد اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے۔

اس کٹھن کام کو سر کرنے کے لئے یہ اپنی کمپنی جس کو توپ خانے کی پشت پناہی بھی حاصل تھی لے کر دشمن کے ٹھکانوں کو معدوم و برباد کرنے کے لئے نکل پڑا۔ دشمن کی گنوں کی کھوج تمام رات جاری رہی، مگر مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ واپسی پر اس کمپنی کمانڈر کو راستے میں کچھ حرکت دکھائی دی، اس نے خالی ہاتھ جانا مناسب نہ سمجھا اور دشمن کی اس ٹولی پر ٹوٹ پڑا اور ان کا بالکل صفایا کر دیا۔

یہ کمپنی واپس اپنے ٹھکانوں کو چلنے ہی والی تھی کہ دشمن کی ایک بٹالین نفری نے زوردار انتقامی حملہ کر دیا۔ کمپنی پر چاروں طرف سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ کمپنی کمانڈر نے بھی لڑنے کا فیصلہ کر لیا، دفعتاً ایک

سنسناتی ہوئی گولی میجر عاقل داد کے دائیں بازو کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ شدید درد سے جسم پھٹا جا رہا تھا مگر اس آفیسر نے اپنے حواس قائم رکھے اور اپنے جوانوں کے حوصلے برابر بڑھاتا رہا۔ دشمن نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن بہادروں کی یہ جماعت اپنے کمپنی کمانڈر کی زیرِ قیادت، ایک آہنی دیوار بنی رہی۔

کمپنی کمانڈر کی حالت زخموں سے بہت خراب ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی یہ کمال مہارت سے اپنی کمپنی کو دشمن کے نرغے سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔

اگر میجر عاقل داد موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے سے کہیں زیادہ قوی اور طاقتور دشمن کے مقابلے میں بے غرض فرض شناسی اور اعلیٰ رفاقت کے جذبہ کا مظاہرہ نہ کرتا اور جرأت و شجاعت کا اعلیٰ ترین کردار نہ کرتا جس میں اُس کی اپنی جان جانے کا خطرہ تھا تو دشمن کے ہاتھوں یہ کمپنی پورے طور پر برباد ہو جاتی۔ اس غیر معمولی کارنامے کے صلے میں انہیں ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا۔

ڈی ایس پی فضل رحیم (انڈس رینجرز) ستارۂ جرأت

آٹھ ستمبر کی صبح کو ہندوستانی فوجوں نے گنڈرا کے مقام پر یلغار کر دی۔ دشمن کے پورے بریگیڈ کے سامنے صرف ایک کمپنی تھی۔ اور پھر دشمن کے بریگیڈ کو بکتر بند دستے کی حمایت بھی حاصل تھی۔

کمپنی کمانڈر فضل رحیم ڈی ایس پی جو اس کمپنی کی کمان کر رہے تھے انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ دشمن کی اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کرنا موت کو للکارنا ہے۔ گو دشمن کی شدید ترین گولہ باری سے محاذ پر میدان جنگ پھٹتے ہوئے آتش فشاں پہاڑ کا منظر بنا ہوا تھا۔ لیکن کمپنی کمانڈر نے صورت حال سے نپٹنے کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح سے تیار کر لیا۔ اُس نے اپنی جرأت، فرض شناسی، منصوبہ بندی اور مثالی قیادت کی بدولت دشمن کے حوصلے پست کر دیئے اور دشمن کو کافی نقصان پہنچا کر کمال مہارت سے اپنی تمام فورس کو دشمن کے نرغے سے نکالنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

اس بہادری اور اعلیٰ قیادت کے صلے میں انہیں ستارۂ جرأت کا تمغہ ملا۔ ڈی ایس پی فضل رحیم کوہاٹ کے ایک فوجی کنبے سے تعلق رکھتے ہیں۔

سب انسپکٹر گلاب شاہ (انڈس رینجر) تمغۂ شجاعت

اس ادھیڑ عمر سب انسپکٹر نے پلاٹون کی کمان اس وقت اپنے ہاتھ میں لی جبکہ ہندوستانی افواج دھوکے اور فریب سے شکریو چوکی پر حملہ آور ہوئی۔

بائیس ستمبر کو دشمن نے اس پلاٹون پر جو کہ شکریو کی بائیں جانب متعین تھی گنوں اور ٹینکوں کے ساتھ پے درپے حملے شروع کر دیئے اور ہر مرتبہ دشمن کی طاقت پاکستانی رینجر کی پلاٹون سے چھ گنا زیادہ ہوتی۔ توپیں ان پر آگ برسائیں۔ دشمن کے متواتر حملوں اور توپوں کی آگ اور آہن و فولاد کی لگاتار بارش کی پرواہ کئے بغیر یہ پلاٹون کمانڈر تین گھنٹوں تک دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتا رہا۔

انہوں نے خطرات و نامساعد حالات میں غیر معمولی قیادت و جرأت اور فرض شناسی کی ایسی مثال قائم کی جس نے ان کی پلاٹون کے جوانوں کو وہ گرمی اور حرارت بخشی کہ دشمن کے مقابلے میں ایک ناقابل تسخیر چٹان بن گئے اور دشمن ایک قدم آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور اس نے لپسا ہونے میں خیریت جانی۔ پلاٹون کمانڈر کی اعلیٰ قیادت و دلیری سے انہیں حکومت پاکستان کی طرف سے تمغۂ شجاعت کا اعزاز ملا۔

سب انسپکٹر حسن علی (انڈس رینجر) تمغۂ شجاعت

جب دشمن نے شکر بوچو کی پر اپنی پوری قوت و کثرت تعداد سے حملہ کر دیا اس وقت رینجر کے سب انسپکٹر حسن علی ایک پلاٹون کمانڈر کی حیثیت سے اپنے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ یہ پلاٹون شکر بو سے دائیں جانب متعین تھی۔ اس پلاٹون میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو وطن کی پکار پر تھوڑے ہی دن ہوئے بھرتی ہوئے تھے۔

اس پلاٹون نے دشمن کے بھرپور حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پلاٹون کمانڈر اپنے سپاہیوں کے دوش بدوش رہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہے دشمن کو ٹینکوں کے علاوہ توپ خانے کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔ دشمن کا یہ حملہ چار گھنٹوں تک جاری رہا۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا مگر ان حالات میں بھی اس پلاٹون کمانڈر نے غیر معمولی حوصلے، ہمت اور فرض شناسی کا مظاہرہ کیا، اس کی مثالی قیادت نے پلاٹون کے جوانوں میں ایسی اولوالعزمی اور حوصلہ مندی پیدا کر دی کہ وہ دشمن کے خلاف ایسے جم کر لڑے کہ دشمن کسی طرف سے بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ بلکہ بھاری جانی نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی جرأت مندانہ شجاعت کے عوض اس پلاٹون کمانڈر کو تمغۂ شجاعت کا اعزاز ملا۔

سب انسپکٹر امیر علی (انڈس رینجر) تمغۂ شجاعت

گیارہ بجے اکتوبر کی درمیانی رات کو نیا ترڑ پہ دشمن نے ایک بڑی جمعیت سے جس کو توپ خانے کی پشت پناہی بھی حاصل تھی۔ زوردار حملہ کر دیا۔

سب انسپکٹر امیر علی ایک پلاٹون کی کمان کر رہے تھے جس کی نفری بھی کم تھی۔ دشمن رات کی ظلمت کا سہارا لیکر ان کی دفاعی پوزیشن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

پلاٹون کمانڈر نے اپنے اوسان قائم رکھتے ہوئے دشمن پر جوابی حملہ کر دیا اور اپنی مشین گن ایسی جگہ پہ نصب کی جہاں سے دشمن اس کی زد میں آ سکتا تھا۔ دشمن دھڑا دھڑ توپوں سے آگ کے گولے برسا رہا تھا۔ لیکن پلاٹون کمانڈر نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن پہ مسلسل فائرنگ کرواتا رہا۔

جس کی وجہ سے دشمن کو بھاری جانی نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اگر یہ تیر دل پلاٹون کمانڈر اپنے سے کہیں زیادہ قوی اور برتر دشمن کے مقابلے میں بے غرض، فرض شناسی اور اعلیٰ رفاقت کے جذبہ کا مظاہرہ نہ کرتا اور جرأت اور شجاعت کا اعلیٰ ترین کردار نہ دکھاتا۔ جبکہ خود اس کی جان کا جانا یقینی تھا۔ تو دشمن کے ہاتھوں یہ پلاٹون یقیناً مکمل طور پہ صفحہ ہستی سے مٹ جاتا۔ اس بہادری اور شجاعت، فرض شناسی کے صلے میں سب انسپکٹر امیر علی کو تمغۂ شجاعت کا اعزاز ملا۔

لانس نائیک خوشی محمد (تمغۂ جرأت)

سولہ ستمبر کو دشمن نے کھیرانی چوکی پر انتقامی حملہ کر دیا۔ اور اس کا علم بھی تب ہوا جبکہ وہ صرف پانچ سو گز کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔ حملہ آور فوج کی قیادت ایک ٹینک دستہ کر رہا تھا۔

جب یہ حملہ ہوا تو اس وقت پاکستانیوں کے مورچے اور بنکر بھی موجود نہ تھے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی شے تھی جس کی آڑ میں ٹینک شکن توپ نصب کی جا سکتی۔ اور آڑ کے بغیر توپ کو استعمال کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس وقت ٹینک شکن توپ کے کمانڈر لانس نائیک خوشی محمد نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر توپ کو لے کر آگے بڑھا۔ بغیر آڑ کے توپ نصب کی اور بسم اللہ کہہ کر دشمن کے بکتر بند دستوں پر پہلا گولا پھینکا۔ اور دوسرے ہی لمحہ ایک ہندوستانی ٹینک کا بھرکس نکل گیا۔ دوسرے گولے سے ایک اور ٹینک ناکارہ کر دیا۔ دو ٹینکوں کی تباہی سے دشمن کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور ٹینکوں کا سیلاب تھم گیا۔

اگر لانس نائیک خوشی محمد ذاتی بہادری اور شجاعت اور فرض شناسی کا مظاہرہ نہ کرتا تو دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔

اس بہادری شجاعت اور بلند حوصلے کے عوض اسے تمغۂ شجاعت کا اعزاز ملا۔

لانس نائیک جان دوست شہید (انڈس رینجرز) تمغۂ شجاعت

لانس نائیک جان دوست بھی ارضِ پاک کے ان محافظوں میں ایک ہیں جنہوں نے اپنی جان قربان کر کے ملک و قوم کی حفاظت کی اور تاریخِ عالم میں اپنی بہادری اور جاں نثاری کا ایک اہم باب کا اضافہ کیا جو انہوں نے اپنے خون سے لکھا تھا۔ یہ راجستھان سیکٹر میں سندرا چوکی پر متعین تھے جنگ بندی کے عہد نامے کی رو سے وہاں کوئی پاکستانی فوج نہیں رکھی گئی تھی۔ بلکہ صرف رینجروں کی دو پلاٹونیں اور چند مجاہد تعینات تھے۔ دشمن نے اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لینے کی خاطر دھوکے اور فریب کو اپنا کر ایک دن سندرا کی چوکی پر چڑھائی کر دی۔

یہ بہادر جوان اس وقت مشین گن پر ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا جونہی حملے کا آغاز ہوا یہ جوان اپنے مورچے میں گیا اور دشمن پر مشین گن سے آگ برسانے لگا دشمن بھی اس پر دھڑا دھڑ آگ کے گولے برسا رہا تھا۔ مگر جان دوست نے ہمت نہ ہاری جونہی دشمن اس کی مشین گن کی زد میں آتا تو یہ دشمن کی صفوں کو کاٹنا شروع کر دیتا۔ جن کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ اور ہندوستانی فوج کی پیش قدمی میں یہ مشین گن ایک معمہ بن گئی۔

اسی اثناء میں دشمن کی فائرنگ سے دو سنسناتی ہوئی گولیاں آئیں اور اس محافظ کے سینے کو چیرتی ہوئی نکل گئیں۔ اس مہلک زخم کی پرواہ کئے بغیر اس نے بڑے سنگین عزم کے ساتھ دشمن کی یلغار کو روکے

رکھا۔ اور اس وقت تک دشمن کی صفوں میں تباہی مچاتا رہا۔ جب تک کہ وہ خود نڈھال ہو کر مشین گن پر نہ گر پڑا۔ جب روح نے اس کے فولادی جسم سے رشتہ توڑا تو یہ بہادر دشمن کے سینکڑوں آدمی جہنم داخل کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی اپنی پلاٹون بھی دشمن کے نرغے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔

لانس نائیک جان دوست نے غیر معمولی جرأت اور جوانمردی دکھا کر اسی جگہ شہادت حاصل کی اور راجستھان کی اس سرزمین کو اپنے خون سے رنگین کر گیا۔

ذاتی بہادری، فرض شناسی کے صلے میں انہیں شہادت کے بعد تمغۂ شجاعت کا اعزاز ملا۔

انسپکٹر بسم اللہ خان (رانڈس رینجر، تمغۂ شجاعت)

گیارہ، بارہ اکتوبر کو جب دشمن نے پاکستانی محافظوں پر حملہ کیا، تو یہ انسپکٹر اس وقت ایک پلاٹون کی کمان کر رہا تھا۔ دشمن کے حملے کی ابتدا سے لے کر ۱۲، اکتوبر کی صبح تک اس کی پلاٹون کئی بھاری حملوں کو روکتی رہی۔ دشمن نے پے در پے کئی ہوائی حملے بھی کئے۔ وہ فضا سے دھڑا دھڑ آگ برساتا اور اس کے بعد دشمن کی فوج ہلے پہ ہلہ کرتی۔ دشمن کی یہ کاروائیاں تقریباً چھ گھنٹے جاری رہیں۔ پلاٹون کمانڈر نے اپنے سے چھ گنا دشمن کا غیر معمولی عزم و ہمت سے جم کر مقابلہ کیا۔ اور دشمن کی مسلسل گولہ باری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر بار دشمن کو بھاری نقصان پہنچاتے ہوئے پیچھے دھکیل دیا۔

اس پلاٹون کمانڈر کے مردانہ کردار نے پلاٹون کے تمام جوانوں میں سخت ناسازگار حالات میں بھی وہ ہمت اور شجاعت پیدا کر دی کہ وہ دشمن کے سامنے اس طرح ڈٹ گئے کہ دشمن کی آگے بڑھنے کی تمام راہیں بند ہو گئیں۔

بہادری، جوانمردی اور اعلیٰ قیادت کے صلے میں انہیں تمغہ شجاعت کا اعزاز ملا۔

سب انسپکٹر محمد رضا (انڈس رینجرز) تمغۂ شجاعت

۸۔ ستمبر کی صبح کو دشمن نے ایک بہت بڑی جمعیت سے پاکستان کی گدڑا چوکی پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی اس جمعیت کو توپ خانے اور بکتر بند دستے کی مدد بھی حاصل تھی۔

اس چوکی کے دفاع پہ صرف رینجرز کی ایک کمپنی پوزیشن سنبھالے ہوئی تھی۔ حوالدار محمد رضا اس کمپنی کے مارٹر پلاٹون کا ایک آبزرور تھا۔ حوالدار رضا گولیوں کی بارش میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کے بالکل قریب گیا۔ اور وہاں سے مارٹروں کو دشمن پر گولے گرانے کے احکامات پہنچاتا رہا۔

مارٹروں کے گولوں نے دشمن کا بہت بھاری نقصان کیا جس کی وجہ سے ان کے حوصلے بالکل پست ہو گئے اور کمپنی کے آدمیوں کو دشمن کے نرغے سے باہر نکلنے کا ایک موقع مل گیا۔

سب انسپکٹر محمد رضا نے موت کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر اپنے ساتھیوں کو برباد ہونے سے بچایا۔ شجاعت، بہادری اور فرض شناسی کے اس غیر معمولی کردار پہ اسے تمغۂ شجاعت ملا۔

میجر سرفراز خان ملک

۱۶ ستمبر کو میجر سرفراز ملک کی کمپنی جس کے بارڈر والے علاقہ پر قابض تھی کہ دشمن نے ایک بٹالین سے حملہ کر دیا۔ جس کو بکتر بند دستے کی امداد بھی حاصل تھی۔ کمپنی کمانڈر نے دشمن کا موجیں مارتا ہوا سمندر جب آگے آتے ہوئے دیکھا تو فوراً جیپ پر مشین گن نصب کر کے رینجر کی ایک پلاٹون کی امداد کے لئے آگے بڑھا جو کہ اگلے مورچوں میں دفاعی پوزیشن لئے ہوئی تھی۔ کمپنی کمانڈر کی ذاتی شجاعت اور قیادت میں یہ پلاٹون دشمن کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔ کمپنی کمانڈر پھر ساتھ والی ٹیکری پر گیا۔ تاکہ وہ اپنے باقی سپاہیوں کو بھی دشمن کے نرغے سے بچا سکے بدقسمتی سے وہ چاروں طرف سے گھیرے میں آ گیا۔ دشمن کے چار سپاہی جو مورچوں میں محفوظ بیٹھے ہوئے تھے۔ میجر سرفراز خان کو ہاتھ کھڑا کرنے کو کہا۔ میجر سرفراز خان نے بجائے جھکنے کے مشین گن کے کمانڈر کو کہا

"مارو شاستری کے بچے کو"

ایک ہی بوچھاڑ میں ان چاروں کا کام تمام ہو گیا۔ اور ساتھ ہی دشمن کی مشین گن خاموش کر دی گئی۔ مگر اسی اثناء دشمن کی ایک کمپنی ان پر ٹوٹ پڑی۔ کربلا سا کچھ سماں تھا۔ کمپنی کمانڈر نے پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ اور اپنے مارٹروں کو دشمن پر گولے برسانے کے احکامات دیتا رہا

اسی وقت دو سنسناتی ہوئی گولیاں ان کی دان کو چیرتی ہوئی گذر گئیں، خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ موت ان کی آنکھوں کے سامنے مگرمچھ کی طرح منہ پھاڑے تیرنے لگی۔ مگر یہ پھر بھی اپنے جوانوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔ ان کی ذاتی قیادت اور بے مثال شجاعت نے ان آدمیوں کے اندر گرمی سے حرارت پیدا کر دی اور وہ دشمن کا مقابلہ بڑی جاں نثاری سے کرتے رہے اور پوری بٹالین کو پریشان کر رکھا۔

کمپنی کمانڈر نے بڑی ہمت اور کمال مہارت سے اپنی کمپنی کو دشمن کے نرغے سے بھی باہر نکال دیا۔

یہ غیر معمولی کارنامہ سرانجام دے کر اس افسر نے شجاعت، فرض شناسی اور قیادت کی وہ اعلیٰ روایت قائم کر دی جو دوسروں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے گرماتی رہے گی۔

میجر سرفراز خان ملک پدداہڈ ضلع سرگودھے میں ایک معزز فوجی کنبہ میں پیدا ہوئے اور اسی ماحول میں پروان چڑھے۔ آپ خانصاحب صوبیدار میجر ملک مولا حسن M. S. O. D. I کے فرزند ہیں اور بریگیڈیر ملک واصل خان کے داماد ہیں۔ ملٹری کالج جہلم کی تربیت گاہ قوت و توانائی حاصل کر کے فوج میں شامل ہوئے۔

آپ مغربی ایریان انڈونیشیا میں اقوام متحدہ کی فورس میں پاکستانی افواج کے ساتھ خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

حوالدار محمد اسلم (آرٹلری تمغۂ جرأت)

سولہ اور سترہ ستمبر کی درمیانی رات کو جو کمپنی دشمن کی گنوں کا کھوج لگانے جینڈر کو روانہ ہوئی۔ حوالدار محمد اسلم اس کمپنی کے توپ خانے کے آبزرور کے ساتھ مانک پارٹی کے انچارج تھے جس کا کام صرف یہی تھا کہ ضرورت پڑنے پر تار کو آبزرور سے گنوں تک بچھائے۔ اسی رات جب دشمن نے ایک بٹالین نفری سے حملہ کر دیا۔ تو اس حوالدار نے فرض شناسی اور ذاتی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ڈیوٹی سے کئی گنا زیادہ کام کر دیا۔

یہ موت کی آنکھ میں آنکھیں ڈال ہندوستانی صفوں میں گھس گیا اور کئی ہندوستانی سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہی نہیں بلکہ دشمن کی رائفل مشین گن اور پستول بھی چھین کر لے آیا۔

اس حوالدار کی ذاتی بہادری اور فرض شناسی نے نہ صرف دشمن کے حوصلے پست کر دیئے۔ بلکہ اس معمولی کردار سے ان کے دوسرے ساتھیوں کا خون بھی جوش میں آگیا۔

فرض شناسی اور بہادری کے صلے میں ان کو تمغۂ جرأت کا اعزاز ملا۔

میجر اعجاز احمد

درمیانہ قد، بھاری جسم، جگمگاتی ہوئی آنکھیں، خوش طبع ذہنی بجلی کی تیزی سے معلومات کی تہہ تک پہنچنے والا مطمئن اور پرسکون چہرہ اس آفیسر کی شخصیت کا آئینہ ہے۔

میجر اعجاز احمد نے سندھ فورس کے بریگیڈ میجر کے فرائض جس بے مثال فرض شناسی، غازیانہ جذبہ اور دلولہ جارت سے انجام دیئے اس کی مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

جنگ کے دوران شروع سے آخر تک سندھ فورس کے پیچ در پیچ مشینری نے بڑی عمدگی، محنت اور چابکدستی کے ساتھ کام کیا کسی جگہ کسی وقت کوئی نہ رہ گیا، دشمن کی ہر ایک چال کا قبل از وقت تہیہ لگایا گیا اور اس کی بڑی اعلیٰ طریقے سے جانچ پڑتال بھی کی گئی۔

یہ ساری کامیابی بریگیڈ میجر کی فوجی ڈرل، بے مثال فرض شناسی اور تنظیم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ یہ خود ہر ایکشن کے وقت اپریشن روم میں رہتے اور وہاں سے کمانڈر کے احکامات اور حالات کے مطابق منصوبوں میں رد و بدل کے پیغامات میدان جنگ تک پہنچاتے۔

لڑائی میں متاثر کرنے والی چیز مختلف ایکشنوں میں

کمال کا ربط تھا۔ اور ہر عمل گھڑی کے پرزوں کی سی ہموار روانی سے چلتا تھا۔ جو بھی بریگیڈ میجر کی پیشہ ورانہ صلاحیت اور فرض شناسی کی وجہ سے عمل میں آیا۔

میجر اعجاز تمام لڑائی کے دوران اپریشن روم میں رہا۔ نہ آرام کیا اور نہ ہی سستایا۔

میجر اعجاز احمد خان اپریل ۱۹۲۹ء میں گجرات کے ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں کاکول اکیڈیمی سے کمیشن حاصل کیا۔

آپ سٹاف کالج کوئٹہ اور انفنٹری سکول انگلینڈ کے گریجویٹ ہیں اور کئی سٹاف ڈیوٹیاں اور انسٹرکٹر کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ آپ اور ٹی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ اے کاکول اور سکول آف سگنل میں انسٹرکٹر رہ چکے ہیں۔

آپ نے رن آف کچھ اور ہندو پاک جنگ میں داد شجاعت حاصل کی۔ آپ گھوڑ سواری اور گہرے مطالعہ کے بہت شوقین ہیں۔

آپ کے تین اور بھائی۔ کیپٹن امتیاز۔ کیپٹن افتخار، اور کیڈٹ وقار دشمن کے برخلاف مختلف محاذوں پر داد شجاعت حاصل کر چکے ہیں۔



صدر پاکستان لفٹیننٹ کرنل ممتاز علی ایس جے کو تمغہ
ستارہ جرأت عطا کر رہے ہیں

کیپٹن ریاض احمد

چھوٹا قد، موٹا جسم۔ موٹی آنکھیں، ہنس مکھ، محنتی اور جوانمرد آفیسر جس نے سندھ فورس کمانڈر کے سٹاف آفیسر کے فرائض نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ یہ پوری لڑائی کے دوران ہمیشہ سندھ فورس کمانڈر کے ساتھ اگلے مورچوں پر رہے۔ اور اپریشن روم میں بریگیڈ میجر کی مدد کرتے ہوئے لڑائی کے احکامات مختلف معرکوں میں اگلے مورچوں تک پہنچاتے رہے۔ یہ پوری لڑائی میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ پورے پورے دن نہ کچھ کھاتے اور نہ ہی آرام کرتے۔

کیپٹن ریاض احمد ایک ممتاز گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

میجر احمد علی خان

درمیانہ قد، بھاری جسم، فرض شناس، خدا ترس اور آہنی عزم اور ارادوں والا افسر حیدرآباد دکن کے ایک معزز اور جنگجو گھرانے سے تعلق رکھتا ہے راجستھان کے محاذ پر ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے لیس بھارتی فوج کے حملے کو سندھ فورس کے جن صف شکن افواج نے پسپا کیا۔ اور جب شیر دل افواج نے دشمن کو اپنے علاقے میں دھکیل دیا۔ اس میں توپخانے کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

میجر احمد علی خان اس محاذ میں مارٹر بیٹری کے انچارج تھے۔ گیارہ نومبر کو مونا باؤ پر دشمن کی ذلت آمیز شکست کی ایک اہم وجہ احمد علی کے مارٹروں کے گولوں کی وہ آگ تھی جس نے دشمن پر جہنم کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس کے علاوہ اس عظیم انسر کی رہنمائی میں تمام معرکوں میں مارٹروں نے وہ اعلیٰ کام سر انجام دیا جس نے میجر احمد علی خان کو سندھ فورس کی کامیابیوں کی وجوہات میں ایک اہم جگہ دیدی۔ میجر احمد علی خان اپنے توپخانے سے دشمن کے قریب پہنچکر گولہ باری کے متعلق اپنے نوجوانوں کو ہدایات دیتے رہے۔ ان کی رہنمائی میں مارٹروں نے جو کردار ادا کیا وہ انکی فرض شناسی، پیشہ ورانہ قابلیت۔ انتھک کوشش، جرأت اور اعلیٰ قیادت کی گواہی دیتا ہے۔ ابتدائی تعلیم حیدرآباد دکن میں کی اور عثمانیہ یونیورسٹی سے بی اے پاس کرنے پر حیدرآباد سٹیٹ فورسز میں اکتوبر ۱۹۴۴ میں کمیشن حاصل کیا تقسیم ہند پر یہ پاکستان کی فوج میں شامل ہو گئے آپ پولیس ایکشن حیدرآباد اور رن آف کچھ میں داد شجاعت دے چکے ہیں۔

میجر ممتاز علی

۳۵ سالہ خوبصورت وجیہہ، روشن پیشانی، عقابی نگاہیں، ہنس مکھ چہرہ، نڈر اور پر وقار شخصیت کے مالک۔

راجستھان کے محاذ پر دشمن نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے کو چوری چھپے لینے کی ڈھکی کوشش کی مگر انہیں ہر وقت ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد پسپا ہونا پڑا۔ دشمن کے حملوں کو فائر بندی کے بعد سندھ فورس کے جن صف شکن افواج نے ناکام بنایا۔ اس میں میجر ممتاز علی کے بکتر بند دستوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

میجر ممتاز علی راجستھان کے محاذ پر بکتر بند دستے کے انچارج تھے۔ آپ کے حصے میں بہت پرانے اور ناکارہ ٹینک آئے۔ آپ کو ماتحت عملہ بھی ان جوانوں کو ملا جو کہ فوج میں اپنے فرائض پورے کر کے کئی سال پہلے گھروں کو لوٹ چکے تھے اس پر طرہ یہ کہ آپ کو اس وسیع و عریض علاقے میں تن تنہا بکتر بند دستے کی رہنمائی اور قیادت کرنی پڑتی تھی۔ آپ نے اپنے دستے کو خود تربیت اور ترتیب دی۔ اور لڑنے کے قابل بنا دیا۔

آپ نے ذاتی طور پر معرکہ حرمال اور سندرا میں بکتر بند دستے کی رہنمائی کی۔ آپ نے ذاتی تحفظ کی کبھی بھی پرواہ نہ کی۔ اور نہایت دلیری اور جوانمردی سے اپنے کام سرانجام دیتے رہے۔ ان کی ہمت افزا قیادت اور فرائض سے شغف کے باعث ہی اس دستہ نے یہ غیر معمولی کارنامہ انجام دیا۔ اور دشمن پر کاری ضربیں لگائیں۔

نائیک محمد اشرف شہید (انڈس رینجرز) تمغہ شجاعت

ستائیس ستمبر کو ہندوستانی فوج نے بہت بڑی جمعیت سے سندرا چوکی پر دھاوا بول دیا۔ جبکہ نائیک محمد اشرف سندرا چوکی پر مشین گن دستے کی کمان کر رہا تھا۔ دشمن نے اس سے چار گنا زیادہ قوت کے ساتھ حملہ کیا دشمن ہماری مقامی پوزیشنوں کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ جس کی وجہ سے اُن پر زیادہ دباؤ پڑنے لگا۔ کیونکہ دشمن تعداد اور طاقت میں ان سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن محمد اشرف نے جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہوئے بالکل نڈر ہو کر دشمن کو اپنی مشین گن کی نپی تلی مار کی زد میں رکھا۔ دشمن بہت قریب پہنچ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ پاکستانی محافظوں پر دھڑا دھڑ آگ برسا رہا تھا۔

دشمن کی توپیں گرج رہی تھیں، ہر طرف گولوں سے زمین پھٹی جا رہی تھی، اور دشمن گرد و غبار کی آڑ لے کر سندرا پر قبضہ کرنے کی خاطر پیش قدمی کر رہا تھا۔ جونہی دشمن اس کی مشین گن کی زد میں آیا تو محمد اشرف نے اپنی جان کو اس خطرے میں بالکل بے پرواہ ہو کر ڈال دیا اور اس وقت تک لگاتار فائرنگ کرتا رہا جب تک وہ زخموں سے نڈھال ہو کر اپنی مشین گن پوسٹ کے اندر نہ گر پڑا اور جام شہادت

نوش نہ کر لیا۔

لیکن گرنے سے پہلے وہ دشمن کی ایک پلاٹون سے زیادہ کا صفایا کر کے اس کا زور توڑ چکا تھا۔ اور اُس کے بچے ہوئے آدمی اپنی جانیں بچانے کی خاطر بھاگ گئے ہیں کامیاب ہو گئے۔

یہ کارنامہ انجام دے کر ہمارے اس عہدیدار نے دوسرے جوانوں کے لئے بے غرضی، فرض شناسی اور سرفروشی کی ایک انتہائی بلند مثال قائم کر دی۔

اس بہادری، جاں نثاری اور سرفروشانہ جذبہ کے صلے میں شہادت کے بعد تمغۂ شجاعت کا اعزاز ملا۔

چند خطوط اور محاذ!

پوری قوم ایک انگڑائی لیکر گہری نیند سے جاگ اٹھی ہے ایک نیا جذبہ نکھر آیا ہے ہر دل جوش جہاد سے معمور ہے۔ ہر طرف جہاد کا شور ہے۔ فدایان وطن مجاہدین کے ساتھ ساتھ اپنے خون کا آخری قطرہ اپنی پاک سرزمین کے لئے بہانے کو بے چین ہیں مادر وطن کی ایک آواز پر قوم کے بچے بچے نے اپنی جان نذر کردی مال و زر کی قربانی کیا حیثیت رکھتی ہے تمام عمر کی کمائی کو یوں لٹا دیا جیسے اسی لئے جمع کی گئی ہو شاعروں نے ایسے نغمے لکھے ہیں۔ جن میں لگاؤ وطن کی پرستش تھی اور جن کی اٹھان نے سب کے دل گرما دیئے۔ ادیبوں نے غازیوں اور شہیدوں کو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا کہ قلم کی ادنیٰ جنبش نے دلوں میں طوفان اٹھا دیئے۔

سول حکام نے بھی قربانی، غازیانہ جذبے، فرض شناسی اور اعلیٰ کارکردگی کا وہ شاندار مظاہرہ کیا، جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کوئی حالت کوئی آزمائش ایسی نہ تھی جس کی بھٹی سے یہ قوم کندن بن کر باہر نہ نکلی ہو۔ ملک کے طول و عرض سے اس جذبہ کا اظہار ان خطوط سے بخوبی ہو سکتا ہے جو سول اعلیٰ حکام نے فوجی حکام کو اور فوجی حکام نے سول حکام کو اور اسی طرح عزیزوں اور دوستوں نے اپنے شیر دل سپاہیوں اور سپاہیوں نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو لکھے۔ اس باب میں اسی قسم کے چند خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔

نوٹ: انگریزی خطوط کا ترجمہ آخری منظوری حاصل کرنے پر کیا جائے گا۔

ڈاکٹر امتیاز احمد خان سی ایس پی
ڈپٹی سی ہاؤس تھرپارکر

۱۰/ جنوری ۱۹۶۶ء

آپ نے جو میرے فرائض انجام دینے پر بھرپور قدردانی ظاہر کی ہے اس سے مجھے دلی مسرت ہوئی۔ علاوہ آپ نے جو میرے مددگار افسران اور سٹاف کے شاندار کارنامے سرانجام دینے پر خلوص کا اظہار کیا ہے میں آپ کا بہت بہت ممنون ہوں۔

جو خدمت ہم نے اور اس ضلع کے لوگوں نے انجام دی ہے وہ کسی پر احسان نہیں کیا بلکہ یہ ہمارے ذاتی فرائض تک محدود تھی۔ ہماری یہ خدمت صرف ان بہادر جوانان اسلام کے لئے تھی جو کہ راجستھان کے وسیع و عریض سیکٹر میں دشمن اسلام کے خلاف ایک آہنی دیوار بن کر سینہ سپر تھے میں نے جو لاتعداد دورے اپنے افسران کے ہمراہ ملک مقدس کی سرحدوں پر کئے وہ صرف آپ ہی کے جوش و خروش اور سرفروشانہ جذبے ہی کے مرہونِ منت تھے جس نے ہمارے دلوں میں محافظان وطن کی سرگرمیوں کو دیکھنے کی تمنا پیدا کر دی:

جب کبھی بھی ہم وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر ہمارا خون بھی جوش میں آکر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ کہ سرفروشانِ وطن اپنے مورچوں میں اس بلند حوصلگی سے ڈٹے ہوئے

نمٹے جیسے شیر اپنی کچھار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی جان باز افواج کی جاں نثاری اور سرفروشانہ جذبہ سے اس ضلع کے لوگوں میں کافی جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ ہماری بہادر افواج نے ایسے بلند کردار اور اولوالعزمی کا مظاہرہ کیا جس کی بدولت پاکستانی عوام کے دلوں میں محبت واخوت کی لہر دوڑ گئی۔ جس کے نتیجہ میں اُن کا اتحاد مثالی بن گیا۔ اور انہوں نے ہر محاذ پر دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

یہ بات ناقابلِ فراموش ہے کہ جو سترہ روزہ جنگ ہمارے فدائیانِ وطن نے مکار دشمنِ اسلام کے خلاف لڑی وہ حقیقت میں ہمارے ملک کے لئے سودمند ثابت ہوئی اور اس نے ہمارے ملک کو مستقبل کی الجھنوں سے روشناس کر دیا۔ ہمیں خداوند کریم کے بے حد و بے حد رحم وکرم پر بھروسہ ہے جس نے قلیل فوج کے باوجود بھی فتح وکامرانی عطا کی اور یہ بات پوری دنیا پر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ خدا کے نام لیواؤں کی ایک چھوٹی سی جماعت بڑے بڑے اور طاقتور دشمن کو سرنگوں کر سکتی ہے۔

مجھے جو آپ نے محمد بچل میمن مختیارکار عمرکوٹ کے متعلق اقتباس دیا ہے اس سے مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے میں نے سول اعزاز کی سفارش کر دی ہے۔ آپ نے جو جانباز فوج اور اس ضلع کی سول آبادی کے لئے ولولہ انگیز رہبری کا مظاہرہ کیا ہے اس کے صلے میں میں آپ کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش

کرتا ہوں۔

نیز مجھے آپ جیسے رہنماؤں کے ہمراہ اپنے فرائض سرانجام دینے میں دلی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں آپ کی اور اُن تمام افسران کی خدمت میں جو کہ سندھ فورس سے تعلق رکھتے ہیں جوہری اور اعلیٰ کارکردگی سرانجام دینے پر شاباش پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اور موت کو حیاتِ جاوداں سمجھ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سامنے ناقابل تسخیر چٹان بن کر اپنے ملک و قوم کی عزت و ناموس بچانے کی خاطر ڈٹے رہے۔

سول حکام اور اس ضلع کی سول آبادی سندھ فورس کے بہادر جانبازوں کو اُن کے سرفروشانہ ولیرانہ اور مصمم ارادوں کے صلے میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ سندھ فورس کے جیالے نوجوانوں نے نہ صرف اپنے ملک کی سرزمین کی حفاظت کی بلکہ دشمن کے کافی علاقے پر قبضہ کرلیا۔

بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر خان ایس کیو اے

ہیڈکوارٹر سندھ فورس

مجھے ابھی پتہ چلا ہے کہ آپ کے کچھ انسپکٹروں اور دوسرے عہدیداروں کو فرض شناسی، اعلیٰ قیادت اور غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر تمغۂ شجاعت کے اعزاز دیئے گئے جس انعام کے وہ بجا طور پر مستحق تھے۔ یہ صرف آپ کے لئے ہی نہیں بلکہ ہم سب کے لئے باعث فخر اور قابل رشک بات ہے جو خدمات انڈس رینجرز نے راجستھان کے وسیع و عریض سیکٹر میں سرانجام دی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں بلکہ وہ ساری افواج اور قوم کے سامنے عیاں ہیں۔ اسی جرأت و جوانمردی کے صلے میں انڈس رینجرز کو جو عزت اور بلند مقام حاصل ہوا ہے میں اپنی طرف سے اور تمام سٹاف کی طرف سے انہیں دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ براہ مہربانی یہ مبارکباد آپ جوانوں تک پہنچا دیں۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ شہیدان وطن کے درجات کی بلندی اور ان کی روح پر رحمتوں کی بارش برسائے اور شہیدان وطن کے عزیز و اقارب کے لئے بھی جنہیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

آخر میں میں خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انڈس رینجرز کو ملک کی بڑی سے بڑی خدمت کرنے اور دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کی ہمت و جرأت فرمائے۔ اور دنیا کی تاریخ میں انڈس رینجرز کے کارنامے سنہری حروف سے لکھیں جائیں۔ ہماری آئندہ نسلیں اس کے جرأت مندانہ کارناموں پر فخر محسوس کریں۔

مبارک علی از راجستھان

پیارے بھیا نعمت علی

السلام علیکم!

یہاں پر خیریت ہے اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ لوگ بھی دفاعی سرگرمیوں میں خوب حصہ لے رہے ہیں۔ ہم کم ہیں تو کیا ہوا، ہمارے دل جہاد کے جذبے سے پُر ہیں۔ ہم نے دشمن کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ بھی کر لیا ہے اور ہماری توپیں کل شام سے دشمن پر آگ کے گولے برسا رہی ہیں۔ دشمن نہ جانے کیوں اپنے جوانوں کو گاجر مولی کی طرح کٹوا رہا ہے۔

یہاں پر ہر ایک کی یہی کوشش ہے کہ لڑائی کی سعادت میں زیادہ سے زیادہ حصہ ملے۔ کپتان صاحب کی طرف سے آج ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور دشمن کے اگلے مورچوں پر قبضہ کر لیں آج ہم ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں کیونکہ ہماری کمپنی کو سب سے آگے ہونے کا شرف بخشا گیا ہے۔

پرسوں ... ہم نے بارہ قیدی بھی پکڑے۔ ان کے چہرے مرجھائے

ہوئے اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے جسم کے اندر خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ ہو۔ بھوک اور پیاس کے مارے ان کا بُرا حال تھا۔ ہم نے لنگر سے گرم گرم پھلکے اور ترکاری منگا کر ان کو کھلائی۔ دشمن کے طیارے کبھی کبھار آتے ہیں لیکن بہت کم۔ اور نہایت ہی بلندی پر۔

لڑائی ابھی بھی جاری ہے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دشمن لڑائی سے کتراتا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو دشمن کی کمر ٹوٹ چکی ہے۔ اتنا بزدل ہے جتنا جھوٹ ہوتا ہے۔

مجھے یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر حفیظ اللہ خان اور ڈاکٹر حمید اصغر فوج میں والنٹیر ہو کر بھرتی ہوئے ہیں۔ اور ماموں غلام علی اپنی گاڑی لے کر فوجیوں کی خدمت میں کھیم کرن کے محاذ پر چلے گئے ہیں بھائی عبدالرحمٰن۔ برکت علی۔ حمید اصغر اور گلزار احمد کو بھی کہیں کہ وہ بھی فوج میں بھرتی ہو کر جہاد کی سعادت حاصل کریں۔ نسیم اور محمد اکرم کا خط لاہور سے ، اشرف علی کا واہگہ محاذ سے آیا ہے۔

اکرم نے لکھا تھا کہ بے بی کی شادی اتوار کو قرار پائی ہے۔ ممتاز جلد سے جلد لاہور پہنچ جائے تاکہ شادی میں شریک ہو سکے۔ آپ

براہ مہربانی آپا اشرف اور بھائی مبارک کو میری معذرت کر دیں۔ باقی ہمارے حوصلے بلند ہیں۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہوگی۔ نیز میری طرف سے ابا اور امی کو سلام۔ بشارت علی اور ننھی مسرت ظاہرہ کو پیار۔

آپ کا بھائی

مبارک علی انڈس رینجرز

تیمور عظمت عثمان

ماڈل ٹاؤن لاہور

پیارے دوست

السلام علیکم۔

میرے خیال میں آپ محاذ پر دشمنوں کا سر کچلنے میں اتنے مصروف ہیں کہ خط لکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

کل تو بڑا ہی مزا آیا۔ میں اور نادر کمال، چچا صاحب کے ساتھ کمرے میں بیٹھے پڑھ رہے تھے کہ اچانک فضا میں ہوائی جہازوں کا شور سنائی دیا۔

یہ تین بھارتی نٹ طیارے تھے جو لاہوریوں کے عزم اور حوصلوں کو کچلنے کے لئے لاہور کی فضا میں پرواز کر رہے تھے چند ہی سیکنڈوں میں پاکستانی سیبر بھی اسی مقام پر پہنچ گیا پاکستانی ہوا باز نے ان کو للکارا اور ان بھارتی کوؤں کو گھیر لیا۔ پھر کیا تھا سارا لاہور اللہ اکبر اور یا علیؓ کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ ہم میں سے سوائے ہمارے خانصامہ کے کوئی بھی دفاعی خندقوں میں نہ گیا۔ میں اور جاوید تو چھت پر چڑھ گئے تاکہ لڑائی کا نظارہ

ذرا آسانی سے دیکھ سکیں۔

ہماری طرح اور بھی بہت سے جانباز لڑکے بابے بوڑھے اور جوان بھی چھتوں پر چڑھ کر لڑائی دیکھ رہے تھے۔ پاکستانی سیبر ایک نٹ طیارے پر ایسا جھپٹا جیسا باز کبوتروں پر، دیکھتے ہی دیکھتے ایک بھارتی نٹ طیارے سے آگ کے شعلے بلند ہوئے، وہ پوری طرح شعلوں کی لپیٹ میں آ گیا۔

باقی دو نٹ طیاروں نے جب اپنے ساتھی کا یہ انجام دیکھا تو انہوں نے راہِ فرار اختیار کی اور امرتسر کی طرف بھاگ گئے۔

اس منظر کو دیکھ کر تمام لاہور تالیوں اور فلک بوس نعروں سے گونج اٹھا۔ ہم سب نے ایک دوسرے کو مبارک دی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اس کے فوراً بعد ہم کار سے اس جگہ پہنچے جہاں بھارتی طیارہ گرا پڑا تھا۔ جائے وقوعہ پر پہنچ کر سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ ہم سے پہلے ہی بہت سے لوگ وہاں پہنچ چکے تھے اور اس کے کل پرزے اٹھا کر چلتے بنے تھے۔ آخر لاہور والے تو پتنگوں کو نہیں چھوڑتے پھر یہ تو کافروں کا گرا ہوا جہاز تھا۔

بھیا ہمیں محاذ سے ہندوستانی چھینی ہوئی چیزوں کا کچھ تحفہ

ضرور بھیجنا۔ جاوید تو آج کل کاغذ کے جہاز بنا کر خوب اڑاتا ہے کہتا ہے میں بڑا ہو کر پائلٹ بنوں گا۔

نادر تو آج کل گھر پر نہیں ہوتا وہ نو رضاکاروں کے دستے میں شامل ہو گیا ہے اور اپنے فوجی بھائیوں کا ہاتھ بٹا رہا ہے۔

ہمیں تو محاذ کی خبریں سننے کا شوق ہے آپ تفصیل سے ہمیں اس کے بارے میں لکھیں۔

سب فوجی بھائیوں کو سلام

آپ کا دوست

تیمور عظمت عثمان

لاہور

یہ خط ایک تحفے کے بنڈل سے برآمد ہوا۔

حیدرآباد:

آج تمہیں ہی نذرانۂ عقیدت پیش کرتی ہوں۔

تمہارے کارناموں کی روئداد پڑھ کر میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے کتنے عظیم ہو تم، اپنی جانوں کی قربانی دے کر تم نے اپنی تمام بہنوں کی عزت اور ناموس کو بچایا، تمہارے سامنے ہنستے مسکراتے بچے دعائیں دیتی مائیں اور ضعیف باپ تھے جن کی آرزوؤں کا مرکز تم تھے۔

اے میرے بھیلے بھائیو! تم اللہ کے شیر ہو، حیدر کرار کی روایات کے حامل ہو، تم پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہے۔

میرے بھیلے اور بہادر بھائیو تمہاری شجاعت، بہادری سے آج ہر قوم کی آنکھیں چندھیا رہی ہیں۔ کوئی تمہارے ساتھ آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ میرا دل تو چاہتا ہے کہ خدا مجھے سنہرے پروں والی پری بنا دے اور میں اُڑ کر تم تک جا پہنچوں۔ میں تصور میں اپنے جیالوں کو لڑتے دیکھ رہی ہوں۔

اے پاک فوج کے سپہ سالارو! تمہاری شجاعت پر اللہ تعالے

نے فتح و نصرت کی مہر ثبت کر دی ہے۔ تم ایک پہاڑ ہو جس کے سایہ میں تمام ملک کھڑا ہے ۔ اللہ آپ کے شباب کو سلامت رکھے ۔ ہمیں تمہارے قوت بازو پر اعتماد ہے ۔

خداوند تمہارا حامی و ناصر ہے ۔ ہم ہر وقت تمہارے لئے دست بدعا ہیں ۔

کتنی عظیم اور خوش قسمت ہیں وہ مائیں جنہوں نے تمہیں جنم دیا ۔ کتنی خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جن کے تم بھائی ہو ۔

اے میرے وطن اور آن کے محافظو اپنے وطن کی بیٹی کا تحفہ اور سلام قبول ہو ۔

بہن کا خط بھائی کے نام

پیارے بھائی جان!

آداب عرض

آپ کا خط نہ ملنے پر میں خود ہی پہل کر رہی ہوں۔ بھائی جان تم ہمیشہ سلامت رہو اور قوم کی خدمت کرو۔ بھائی جان اپنے دل کو مضبوط رکھنا اور سینہ سپر رہنا۔ بھائی جان! میں ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ میرا بھائی محاذِ جنگ پر اپنی قوم اور ملک کی خدمت کر رہا ہے۔ بھائی جان آپ کو اپنی بہن کی قسم میں آپ سے ایک بات کہتی ہوں کہ آپ اپنا فرض دیانت داری سے سرانجام دیں۔ میرے بھیا جان کی بازی لگا دینا مگر اپنے وطن پر آنچ نہ آنے دینا۔ یاد رکھو اگر دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو ہزاروں بہنیں اور بھائی یتیم ہو جائیں گے۔ یہ آزادی کی شمعیں جو روشن ہیں بجھ جائیں گی۔ یہ معصوم قہقہے درد بھری آہوں میں بدل جائیں گے۔

مجھے امید ہے کہ تم غازی بن کر لوٹو گے تو تمہاری بہن تمہارے راستے میں پھول بکھیرے گی اور تمہارے قدم چومے گی۔ رضیہ اور امتیاز بھی آئی ہوئی ہیں آپ کا پوچھتی ہیں سب آپ کے لئے

دُعا کرتے ہیں۔ ٹمیپو آج کل خوب کھل کر ہنستا ہے۔ امی جان تمہارے لئے دعا کرتی ہیں۔ آپ خط ضرور لکھا کریں۔

آپ کی بہن

بھائی کا جوابی خط بہن کے نام

پیاری بہن :

السلام علیکم

آپ تو میرا خط نہ لکھنے پر ناراض ہوئی ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ وطن مقدس کی بہنوں کی طرف سے بے شمار تحفے موصول ہونے پر تمہارا خیال آہی جاتا ہے۔ لیکن میں تمہیں خط لکھنے سے ڈرتا تھا۔ کہ شاید تمہارے دل میں بھائی کی محبت غالب آجائے اور تم مجھے ایک خط لکھ ڈالو جو مجھے اپنے فرائض کی ادائیگی سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل کر دے۔ لیکن آج تمہارا خط ملا تو میں سراپا حیرت بن کر رہ گیا۔

پیاری بہن میں تمہارے اس خط کا کیا جواب دوں، یہ تمہارا خط ہی بلکہ وطن مقدس کی اُن تمام بہنوں کی آواز ہے جو ہر وقت وطن کے محافظوں کے لئے بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا رہتی ہوں اور قوم کے جن بھائیوں کے مقدر میں ایسی فرض شناس بہنیں ہوں اُن کا قدم کس طرح پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ پیاری بہن آپ بالکل فکر نہ کریں میں

اُس آنکھ کی بینائی چھین لوں گا جو میری غیور قوم کی بیٹیوں پر اُٹھے گی میں وہ ہاتھ کاٹ ڈالوں گا جو میری بہنوں کے سہاگ کی طرف بڑھیں گے میں اُن قدموں کو قلم کر دوں گا جو ہماری مقدس سرزمین کی طرف اٹھیں گے ۔ میں اپنی زندگی قربان کر دوں گا لیکن وطن کی بہنوں اور بچوں کی مسکراہٹیں برقرار رکھوں گا ۔ میں اپنے خون سے وطن کے افق پر سرخیاں بکھیر دوں گا ۔ مگر دشمن کو ایک انچ نہ بڑھنے دوں گا ۔ رضیہ اور رخسانہ کو سلام کہہ دینا ۔ امی کو بہت بہت سلام ۔ پھوپھی صاحبہ کا کیا حال ہے ۔ سب کو کہیں کہ دعا کیا کریں ۔

آپ کا بھائی

از صوابی - تورڈھیر

برخوردار غفرانؔ

السلام علیکم:

تمہارا خط ملا۔ پڑھ کر خوشی حاصل ہوئی۔ آج مجھے فخر ہے کہ میرا لختِ جگر قوم اور ملک کی حفاظت کر رہا ہے۔ اپنے قبیلے میں میرا سر سب سے اونچا ہے۔ اس لئے تمہارے قدموں میں ذرا بھی لغزش نہ آنے پائے۔ تمہارے قدم ایک نئے ولولے اور غازیانہ جذبے سے آگے بڑھنے چاہئیں۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان کی کوشش کبھی رائگاں نہیں جاتی۔ تم کسی قسم کا غم اور فکر نہ کرو۔ تمہاری فکر صرف دشمنوں کو کچلنے اور مسلسل جدوجہد میں لگی ہونی چاہیئے۔

جب چلتے چلتے تمہارے قدموں میں لغزش محسوس ہو یا تم پر غنودگی طاری ہو اور تم اپنے فرض سے غافل ہو جاؤ فوراً اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے آنکھوں کے سامنے لا کر نئے ولولے اور عزم سے آگے بڑھو۔

پیارے لختِ جگر:

اگر تم ذرا بھی پیچھے ہٹے تو میرے سفید کپڑوں پر ایک بدنما داغ لگ جائے گا۔ جس کا مٹانا ناممکن ہے۔

تمہارے ہاتھ میں پوری قوم کی عزت اور ناموس کا سوال ہے۔ اگر اس جدوجہد میں تمہیں شہادت کا رتبہ حاصل ہو جائے تو

اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھو، ملک و قوم اور اسلام پر ایسی لاکھوں جانیں قربان ہو جائیں تو حق ادا نہیں ہوتا، اور شہید تو ہمیشہ کے لیے زندہ رہتا ہے۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے،

جس روز میں نے تمہیں محاذِ جنگ پر جانے کے لئے الوداع کہا تھا وہ دن میری زندگی کا زیادہ خوش کن دن تھا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا مگر وہ دھڑکنیں خوف و ہراس کی نہ تھیں بلکہ ہر ایک دھڑکن میرے پورے جسم میں اللہ اکبر کی گونج پیدا کر رہی تھی، میرا دل ایک لازوال مسرت کی شدت سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ میں اس وقت فخر محسوس کر رہا تھا۔ وہ امانت جسے میں پچیس سالوں تک اپنے سینے سے لگائے رکھا آج اللہ کے حوالے کر رہا ہوں۔

بیٹا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو، تمہاری امی اور بہن تمہارے غازی بن کر آنے کے لئے منتظر رہیں گی۔

ظاہر شاہ سکوٹر پر کل گاؤں آیا تھا، وہ دل لگا کر پڑھ رہا ہے۔

فقط آپ کا دعا گو

والد

تیمور شاہ کالنسی روڈ۔ کوئٹہ

پیارے بھائی جان!

السلام علیکم:

امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے تمام جوان بھائیوں کے ساتھ بالکل خیریت سے ہوں گے۔ خداوند کریم نے آپ کو اُن ٹیلوں اور خاردار جھاڑیوں میں کتنا کرم کیا ہے اور کتنی شان و شوکت عطا کی ہے۔ آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ میں تو آپ کے لئے ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ مجھے بھی اتنی توفیق عطا فرما کہ میں اسلام کی اور اپنے بھائیوں کی خدمت کروں اور اپنے عظیم ملک پاکستان کی شان و شوکت کو دوبالا کروں۔

بھائی جان میں تو سخت بے تاب ہوں کہ یا اللہ یہ ایف اے کے امتحان کب ختم ہوں گے اور مجھے بھی پاک آرمی میں جانے کا موقعہ نصیب ہو۔

آپ یقین کریں کہ جب اخبار میں نوجوان بھائیوں کی تصویریں دیکھتا ہوں تو میرے اندر جوش کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ مگر پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر دل میں ٹھیس لگتی ہے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے ملک و اسلام کی خدمت کرنے کا موقع کیوں عطا نہیں کیا۔ آپ لوگوں کی دعائیں تو جلد قبول ہو جاتی ہیں۔ آپ دعا کریں کہ جلد ہی ایف اے

پاس کر لوں اور فوج میں شامل ہو جاؤں۔

یہاں پر تو دفاعی سرگرمیاں اپنے عروج پر ہیں۔ دفاعی فنڈ میں چندہ دینے کے لئے کشاں کشاں آتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ ارضِ پاک کے تحفظ اور سلامتی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور وطن عزیز کی عزت و حرمت پر کٹ مریں گے لیکن دشمن کے ناپاک عزائم کو کبھی پروان چڑھنے نہیں دینگے۔

عابد۔ نور شاہ اور والد صاحب سلام کہتے ہیں۔

آپ کا بھائی

تیمور

سلطان محمود کیڈٹ کالج

پیارے بھیا!

السلام علیکم!

ایک ہفتہ ہوا کالج دوبارہ کھل گیا ہے۔ یہاں پہ تو سب کی زبان پر جنگ کی باتیں ہیں اور مجاہدوں کے سرفروشانہ کارناموں کی داستانیں سنائی جا رہی ہیں۔ آج کل تو بھرتی زوروں پر ہے۔ فسٹ ایڈ، آگ بجھانے کی تربیت، ہوائی حملے سے بچاؤ کی تربیت حاصل کرنے والوں کے ہر جگہ ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ کل کالج میں یوم والدین تھا۔ اس موقع پر ائر مارشل نور خان نے ایک یادگاری کتبے کی نقاب کشائی کی۔ اس میں اُن کالج کے شہدا کے نام درج ہیں جنہوں نے حالیہ جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔

ہمارے کالج نے ایک تفریحی پروگرام بھی پیش کیا اُس کی آمدنی دفاعی فنڈ میں دی جائے گی۔

پچھلے دنوں فوجی بھائیوں کے لئے خون کی ضرورت پڑی۔ تو ہمارے کالج کے لڑکوں نے خون کی بوتلوں کے کریٹ بھر دیئے۔ بھائی اگر سچ پوچھو تو ہم سب محاذ پر جانے کے لئے بے تاب ہیں، مگر کیا کریں کالج والے اجازت نہیں دیتے۔

گھر پر ٹوٹو ابھی سے جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ خاکی کپڑے

پہنتا ہے اور کندھے سے بیٹی لگا کر شہری دفاع کے رضاکاروں کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ شہریار اور رضیہ نے تو جیب خرچ جو پچھلے ایک سال سے جمع کیا ہوا تھا دفاعی فنڈ میں دے دیا ہے ہم تو کبھی کبھار کھانے کا ناغہ بھی کرتے رہتے ہیں اور اس طرح سے بچائی ہوئی رقم دفاعی فنڈ میں دے دیتے ہیں۔ میرے ساتھی عثمان خالد۔ حسن شاہ۔ معظم۔ نعیم۔ اسلم خٹک اور پرویز چیمہ کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے تمام فوجی بھائیوں کو سلام کہہ رہے ہیں۔

کل ایبٹ آباد جاتے ہوئے میرے پاس زاہد آئے۔ ہم نے کھانے کے لئے بہتیرا کہا مگر نہ رُکے۔

میری طرف سے سب فوجی بھائیوں کو سلام، ہاں یاد آیا اسد ونگ کمانڈر ہو گئے ہیں۔

محمد اکرم — گودھا

پیارے دوست!

السلام علیکم:

ابھی ابھی آپ کا خط ملا۔ بھیا یقین جانو بہت ہی خوش ہوئی آخر خوشی ہوتی بھی کیوں نہ، آخر غازی بھیا کا خط تھا ہم سب تو آپ کا ذکر خیر کرتے رہتے ہیں۔ میں نے انور کو آپ کے بارے میں سنایا تو کہنے لگا۔ میں نہ کہتا تھا کہ بھیا ضرور غازی بن کر آئیں گے دیکھا میری دعا پوری ہوگئی۔

بھارت کے بزدل اور بے ضمیر ہوا باز ہمارے گھروں پر مسلسل بم گرا رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی کو پلٹ کر ہم میں خوف و ہراس پھیلا دیں۔ لیکن ان کو کیا معلوم کہ اصل میں ہر پھٹنے والا بم ہمارے حوصلوں، ولولوں اور ہماری امنگوں میں آگ لگا رہا ہے۔

ایک ہفتے کی بات ہے رات کے دو بجے تھے اچانک تین زوردار دھماکے ہوئے۔ بھارتی ہوائی جہاز ہمارے ساتھ والے گھر پر بم گرا رہے تھے بم کے ٹکڑے گھر میں اس طرح گھسے جیسے کسی نے راستہ دکھا دیا ہو، دو آدمی وطن کی راہ میں شہید ہوئے۔ اگرچہ یہ وقت قیامت سے کم نہ تھا۔ مگر ہم نے اسے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔

یہ بھارتی پائلٹ بڑے بے غیرت اور بے شرم ہیں۔ کیونکہ

ہنستے شہریوں پر کے مکانات منہدم کر کے خوش ہوتے ہیں۔ اور جہاں جوابی کارروائی کا خطرہ نہ ہو وہاں نیچے اڑان کر کے مسجدوں تک شہید کر دیتے ہیں۔

بھائی جان دشمنوں کی ایسی مرمت کریں کہ یہ پھر سر اٹھانے کی جرأت نہ کر سکیں۔

بھیا اسلم جھنگ گئے ہوئے ہیں اور شاید گوجھا راجہ میں اقبال چغتائی کے ہاں بھی قیام کریں۔

گھر میں سب آپ کو دعا سلام کرتے ہیں۔

آپ کا دوست
محمد اکرم

وقار احمد لاہور

پیارے بھائی جان

السلام علیکم!

کئی دنوں سے آپ کا خط نہیں ملا۔ دل مایوس ہونے لگا۔ سوچا پھر پہل کر دوں، یہاں پہ تو ان دنوں ثقافتی سرگرمیوں کی جگہ پریڈوں اور نشانہ بازیوں نے لی ہے۔ جدھر بھی نکل جائیے بچے بوڑھے جوان اور ہر عمر کی عورتیں پریڈ کرتی اور نشانہ بازی کی مشق کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ سب جگہ ایک ہی نعرہ ہے۔ دشمن پہ کاری ضرب لگاؤ۔ یہاں پر آجکل ہر ایک گھر ایک قلعہ، ہر شخص میں وہ جوش و خروش ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں پر لوگ چندہ بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دے رہے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر فخر محسوس ہوگا کہ میرے ابا نے محلے میں سب سے زیادہ چندہ دیا۔ امی نے بہت سے کپڑے اور رضائیاں کشمیری مہاجرین کی امداد کے لئے اپوا کے دفتر بھیج دی ہیں۔ ہم تمام سکول والے دفاعی فنڈ جمع کرنے کے لئے بوٹ پالش کرتے اخبارات و رسائل بیچتے ہیں۔

ہمارے محلے کے سب لوگ بچے، جوان، شہری دفاع کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور شام کو ریڈ کراس کے دفتر سامان جمع کرانے ایں۔ یہاں پہ نو مرو ک پہ جابجا بچے، بوڑھے، نوجوان، اور عورتیں بڑھ چڑھ

اپنے فوجی بھائیوں کو ہر قسم کی چیزیں پیش کر رہی ہیں۔ جا بجا ریڈ کراس
کے دفتر کھل چکے ہیں جہاں حسب طاقت چیزیں جمع کروا رہے ہیں۔
اور خون دے رہے ہیں۔ آج کل تو بالکل مزہ نہیں آیا۔ نہ تو رات کو شعلے
نظر آتے ہیں اور نہ ہی دھماکے سنائی دیتے ہیں۔

اگر سچ پوچھو تو سائرن بجتے ہی طیاروں کو یوں تلاش کرتے تھے،
گویا تاروں بھری رات میں آسمان کا لطف لے رہے ہیں۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ شکیل احمد نے رائفل چلانی سیکھ لی ہے
ہمیشہ امی کو کہتا ہے میں فوج میں بھرتی ہوں گا۔ ماموں کل آئے تھے
آج صبح ہی واپس چلے گئے۔ امی، ابا، شکیل کی طرف سے سب فوجی
بھائیوں کو سلام۔

آپ کا بھائی

وقار احمد

سمرہ وین نمبر ۴ رزیڈنسی روڈ
پشاور

پیارے بھیا!

السلام علیکم!

ہمیں آپ سے بڑی شکایت ہے آپ ہمیں خط میں چھوٹا لکھتے ہیں۔ ہمیں محاذ پر سپاہیوں کے کارنامے سننے کا بے حد شوق ہے، براہ مہربانی اس کے متعلق تفصیل سے لکھیں۔

آج کل تو ہم سب اپنے محبوب جانبازوں کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔ ہمارے گھر کے پیچھے اچھا خاصا میلہ لگتا ہے، دیگیں پکتی ہیں، ٹھنڈا میٹھا پانی ملتا ہے۔ بیشمار مرد بچے، عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ فوجی گاڑیاں جب گذرتی ہیں تو سب کے چہرے عقیدت اور محبت سے دمکنے لگ جاتے ہیں۔

لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر مجاہدوں کو سلام کرتے ہیں اور فوجیوں کو ہم زبردستی کچھ کھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہت سے بچے عورتیں چورا ستے میں کھڑی رہتی ہیں بھاگ کر رومال، بسکٹوں کے ڈبے، سگریٹ اور نوٹ گاڑیوں میں پھینک دیتے ہیں۔

ہمارے سکول نے ایک تفریحی پروگرام پیش کیا ہے، اس کی تمام آمدنی دفاعی فنڈ میں دے دی گئی ہے۔ میرے والد صاحب

کل بتا رہے تھے کہ کچہری میں آج کل بہت کم مقدمات آتے ہیں۔ اور ہمارا کاروبار سرد ہوگیا ہے۔ اس جنگ نے لوگوں کو گہری نیند سے بیدار کر دیا ہے۔

آج کل لوگ آپس کے جھگڑوں، چوری چکاری اور فسق و غارت میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ وہ سب کچھ اپنا قوم و ملک کے نام پر قربان کر دینا چاہتے ہیں۔

ابا جان، امی جان اور چچا جان کی طرف سے سلام قبول ہو۔

خط کا جواب بہت جلدی دیں۔

فقط آپ کا بھائی

سمر زین

اقتدار پشاور

پیارے بھائی جان

السلام علیکم:

میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداوندکریم سے نیک چاہتا ہوں، صورت احوال یہ ہے کہ ہمیں تو اس بات کا فخر ہے کہ آپ بھی محاذ پر ہیں جہاں آپ لوگ محاذوں پر سر پر کفن باندھے موجود ہیں وہاں ہم بھی اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کو تیار ہیں۔ یہاں پر لوگ دفاعی فنڈ کا بڑی گرم جوشی سے مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہاں پر ہر ایک محلے میں متعدد تنظیموں نے کئی مقامات پر سامان جمع کرنے کے مرکز کھول رکھے ہیں۔

آپ کے دوست منیر احمد کی دکان کے سامنے "ایک پیسہ سے دو ٹینک" والا چھوٹا سا ڈبہ ٹانگا گیا ہے۔ جسمیں روزانہ تیس چالیس روپے جمع ہو جاتے ہیں۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہمارے محلے نے اب تک سینکڑوں رضائیاں، گرم کپڑے، برتن اور فوجی بھائیوں کے لیئے تحائف دیئے ہمارے سکول میں ایک رنگا رنگ پروگرام بھی ہوا۔ اُس کی تمام آمدنی دفاعی فنڈ میں دی گئی ہے اس کے علاوہ بھائی جہانگیر کی

شادی بھی ہو گئی ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ جہیز کی مالیت کی رقم کی رسید لڑکی والوں نے جہانگیر کو دے دی۔

آپ چھٹی پر کب تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کو غازی بن کر دیکھنے کی تمنا دل میں مچل رہی ہے۔ ماموں جان آج کل کوہاٹ میں ہیں۔ امان اللہ اور جمیل اسلامیہ کالج میں داخل ہو گئے ہیں۔

امی، بہنوں اور والد صاحب کی طرف سے سلام قبول ہو۔

آپ کا فرمانبردار بھائی

افتخار

ممتاز احمد
معرفت
ذوالفقار احمد بس ایبہار
روڈ نمبر ۳ ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)

پیارے بھائی

السلام علیکم ۔

مجھے احساس ہے کہ آپ کے فرائض اور ذمہ داریاں اس وقت بہت زیادہ ہیں۔ اسی لئے آپ کا خط اگر دیر سے آئے تو مجھے کوئی شکایت اور گلہ نہیں ہوتا ۔

سیالکوٹ اور چھمب، جوڑیاں، جسّڑ، کھیم کرن، راجستھان محاذ کے متعلق جو اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں وہ افواج پاکستان کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں، دشمن کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے ہمارے محبوب صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی زیر قیادت جو کارہائے نمایاں انجام دیئے گئے ہیں دنیا نے بھی اُسے تسلیم کیا ہے ۔

حقیقت میں دشمن کا یہ زعم باطل تھا کہ پاکستان ایک تر نوالہ ہے ۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ہر وہ قدم جو پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرہ کا موجب ہوگا کاٹ کر رکھ دیا جائیگا ۔ اور اب ــــ اب تو اس کی آنکھیں کھل چکی ہونگی .... سچ تو یہ ہے کہ جذبات بے قابو

چھوٹے جا رہے ہیں اور دل چاہتا ہے کہ جذبات کا اظہار کئے جاؤں
مگر آپ کی مصروفیت کے باعث میں اسے طویل کرنا نہیں چاہتا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو پاکستان کی خدمت
کی توفیق بخشے۔ آمین

گاہے گاہے اپنی خیریت کی اطلاع دیتے رہا کریں۔
گھر میں سب طرح سے خیریت ہے۔ مشتاق، شاہ عالم اکثر آپ
کا ذکر کرتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔

والسلام

ممتاز احمد

بریگیڈیر کے ایم اظہر خان
ایس ٹی کیو اے

خط

عبدالرحیم داتشانی کے نام

ہیڈ کوارٹر سندھ فورس
پاکستان آرمی
۹ر جنوری ۱۹۶۶ء

پیارے عبدالرحیم داتشانی

جنگ کے بعد اب جبکہ حالات معمول پر آ گئے ہیں اور میں نے بھی چین کا سانس لیا ہے تو میں تمہارا اور تمہارے ماتحت عملے کے افسروں اور دیگر اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہند پاک کی جنگ کے دوران اور جنگ بندی کے بعد خطرناک حالات کے وقت میرے ساتھ تعاون کیا اور میری بہت مدد کی۔ ہمیں جنگ کے دوران کسی بھی لمحہ یہ محسوس نہیں ہوا۔ کہ ہم دشمن کے خلاف اکیلے لڑ رہے ہیں کیونکہ ہمیں ہمیشہ شہری باشندوں اور پولیس کی طرف سے مادی اور اخلاقی

مدد حاصل ہوتی رہی۔ حملہ آوروں کے خلاف ہماری جد وجہد میں جو آپ نے کردار ادا کیا اور ہماری مدد کی وہ ناقابل فراموش ہے اور آپ نے اپنی پولیس کا عملہ بھیجا جنہوں نے بہت سے معاملات سلجھائے۔ جن میں سیکورٹی۔ مجاہدین۔ لشکر اور مہاجرین کے معاملات قابل ذکر ہیں۔ آپ کی اس مدد نے ہماری مشکلات کو آسان کر دیا۔ اور مجھے اور میرے عملے والوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنی توجہ عملی کاموں کی طرف مبذول رکھیں۔ پس اس طرح ہم نے اس سیکٹر میں کامیابی حاصل کی۔

اس تمام عرصہ میں ہم آپ لوگوں کے مرہون منت رہے۔ میں اور میرے عملے کے لوگ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم نے آپ لوگوں سے ناقابل یقین مطالبات کئے۔ لیکن آپ نے ہمیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ آپ کی پولیس کے عملے میں ایسے محب وطن پولیس افسروں کی کمی نہیں جو ہماری مدد کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس سیکٹر میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

آپ کا نقصان شدہ علاقے کا جو کہ اگلی لائنوں میں واقع ہے اکثر اوقات معائنہ کرنے سے جو کہ جان جوکھوں کا کام ہے نے نہ صرف عام لوگوں کے دلوں میں اعتماد قائم کر لیا بلکہ اس سے اُن کے ماتحت افسران اور دوسرے سول افسروں کے جذبات ابھرے اور انہیں سے ہماری ہمت بھی بندھی۔ اس افسر نے بوقت ضرورت ہنگامی حالات میں بہت

اعلیٰ کام کیا اور اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا۔ اور دشمن کے خلاف ہماری جدوجہد میں مدد کی۔

آخر میں میں ایک مرتبہ پھر آپ کے اور آپ کے ڈسٹرکٹ کے پولیس افسروں کا اور اُن کی اعلیٰ کارکردگی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ درحقیقت ہم نے دشمن کے خلاف جنگ کا وقت ایک ہمدردانہ اور مددگار فضا میں گزارا اور ہم دوبارہ بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہیں گے۔ اور اس دفعہ انشاء اللہ ہم دشمن کو منہ توڑ جواب دیں گے۔ خدا کرے کہ ملٹری اور سول کے درمیان اس تعاون کو اور فروغ حاصل ہو۔ اور ملک دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین

مسٹر عبدالرحیم درانی TQA
ایس پی پولیس تھرپارکر
ڈسٹرکٹ میرپور خاص

پاکستان ویسٹرن ریلوے بورڈ

لاہور

۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء

پیارے بریگیڈیر کے ایم اظہر خان

مجھے آپ کا خط نمبر A/50/2/5/12 مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۶۶ء ملا، دلی مسرت حاصل ہوئی۔ جس میں آپ نے کراچی ڈویژن کے افسروں اور باقی عملہ کی وفاداری اور جان وقف کرنے کو سراہا ہے اور اُن کی دفاعی فوج کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف راجستھان سیکٹر میں کام کرنے کو سراہا ہے۔ ملٹری کے لوگوں نے حالیہ ہند و پاک جنگ میں جو مالی کارکردگی کی مثال پیش کی ہے اُس سے ریلوے کے حکام نے سبق حاصل کیا اور وہ ملٹری والوں کے ساتھ مل کر کام کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

آپ نے جو ریلوے کے اراکین کے کارناموں کو سراہا ہے میں یہ پیغام ان تمام لوگوں تک خصوصاً اُن لوگوں تک جن کی آپ نے خصوصیت سے تعریف کی ہے، اور مجھے یہ موقع ملا ہے کہ میں ریلوے والوں کو اُن کے اُن جذبات پر مبارکباد دوں جو کہ انہوں نے اور اُن کے افسروں نے آپ کی سرکردگی میں راجستھان سیکٹر میں پاکستانی علاقہ کی مدافعت کی، اور

ہیں انہیں ان کی اس کامیابی پر مبارکباد دوں ۔ کہ انہوں نے دشمن کے ۱۲۰۰ مربع میل علاقے پر قبضہ کر لیا ۔ آپ کے ان تاریخی کارناموں نے دائمی شہرت حاصل کر لی ہے ۔ اور مستقبل میں بھی ہمیشہ آنے والی مشکلات میں آپ کے کارنامے قوم میں ایک نئی روح پھونک دیں گے ۔

آپ کا مخلص
ڈبلیو اے شیخ

بریگیڈیر خواجہ محمد اظہر ایس کیو اے
ہیڈکوارٹر ۱۵ بریگیڈ

السلام علیکم:

آپ نے ۵ جنوری ۱۹۶۶ء کے خط نمبر A/2/۱۵ لکھ کر کسر نفسی سے کام لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اور میرے عملے نے اپنے فرض سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ میں تو چاہتا تھا کہ خداوند تعالیٰ مجھے اور ہمت دیتا تاکہ اس سے زیادہ میں قوم اور ملک کے کام آسکتا۔

میں بالکل مبالغہ سے کام نہیں لے رہا جبکہ میں یہ لکھ رہا ہوں کہ جس طرح سول حکام نے فوج کا ہاتھ بٹایا وہ آپ کا حسن اخلاق، خلوص اور محبت کی وجہ تھی۔ مجھے یہ لکھنے میں فخر محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ جس میں ہم نے بہت کچھ حاصل کیا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی ہم سب کے دلوں میں آپ کی یاد رہے گی، آپ ایک عظیم کمانڈر ہیں جنہوں نے ہر قسم کی مشکلات میں بھی اپنے فرائض کو پیش نظر رکھا۔

آخر میں ہم اس بات کو بھلا نہیں سکتے کہ آپ نے اور آپ کے افسروں اور جوانوں نے جس طرح ہماری خدمات کو سراہا ہے وہ آپ کے حسنِ سلوک کا حصہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے افسروں اور جوانوں کو آئندہ بھی ہمت اور طاقت دے تاکہ اپنے دشمنوں کا عزم واستقلال اور پامردی سے مقابلہ کر سکیں۔

دفاع وطن کے لئے آپ نے اور آپ کے افسروں اور جوانوں نے جو ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں وہ ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

آپ کا مخلص دوست
مسرور حسن خان
ٹی کے سی ایس پی
کمشنر حیدرآباد ڈویژن

از بریگیڈیر کے ایم اظہر ایس کیو اے
کمانڈر ہیڈ کوارٹر سندھ فورس
پاکستان آرمی

۱۷ر جنوری ۱۹۶۶ء

پیارے ڈبلیو اے شیخ

اب جبکہ جنگ کے شعلے اس محاذ پر مدھم ہو رہے ہیں۔ میں دلی طور پر خاص کر حیدر آباد، میر پور خاص سیکٹر کے اُن تمام افسران اور سٹاف کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر ۱۷ روزہ جنگ اور اُس کے بعد سیز فائر کی خلاف ورزیوں کے موقع پر فوج کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔ جس طرح ریلوے حکام نے اس سیکٹر میں فوج کی مدد کی وہ قابل ستائش ہے، انہوں نے فوج کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جو کام کیا وہ ایک عام آدمی کے بس سے بالکل باہر تھا۔

میں یہ کہنے سے بالکل گریز نہیں کروں گا کہ ریلوے حکام کی پوری مدد کے ہم اس لئے بھی قائل ہیں کہ انہی نے دشمن کے بارہ سو مربع میل کے علاقے پر قبضہ کرنے میں ہمارا پوری طرح ساتھ دیا۔ جب بھی راجستھان کے محاذ کی تاریخ لکھی جائے گی مجھے یقین کامل ہے اس میں ریلوے کے حکام کے کارناموں کا ذکر بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ سول اور ریلوے حکام کے علاوہ مقامی آبادی نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔ اس نے ہماری ہمت اور لڑنے کے جذبہ کو اور زیادہ اجاگر کیا۔ ایسے خوشگوار حالات میں لڑنا فوج کے لئے بہت زیادہ مفید ثابت ہوا۔ چنانچہ دشمن ذلت کے سوا کچھ بھی نہ حاصل کر سکا۔ اور پاکستانی افواج کے لئے فتح و نصرت اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دی۔

ذیل میں ان افسروں کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا جنہوں نے بغیر کسی لالچ اور صلے کے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر ملک و قوم کی گراں بہا خدمت کی ہے۔

میر عبدالقادر ڈی ایس کراچی

یہ افسر فرض کی پکار پر بہت ہی آگے نکل گیا۔ ذاتی دیکھ بھال اور صحیح احکامات جاری کر کے فوج کے تمام کو آخری شکل دی۔ انہوں نے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر لڑائی کے رنوں میں مونا باؤ کا خود جا کر معائنہ کیا اور اس طرح سے انہوں نے اپنے ماتحت حکام میں کام کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ بعض اوقات تو ہم نے ان کے بس سے باہر بھی ضروریات بتایئں جو کہ انہوں نے پوری کیں رہیں تو ان کا بہت ہی شکر گزار ہوں کہ ان کی ہمت اور کوششوں کی وجہ سے ریلوے نے فوج کی تمام ضروریات کو پورا کیا۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل ریلوے حکام کی فرض شناسی اور بہادری

کا ذکر بھی اس خط میں کیا۔

۱۔ مسٹر جمیل الرحمن اسسٹنٹ کوآپریٹو آفیسر میرپور خاص۔

۲۔ مسٹر مسعود عالم میرپور خاص

۳۔ عبدالحسن ولد کلیم خان اسسٹنٹ وے انسپکٹر چھور

۴۔ مسٹر انیس احمد اصغر اور عبدالمجید سکشن کنٹرولر کھوکھرا پار

۵۔ مسٹر محمد اسمٰعیل سٹیشن ماسٹر کھوکھرا پار

۶۔ سید زاہد علی زاہد سٹیشن ماسٹر چھور

۷۔ غلام محمد بٹ سٹیشن ماسٹر حیدرآباد

۸۔ ٹرالی ڈرائیور رحمت واجب

اگرچہ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ ان تمام افسران نے قوم کی پکار پر یہ کام کیا لیکن میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان تمام حکام کو سول اعزاز کے لیے سفارش کروں گا۔

آخر میں میں حیدرآباد اور میرپور سیکشن کے ریلوے ملازمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے قوم اور فرض کی پکار پر فوج کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔

ایک بار میں پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کروں گا کہ وہ ہم سب کو ہمت اور طاقت دے تاکہ ہم اپنی سرزمین کی حفاظت کر سکیں۔

بریگیڈیئر کے ایم اظہر



کمانڈر انچیف پاکستان آرمی اقوام متحدہ کے مبصر سے بات چیت
کر رہے ہیں۔ سندھ فورس کمانڈر درمیان میں کھڑے ہیں

تاشقند کی ڈائری

۳ جنوری:- تاشقند میں صدر ایوب اور وزیر اعظم شاستری کی آمد۔ مذاکرات کی راہ ہموار کرنے کے لئے وزیر اعظم مسٹر کوسیجن کی صدر ایوب سے دو اور شاستری سے ایک ملاقات دلی سے روانگی سے قبل شاستری کا اعلان کہ مجھے امید ہے کہ صدر ایوب کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔

۴ جنوری - کانفرنس کا افتتاحی اجلاس - صدر ایوب اور شاستری کی کی چار ملاقاتیں۔ صدر ایوب کی طرف سے تنازعہ کشمیر کے تصفیہ پر زور۔ شاستری کی طرف سے کشمیر پر بات چیت کرنے سے انکار اور جنگ نہ کرنے کے معاہدہ کی پیشکش۔

۵ جنوری - بھارت نے کشمیر کو ایجنڈے میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ وزرائے خارجہ ایک متفقہ ایجنڈا بنانے میں ناکام ہو گئے۔ صدر ایوب اور شاستری کی ایک ملاقات ہوئی۔ شاستری نے کوسیجن سے ایک طویل ملاقات کی۔ کوسیجن کا شاستری کو کشمیر پر بات چیت کرنے کا مشورہ

۶ جنوری۔ صدر ایوب اور شاستری کی کوئی ملاقات نہیں ہو سکی۔ بھارت کی ہٹ دھرمی کے باعث ایجنڈا کانفرنس بھی نہ ہو سکی۔ تعطل کو دور کرنے کے لئے کوسیجن نے صدر ایوب اور وزیر اعظم شاستری سے طویل ملاقاتیں کیں۔ پاکستان نے کشمیر کے سوال پر اپنے رویہ میں لچک پیدا کر دی۔

۷ر جنوری۔ ایجنڈے کی تیاری کی کوشش ترک کر دی گئی۔ بھارت کشمیر پر بات چیت نہ کرنے کی ہٹ پر ڈٹا رہا۔ اور پاکستان نے تصفیہ کشمیر کے بغیر کوئی اور معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ کوسیجن نے اس تعطل کو ختم کرنے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ شاستری کوسیجن کے اصرار پر مسئلہ کشمیر کے متعلق غیر رسمی بات چیت پر کچھ آمادہ ہو گئے۔

۸ر جنوری۔ پاکستان نے بھارت کی طرف سے جنگ نہ کرنے کے معاہدہ کی باقاعدہ پیش کش کو مسترد کر دیا۔ ایوب شاستری ملاقات نہ ہو سکی۔ سردار سورن سنگھ نے اعتراف کیا کہ اب تک دونوں سربراہوں میں جو مذاکرات ہوئے ان کا موضوع کشمیر تھا۔ مشترکہ اعلامیہ کے سوال پر بھی اختلافات پیدا ہو گئے۔ کانفرنس کے نتائج کے بارے میں عام مایوسی کا اظہار۔

۹ر جنوری۔ پاکستان نے بھارت کا پیش کردہ مشترکہ اعلامیہ مسترد کر دیا۔ اس اعلامیہ میں کشمیر کا کوئی ذکر نہ تھا۔ کانفرنس کی ناکامی یقینی نظر آنے لگی۔ لیکن کوسیجن نے ہمت نہ ہاری۔ وہ نہایت ہی صبر و استقلال سے صبح سے رات گئے تک صدر ایوب اور شاستری سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ دونوں سربراہوں سے ان کی ملاقاتوں کا یہ سلسلہ رات کے بارہ بجے کے بعد بھی جاری رہا۔

۱۰ر جنوری۔ کانفرنس کے عین آخری روز جبکہ تمام اخبارنویس

سیاسی مبصرین اور دونوں وفود مایوس ہو چکے تھے۔

وزیر اعظم روس مسٹر کوسیجن نے صدر ایوب اور شاستری سے اہم فیصلوں پر مشتمل معاہدہ امن پر دستخط کرا کے پوری دنیا کو حیران کر دیا۔

حمیدیہ الیکٹرک پریس پشاور

(ہر بک سٹال سے دستیاب ہو سکتی ہے)